لباسِ مصطفیٰ

مصنف

حبیب اللہ اویسی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور-کراچی پاکستان

لباسِ مصطفیٰ

مصنف

حبیب اللہ اویسی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی پاکستان

نام کتاب — لباس مصطفیٰ ﷺ
مصنف — حبیب اللہ اویسی
تصحیح وتحقیق — غلام محی الدین اویسی
تاریخ اشاعت — جنوری 2005ء
تعداد — ایک ہزار
ناشر — ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ — 1Z455
قیمت — -/81روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔فون: 7221953 فیکس:۔ 042-7238010
9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 7225085-7247350
14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212
e-mail:- sales@zia-ul-quran.com
zquran@brain.net.pk
Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لباس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تمہید

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا۔ اگر تم اللہ عزوجل کی عطاء کردہ نعمتوں کا شمار کرنا چاہو۔ تو انہیں شمار نہ کر سکو گے۔ ان لاتعداد نعمتوں میں سے ایک نعمت انسانی شکل وصورت ہے۔ جو خالق کائنات کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ اور اپنی انفرادیت کے ساتھ ساتھ گوناگوں خصوصیات اور صلاحیتوں کی حامل ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ اَللّٰہُ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَکُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَکُمۡ وَ رَزَقَکُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ (مومن: 64)۔ اللہ عزوجل وہ ذات مقدس ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قیام گاہ اور آسمان کو چھت کی مانند بنایا۔ اور تمہاری صورت گری کی۔ مزید تمہاری صورتوں کو حسین و جمیل بنایا۔ اور کھانے کے لئے تمہیں طیب چیزیں عطاء فرمائیں''۔ یعنی تمہیں قامت زیبا بخشی اور تمہیں موزون ومتناسب اعضاء عطا کئے۔ اور اعضاء میں دل کشی ورعنائی رکھی۔ حسن صورت کے ساتھ رزق طیب کا ذکر اس بات کا غماز ہے کہ پاکیزہ رزق جسم کے حسن اور اعضاء کے اعتدال کو برقرار رکھتا ہے۔ دوسری آیت میں ہے۔ وَ صَوَّرَکُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَکُمۡ ۚ وَ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۳﴾ (تغابن)، اس ذات قدیم نے تمہاری صورتیں بنائیں اور پھر تمہاری صورتوں کو خوبصورت پیکر عطا کیا۔ اور اسی کی طرف سب نے لوٹنا ہے۔ یعنی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کے شاہکار انسان کا ذکر فرمایا کہ اس کا قد زیبا، اس کے ہاتھ اور دست و بازو کتنے متناسب تخلیق کئے ہیں۔ اس کے خوبصورت چہرے میں

جاذبیت اور دلکشی رکھی ہے۔ اس کے باطن کو گوناگوں خوبیوں سے نوازا ہے۔ اس مشت خاک کو فضاؤں کو مسخر کرنے اور بحروبر کو عبور کرنے کی قوتیں ودیعت کی ہیں۔ اس کو ارادہ و عمل کی بوقلموں صلاحیتیں عطا کی ہیں کہ وہ ان کو استعمال کر کے اپنی بقاء اور چمن ہستی کی حنا بندی کا اہتمام کر سکے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۙ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ (انفطار)، وہ رب کریم جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر تیرے اعضاء کو درست کیا۔ پھر تیرے اعضاء کو معتدل بنایا۔ الغرض جس شکل میں چاہا تجھے ترکیب دیا۔ یعنی اس کریم ذات نے تجھ پر قسما قسم کی نوازشات ارزانی فرمائی ہیں۔ تیری شکل وصورت کو خوبصورت پیکر دیا ہے۔ تیرے عناصر ترکیبی میں اعتدال قائم رکھا ہے۔ تیری جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی ساخت کو اعتدال سے پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ خلق الله آدم علی صورته۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر تخلیق فرمایا۔ اس حدیث کی تشریح میں محدثین کی آراء مختلف ہیں۔ کچھ حضرات نے اس کی تاویل میں خاموشی اختیار کی ہے۔ کہا ہے کہ یہ حدیث صفات باری سے ہے۔ جس کی تاویل وتشریح عقل انسانی کے ادراک سے بالاتر ہے۔ کچھ حضرات نے اس کی تاویل کی ہے۔ فرمایا ہے کہ صورت بمعنی صفت ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ صورة المسئلة هكذا۔ ای مظهراً لصفاته۔ یعنی اللہ کا گھر۔ بعض محدثین نے صورتہ کی ضمیر سے مراد آدم علیہ السلام لیا ہے۔ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اول امر میں بشر سَوِیّ پیدا کیا۔ جس کا طول ساٹھ ہاتھ ہے۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی صورت منفرد ہے۔ حیوانات کی دوسری نوع اس کی صورت میں شریک نہیں۔ ان تمام آراء سے پتہ چلتا ہے کہ بنی آدم کی شکل وصورت اپنی عظمت وشرف میں منفرد اور ممتاز ہے۔

اس عمدہ اور خوبصورت شکل کے حسن وآرائش کو برقرار رکھنے کے لئے قدرت نے بہت سارے لوازمات اور ضروریات پیدا فرمائی ہیں۔ جو انسان کے گردو پیش میں فطری طور پر

وسیع پیمانے پر موجود ہیں۔ جن سے فائدہ اٹھانے کے لئے وسائل اور طریقے اللہ تعالیٰ نے انسان میں ودیعت کر دیئے ہیں۔ جونہی انسانی مولود اپنی ماں کے بطن کی تاریکیوں سے نکل کر دنیا میں آتا ہے تو غذا اس کی فوری ضرورت کے طور پر سامنے آتی ہے۔ جس کا انتظام خالق کائنات نے نومولود کے لئے دنیا میں آنے سے پہلے ماں کی چھاتی میں کر دیا ہوتا ہے۔ انسانی جسم کی نشوونما کے لئے صالح اور طیب غذا ضروری ہے۔ اس سے جسم کی صلاحیتیں پروان چڑھتی ہیں اور اس کا حسن وجمال قائم رہتا ہے۔

غذا کے علاوہ انسانی مولود کو لباس کی فوری ضرورت ہوتی ہے کیونکہ انسانی صورت کے حسن ورعنائی کو قائم رکھنے کے لئے لباس ایک لازمی عنصر ہے۔ جو والدین پہلے دن سے مہیا کرتے ہیں۔ یہ بات قابل غور ہے کہ نومولود کی غذا کا اہتمام قدرت کرتی ہے اور لباس کا انتظام والدین کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ بچے کی خود کفالت کی عمر تک جاری رہتا ہے۔

جب انسان خود کفیل ہو جاتا ہے تو وہ اپنی ضروریات اور خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کسب مال کے وسائل ڈھونڈتا ہے وہ طیب وحلال غذا اور عمدہ اور خوبصورت لباس کے حصول کی سعی کرتا ہے۔ جو اسے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ لباس تو خواہش کے مطابق میسر آجاتا ہے لیکن حسین وجمیل لباس وہ ہے جو سید عالم شاہ خوباں ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق ہو۔ لباس سنت طیبہ کی اتباع میں پہنا جائے۔ اس کتاب میں لباس مصطفیٰ ﷺ کا ذکر ہے۔ اسے پڑھ کر اپنے لباس کو سنت نبی کریم ﷺ کے موافق پہنیں تا کہ حسین وجمیل بن سکیں۔

محمد حبیب اللہ اُویسی
(بستی اتیرا موضع طلبانی تحصیل لیاقت پور)
ضلع رحیم یار خان
۲۱/اپریل ۲۰۰۳ء ۱۸/ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

لباس کا معنی ومفہوم

لباس بکسر لام کے معنی مایلبس بہ ہیں یعنی وہ شئ جو پہنی جائے وہ لباس ہے۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ لبس الثوب ای استقر اس نے کپڑا پہنا یعنی کپڑے سے جسم کو چھپایا۔ قرآن حکیم میں ہے۔ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ (اعراف: 26) (ترجمہ) بیشک ہم نے اتارا ہے تم پر لباس جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے۔ قرآن حکیم میں شوہر اور بیوی کو لباس کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (بقرہ: 187) (ترجمہ) وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔ اس لئے کہ وہ ایک دوسرے کو قبیح فعل کے ارتکاب سے روکتے اور نگرانی کرتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا ہے: عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ (انبیاء: 80) (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو صنعت لبوس یعنی زرہ کی صنعت گری تعلیم کی۔ یہاں لبوس یعنی زرہ کو اس لئے لباس کہا کہ وہ جسم کو ڈھانپتا ہے اور اسے گزند سے بچاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ لباس آدمی کے ان اعضاء کو چھپاتا ہے جن کا برہنہ کرنا قبیح فعل ہے اور گرمی وسردی سے بچاتا ہے۔ اس کے استعمال میں زینت اور حرمت ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بطریق عادت یا بر سبیل عبادت لباس زیب تن کیا ہے۔ بعض عادتیں عبادت کے تحقق کے لئے شرط ہیں۔ یعنی عبادت کا وجود عادت سے وابستہ ہے۔ جیسے لباس کے حوالے سے ستر عورت، یعنی شرم گاہ کا چھپانا عبادت کے تحقق کیلئے لازم ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی لباس میں عادتوں کو تفصیل سے بیان کیا جائے۔ چنانچہ آئندہ مباحث میں ثیاب یعنی کپڑوں کا ذکر ہوگا۔ یعنی محبوب و پسندیدہ لباس، لباس پہننے میں عادت شریف، انواع لباس، اداب لباس، لباس مبارک کے رنگ اور لباس کے ماخذ مثلاً کتان، کپاس، اون خز، قز اور ریشم، سندس، دیباج

اور استبرق وغیرہ۔

یہ یاد رہے کہ جس لباس کی رسول اللہ ﷺ نے قولاً فعلاً اور تقریراً سنت قائم کی ہے۔ وہ اسلامی لباس ہے اور یہی مسنون لباس ہے۔ لباس کی بعض ایسی اصناف ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود استعمال نہیں کیا۔ مثلاً شلوار، اچکن، کوٹ وغیرہ اور مختلف وضع کے ملبوسات اور جوتے وغیرہ جن کی شریعت مطہرہ میں نہی وارد نہیں ہے ان کا استعمال روا ہے۔ اس طرح کے توسعات اور تنعمات کے سامان خلافت راشدہ میں ظاہر ہوئے جو سامان راحت شرعی حدود میں تھے۔ ان پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انکار نہیں کیا۔ وقت اور مکان کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے پیش نظر لباس میں تنوع اور صنعت گری جائز ہے۔ لیکن اس میں یہ خیال رکھا جائے کہ لباس پہننے کا شرعی مقصد مفقود نہ ہو۔ اور لباس سے ستر عورت اور زینت کا حصول بنیادی عنصر ہیں۔ لباس ایسا ہو جو شرم گاہ کو ڈھانپے اور حسین و جمیل بھی ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ تقویٰ کا لباس خیر ہے۔ جو رسول کریم ﷺ کے لباس کے مطابق ہے۔ ایسے لباس سے اجتناب کیا جائے جو پہن کر بھی ننگے پن کو ظاہر کرے۔ اور غیر مسلم اقوام کی وضع قطع والے لباس کو پہننا عیب دار بھی ہے اور اسلامی شعار سے بیزاری بھی۔ مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی لباس پہنے۔

مقاصد لباس

قرآن حکیم نے لباس کے مقاصد کی توضیح اس طرح فرمائی ہے۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٢٦﴾ (اعراف)، اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس اُتارا ہے۔ جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور وہ موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس، وہ خیر کا حامل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے تاکہ بنی آدم اسے یاد رکھیں۔

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقصدیت کے لحاظ سے لباس کی تین اقسام ہیں۔ ان کی تفصیل اس طرح ہے۔ پہلی قسم آیت کریمہ میں لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ سے عبارت

ہے کہ وہ لباس جو جسم کے ان اعضاء کو چھپائے جن کا برہنہ کرنا شرعی اور معاشرتی رویوں میں قبیح ہو۔ وہ اعضاء مرد کے لئے گھٹنوں سے ناف تک اور عورت کا پورا جسم سوائے دو ہاتھ اور چہرے کے۔ جسم کے ان اعضاء کا ستر واجب ہے۔

لباس کی یہ قسم انسان کی لازمی ضرورت ہے اور عبادت باری تعالیٰ کا تحقق اس کے بغیر نہیں ہوتا۔

لباس کی دوسری قسم آیت کریمہ میں لفظ رِیْشًا سے تعبیر کی گئی ہے یعنی وہ لباس جو جسم کے حسن ورعنائی کو قائم رکھنے کے لئے پہنا جائے۔ لباس کی یہ قسم حسن ورعنائی کی تکمیل اور اس میں اضافے کی خاطر پہنی جاتی ہے۔ اور معاشرے میں عزت ووقار کے قیام کے لئے، زیب تن کی جاتی ہے۔ اس قسم کا لباس معاشرے اور سماج کے تقاضوں کی مناسبت سے مختلف شکلوں میں ہوتا ہے۔

لباس کی ان ہر دو اقسام کے لئے اللہ تعالیٰ نے مواد یعنی نباتات سے کپاس اور دوسرے ریشے وغیرہ اور حیوانات سے اون وغیرہ مہیا کردے ہیں۔

مفسرین کرام نے اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا کا مطلب بیان کیا ہے کہ ھذا الافزان شئی من اللباس مع آدم و حواء۔ یعنی آدم وحواء کے نزول کے ساتھ لباس بھی نازل ہوا تھا کہ ان کا لباس نسل انسانی کے لئے نمونہ بنے۔ اس میں ایک قول یہ ہے ای الھمنا کیفیۃ صنعۃ یعنی ہم نے لباس کی صنعت گری اور اس کی کیفیت الہام کی۔ تاکہ انسان اپنے لباس کی وضع قطع اپنی ضرورت وآرائش کے لئے خود کرلے۔

چنانچہ لباس کے لئے ایسے مواد کا مہیا کردینا جس سے یہ تیار ہوسکے اس کے علاوہ انسان میں لباس کی خواہش ودیعت کردینا، پھر اسے تیار کرنے کی سمجھ عطا کردینا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت اور علم کی ناقابل انکار دلیلیں ہیں۔

لباس کی تیسری قسم تقویٰ کا لباس ہے جو آیت کریمہ میں لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ۔ کے الفاظ میں بیان ہوا ہے یعنی تقویٰ کا لباس زیب تن کرکے انسان تکبر وتفاخر کرنے کے

بجائے اپنے رب کی رضامندی کو ملحوظ رکھے۔ لباس حلال کمائی سے حاصل کیا ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص دس درہم کا کپڑا خریدے اور ان دراہم میں ایک درہم بھی حرام کمائی کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی فرض یا نفلی عبادت قبول نہیں فرمائے گا اور نہ اس کی صرف وعدل کو شرف قبولیت بخشے گا۔ جبکہ جسم کی زیب وزینت کے لئے لباس پہننا جائز اور مستحسن ہے تاہم لباس میں ایسی سادگی پسندیدہ ہے جس سے تقویٰ اور ورع کا اظہار ہوتا ہو۔ لباس سے شہرت مقصود نہ ہو۔ اور کسی غیر مسلم قوم سے لباس اور ہیئت میں مشابہت نہ ہو۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ من لبس ثوب شھرۃ البسھم اللہ ایاہ یوم القیامۃ ثم الھب فیہ النار و من تشبہ بقوم فھو منھم۔ (ابوداؤد) جس نے شہرت کا لباس پہنا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے یہی لباس پہنائے گا پھر اس میں آگ لگادے گا۔ اور جو شخص کسی قوم کے ساتھ تشابہ رکھے گا وہ اسی قوم میں شمار ہوگا۔

اس لئے مسلمان پر لازم ہے کہ وہ لباس اور جسمانی ہیئت ووضع انبیاء کرام کے اسوہ حسنہ کے مطابق بنائے۔ امام بخاری نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہ کتب الی المسلمین المقیمین بلاد فارس اِیاکم وزی الشرك۔ (ترجمہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلاد فارس مین مقیم مسلمانوں کے نام مراسلہ بھیجا کہ تم اہل شرک اور کفر کے لباس اور ہیئت سے اجتناب کرو۔

لباس تقویٰ کو اللہ تعالیٰ نے ذٰلِکَ خَیْرٌ فرمایا ہے دنیا کا قیمتی سے قیمتی لباس بھی اس کی خوبصورتی اور پائیداری کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

اشعار

اذا المرء لم یلبس ثیابًا من التقی
تقلب عریانًا وان کان کاسیا

جب تک کوئی شخص تقویٰ کا لباس زیب تن نہیں کرے گا۔ تو وہ ننگا ہے۔ اگرچہ اس نے

کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔

خیرلباس المرء طاعة ربه
ولاخیر فیمن کان لله عاصیا

(ترجمہ)۔اپنے رب کریم کی اطاعت سب سے بہتر لباس ہے۔اور جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اس کے لئے ذلک خیر کے مشار الیہ لباس میں کوئی نصیبہ نہیں ہے۔

اسی لباس تقویٰ کو انبیاء علیہم السلام نے اپنے اجسام مبارک کے ستر کے لئے اختیار فرمایا ہے۔ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اونی کمبل جس پر پیوند لگے تھے اور ایک موٹا ازار یعنی تہ بند نکال کر ہمیں دکھلایا اور یہ بتایا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات ان دو کپڑوں میں ہوئی تھی۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد آپ کی سادگی، تواضع اور شان فقیری بتلانا تھا اور یہ لباس تقویٰ کی پوری تصویر تھی۔(بخاری)

اللہ تعالیٰ کے اس سراپا لطف خطاب یعنی یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ اور یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ میں اس طرف اشارہ ہے کہ لباس کی یہ شکل لباس تقویٰ کا مظہر ہے۔

نبی کریم ﷺ جب نیا لباس زیب تن کرتے تو جو دعا آپ پڑھتے وہ لباس کی مقصدیت کو واضح کرتی ہے وہ مبارک دعا یہ ہے کہ الحمد الله الذی کسانی ما اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی۔یعنی "تمام حمد وثنا اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جس نے مجھے ایسا لباس پہنایا جس سے میں اپنا ستر چھپاتا ہوں اور اپنی حیات میں اس سے زینت وتجمل حاصل کرتا ہوں"۔اس دعا سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ لباس عریانی کو چھپانے اور زینت وتجمل کے حصول کے لئے پہنا جاتا ہے۔یہی لباس جس کے تانے بانے تقویٰ کے پاکیزہ تاروں سے بُنے گئے ہوں۔قرآن حکیم کی زبان میں لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَیْرٌ سے عبارت ہے۔یہی اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے۔کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کا لباس ہے۔

انسانی زندگی میں لباس کا ارتقاء

جب خالق کائنات نے آدم علیہ السلام اور حواء کو تخلیق فرمایا تو انہیں حکم دیا کہ

یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (الاعراف)

(ترجمہ) اے آدم! تم اور تمہاری بیوی حواء جنت میں رہو۔پھر جس جگہ سے چاہو دونوں کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ، ورنہ تم دونوں ظالموں سے ہوجاؤ گے۔

پھر قرآن حکیم نے ان کی اگلی حالت کو اس طرح حکایت فرمایا۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَا وٗرِیَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَیْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِیْنَ (اعراف)

پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا۔تاکہ ان کی شرم گاہیں جو ان دونوں سے پوشیدہ تھیں۔دونوں کے روبرو بے پردہ کردے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے اور کسی جہت سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس جہت سے کہ تم دونوں کہیں فرشتہ بن جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہوجاؤ۔

شیطان کا مقصد یہ تھا کہ ابوالبشر آدم علیہ السلام اور حواء کو جنت کے لباس سے محروم کرکے رسوا کردے۔چنانچہ ہوا یہ کہ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (اعراف)

سو ان دونوں کو فریب ودھوکہ سے نیچے لے آیا۔پس ان دونوں نے جب درخت کو چکھا تو ان کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہوگئیں۔اور دونوں اپنے عیوب چھپانے کے لئے اپنے اوپر جنت کے درخت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے۔تب ان کے رب نے انہیں پکارا۔کیا میں تمہیں اس درخت سے منع نہ کرچکا تھا۔اور یہ کہہ نہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

یہ عمل آدم وحواء سے غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر سرزد ہوا۔ پھر دونوں مارے شرم کے جنت کے درخت غالباً انجیر کے پتے جوڑ جوڑ کر اپنی شرم گاہ چھپانے لگے۔ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے قبل آدم اور حواء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا نورانی لباس ملا ہوا تھا جو اگرچہ غیر مرئی تھا لیکن ایک دوسرے کی شرم گاہ کے لئے ساتر یعنی پردہ پوش تھا۔ (ابن کثیر)

آیت کریمہ سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ جنت سے نکلنے کے بعد بنی نوع انسان کا لباس نباتات، جانوروں کے بالوں اور چمڑے سے تیار ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٣٦﴾ (البقرہ)۔ یعنی اب تمہارا ٹھکانا زمین میں ہے اور اس سے فائدہ اٹھانا ہے مقررہ وقت تک۔

زمین پر آتے ہی جغرافیائی ماحول سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ سورج کی تمازت سے بچنے کے لئے درختوں اور ٹیلوں کی اوٹ میں سائے ڈھونڈے۔ اور آب وہوا کی تندی وتیزی سے بچاؤ کے لئے جھونپڑے بنائے۔ سردی وگرمی سے بچنے کیلئے غاروں مین پناہ حاصل کی۔ اور آگ جلا کر سردی سے بچنے کے لئے تپش حاصل کر کے جسم کو بچایا اور ماحول کے ساتھ مطابقت کی اور اپنی تمام ضروریات کو بہتر طریقے سے پورا کرنے لگا۔ ہر عہد میں اور ہر جگہ انبیاء علیہم السلام آئے ان نفوس قدسیہ نے اپنے اسوہ حسنہ سے زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کی۔ خصوصاً لباس کے معاملے میں واضح مثالیں قائم کیں۔ قرآن کریم نے بتایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے زرہ سازی کی۔ ادریس علیہ السلام نے کتابت و دراست کا فن سکھایا۔

ابراہیم علیہ السلام اور ان کے عظیم المرتبت فرزند اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیاد اُٹھائی۔ جوفن تعمیر اور علم ہندسہ کا عملی نمونہ تھا۔ ان بے مثال لوگوں نے لباس کے شعبہ میں واضح مثال قائم کی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا لباس بیشتر حلہ یعنی رداء وازار ہی رہا ہے ان نفوس قدسیہ کے لباس کا

بنیادی عنصر حلہ ہے۔ اس پر کوئی کپڑا زیادہ ہوسکتا ہے کم نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا لباس بھی حلہ ہی تھا۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام حلہ زیب تن کرتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام بھی حلہ میں ملبوس ہوتے۔ خلاصہ یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا لباس وہی رہا ہے جو لباس نبی کریم ﷺ کا ہے۔ جس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

مسنون لباس نگاہ اور شرم گاہ کا محافظ

لباس گندی نگاہ کا محافظ اور شرم گاہ کا ساتر ہے اور انسان کی زیب وزینت کا باعث ہے اور اس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور تقویٰ کا لباس یہ ہے کہ مسلمان مرد اور عورت اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ نگاہوں کی حفاظت تب ممکن ہے جب مرد وعورت کا لباس تقویٰ کے معیار پر پورا اترتا ہو۔

بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من یکفل لی مابین لحییه و بین رجلیه اکفل له الجنة۔ جو شخص مجھے دو باتوں کی ضمانت دے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان اور جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

مزید ارشاد فرمایا۔ قال رسول الله ﷺ أن النظر سهم من سهام ابلیس مسموم من ترکه مخافتی ابدلته، ایمانا یجد حلاو تها فی قلبه۔
(ترجمہ) نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے۔ جو شخص اس کو میرے خوف سے ترک کرتا ہے میں اسے ایمان کی نعمت بخشوں گا۔ جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں پائے گا۔

جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر اچانک کسی غیر محرم پر نظر پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ فامرنی ان اصرف بصری۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ میں صرَف نظر کروں۔ اچانک نظر پڑ جائے تو وہ معاف ہے۔ لیکن دوبارہ دانستہ اس کی طرف دیکھے گا تو گنہگار ہوگا۔

ابو العالیہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم میں جہاں بھی حفظ فروج کا حکم ہے۔ اس سے مراد زنا سے بچنا ہے۔ اور سورۃ النور کی آیت یحفظن فروجھن سے مراد ستر پوشی ہے کہ عورتوں کا لباس شرم وحیاء کا حامل ہو اس کے جسم پر غلط نگاہ نہ پڑے عورت ہاتھ اور چہرے کے سواء جسم کے کسی عضو کو عریاں نہ ہونے دے اور ایسا باریک کپڑا نہ پہنے کہ جس سے جسم عیاں ہو اور وہ غلط نگاہوں کی آماج گاہ بنے۔ گناہ ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اُن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنها دخلت علی رسول اللہ ﷺ و علیها ثیاب رقاق فاعرض عنها رسول اللہ ﷺ قال یااسماء! إن المراة اذا بلغت المحیض لم یصلح لها ان یری منها الا هذا وهذا۔ و اشار الی وجهه و کفیه۔ (ابوداؤد)

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے باریک لباس پہن رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے رخ انور پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء! عورت جب بالغ ہو جائے تو پھر اس کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے عضو کے سواء کو دیکھا جائے۔ اور آپ ﷺ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا۔ ''احفظ عورتك الامن زوجتك او ما ملکت یمینك۔''

ترجمہ: ''اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو لیکن اپنی زوجہ اور باندی کے سواء''۔ اسی صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! اگر آدمی تنہا ہو تو پھر اس کے متعلق کیا حکم ہے''۔ آپ ﷺ نے جواب دیا۔ اس وقت بھی ستر نہ کھولے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔ نگاہ دل کی طرف کھلنے والا سب سے بڑا دروازہ ہے۔ نگاہ کی بے راہ روی کے باعث ہی اکثر لغزشیں ہوتی ہیں۔ اس لئے اس سے بچنا چاہئے اور تمام محرمات سے اسے روکنا چاہئے۔ بہت کم اس کے فتنے سے بچا جاتا ہے۔

لباس کے استعمال کے لحاظ سے احکام

لباس کے استعمال کے لحاظ سے پانچ اقسام ہیں۔ پہلی قسم۔ لباس واجب، جس کا استعمال کرنا واجب ہے وہ لباس کی مقدار ہے جس سے شرم گاہ کو نگاہوں سے چھپایا جائے۔ مرد کی شرم گاہ گھٹنوں سے ناف تک ہے اور عورت کی شرم گاہ ہاتھوں اور چہرے کے سواء سارا جسم عورت ہے۔ یہ انسان پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ جس کا ترک کرنا گناہ ہے اور اس لباس کے بغیر عبادت نہیں ہوتی۔ دوسری قسم۔ مندوب لباس ہے جس کے پہننے کی شریعت میں ترغیب آئی ہے۔ علاوہ ازیں رفع ضرر یعنی گرمی سردی سے بچاؤ کیلئے۔

لباس اسلامی ایام کے شرف وعظمت کے لئے پہنا جاتا ہے۔ مثلاً عیدین جمعہ وغیرہ ایام میں عمدہ کپڑے کا استعمال۔ نیز شخصیت کے اظہار کے لئے بشرطیکہ تکبر وخیلاء مقصود نہ ہو۔ مندوب لباس کا استعمال آدمی کا حق ہے اسے وہ ترک بھی کر سکتا ہے۔

تیسری قسم۔ مکروہ لباس ہے۔ جس کے نہ پہننے کی شریعت میں ترغیب آئی ہے۔ مثلاً غنی شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے۔ ترمذی میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ان اللہ یحب ان یری اثر نعمۃ علی عبدہ (ترجمہ) ''اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے پر اللہ عزوجل کی عطا کردہ نعمت کا اثر دیکھا جائے''۔

چوتھی قسم۔ لباس حرام ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس کے پہننے کی شریعت مطہرہ میں ممانعت آئی ہے۔ مثلاً مرد کے لئے ریشمی کپڑا ابلا عذر شرعی پہننا حرام ہے۔

پانچویں قسم۔ مباح لباس ہے۔ وہ ان چار اقسام کے علاوہ ملبوسات ہیں۔ جیسے کتان، اون اور کپاس سے بُنے ہوئے کپڑے اور کوٹ، اچکن اور جیکٹ وغیرہ۔

لباس کے استعمال میں نبی کریم ﷺ کی عادت شریف

نبی کریم ﷺ کا لباس مبارک سادہ اور تکلف سے پاک ہوتا تھا۔ آپ ﷺ نفیس اور قیمتی کپڑے پہننے سے اجتناب کرتے اور نہ ہی کم قیمت اور گھٹیا کو رد فرماتے بلکہ جو

میسر آتا پہن لیتے تھے۔

مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جامہ مبارک موٹا ہوتا تھا۔ آپ ﷺ باریک کپڑا نہیں پہنتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا قول مبارک ہے من دق ثوبہ دق دینہ یعنی جس نے باریک کپڑا پہنا اس کا دین رقیق ہوا۔ جب آپ نیا کپڑا پہنتے تو جمعہ کے دن کی تعظیم کے واسطے جمعہ کے دن پہنتے تا کہ لوگوں کی نظروں میں فقیر معلوم نہ ہوں اور اس سے دوستوں کا دل مسرور ہو اور دشمنوں کا دل محزون و مغموم ہو جائے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی ضرورت کے اقتضاء کے مطابق لباس استعمال فرماتے تھے۔ یہ ایک معجزانہ حقیقت ہے کہ ہر قسم کا لباس آپ کے بدن مبارک پر مناسب و موزوں ہوتا تھا جو کپڑا آپ ﷺ کا لباس بنتا وہ نظروں میں جچتا اور حسن و جمال کا پیکر بن جاتا۔

اکثر حالات میں آپ ﷺ کا لباس، عمامہ، چادر، موٹا تہ بند اور پشمینہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ شیخین کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس اونی کمبل تھا جس پر پیوند لگے تھے آپ ﷺ اسے پہنتے اور فرماتے۔ انما انا عبد البس کما یلبس العبد۔ میں ایک عبد ہوں اور عباد والے کپڑے پہنتا ہوں۔ مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دن ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام کے زیارت کرانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کا کمبل اور ازار یعنی تہ بند باہر لائیں۔ اور بتایا کہ رسول کریم ﷺ کی روح پر فتوح انہیں کپڑوں میں قبض ہوئی تھی۔ میں نے مدینہ طیبہ میں اس کمبل اور ازار مبارک کی زیارت کی ہے۔ میں نے ان مبارک کپڑوں کو بوسہ دیا ہے اور سر و آنکھوں پر رکھا ہے۔ آپ ﷺ کے موٹا لباس پہننے کی یہی بڑی دلیل ہے۔

(ملفوظ المخدوم)

اگر کبھی کوئی عجمی بادشاہ قیمتی اور نفیس لباس بطور ہدیہ بھیجتا تو اس کی خاطر داری کے لئے پہن لیتے مگر جلدی اتار دیتے تھے اور بعض اوقات سونے کی تاروں سے مرصع قبائیں ہدیۃً

آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں۔ ان کو اپنی مجلس میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا اور جو موجود نہ تھے ان کے لئے رکھ چھوڑیں۔ جب وہ آئے انہیں عطا کر دیا؟

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اعلیٰ ہمت نفوس کریمہ اور اولوا العزم ہستیوں کی نگاہ میں لباس میں تفاخر و تجمل اہل شرف و جلالت کے خصائل میں سے نہیں ہے بلکہ لباس میں آرائش و زیبائش عورتوں کا شیوہ ہے۔ (مدارج)

لباس میں محمود صفت یہ ہے کہ وہ صاف ستھرا اور پاکیزہ ہو اور متوسط قسم کا ہو۔ اور رفقاء کے لباس کے موافق ہو اور لباس فاخرہ نہ ہو کہ دوسروں کی خفت کا موجب بنے۔ رسول اللہ ﷺ کا لباس مبارک صاف پاکیزہ اور معتدل ہوتا تھا۔ اس میں تفاخر کا شائبہ تک نہ ہوتا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِن کرامة المومن علی اللہ نقاوة ثوبہ و رضاہ بالیسیر۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کی کرامت و عظمت میں سے ایک یہ ہے کہ اس کا لباس صاف ستھرا ہو اور جو آسانی سے مل سکے اس پر راضی ہو۔

رسول اللہ ﷺ میلے لباس کو ناپسند کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا لباس میلا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اس کے پاس کچھ نہیں تھا کہ وہ اپنے کپڑے دھو لیتا؟ ایک دوسرے شخص کو دیکھا کہ وہ پراگندہ بال اور میلے کپڑے پہنے تھا اور قابل نفرت شکل بنائے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبھی کبھی تم میں سے کوئی اس صورت و ہیئت میں آتا ہے۔ گویا وہ شیطان ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ بالوں کی پراگندگی، میلا کچیلا لباس اور گندی وضع قطع شیطانی ہیئت ہے۔

لباس میں تکلف اور آرائش و زیبائش میں مبالغہ آرائی رسول اللہ ﷺ کو ناپسند تھی۔

سفر السعادت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ لباس کو زیب تن کرنے میں تکلف نہیں کرتے تھے بلکہ سادگی سے لباس زیب تن کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی عادت شریف تھی کہ آپ ﷺ کا لباس بدن مبارک پر پورا اور

مکمل ہوتا۔ بدن کے لئے زیادہ سے زیادہ نفع بخش ہوتا اور بدن پر خفیف اور ہلکا ہوتا۔ مثلاً آپ ﷺ کا عمامہ مبارک اتنا بڑا نہ ہوتا کہ سر مبارک پر بوجھ بنے اور اتنا چھوٹا نہ ہوتا کہ سر مبارک کو سردی و گرمی سے نہ بچا سکے۔ بلکہ درمیانہ ہوتا۔

رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ مطلقاً اچھی چیز کو اختیار نہ فرماتے تھے۔ یعنی اگر دو کپڑے یا اور کوئی سامان و اسباب لاتے ایک قیمتی ہوتا اور دوسرا اسہل یعنی غیر قیمتی تو آپ سہل کو اختیار فرماتے۔ مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اگر رسول اللہ ﷺ حَسن یعنی اچھی چیز قبول فرماتے تو امت کہتی کہ ہمارے رسول اکرم ﷺ نے تو اچھے کو اختیار کیا ہے، ہم بھی ان کی متابعت و پیروی کرتے ہیں۔ اس کے مناسب مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس چیز میں دنیا و آخرت کی خیر ہوتی ہے۔ اس سے احتراز فرماتے یعنی وہ کام کہ اس میں دنیا و آخرت کی مشارکت ہوتی۔ تو جس میں کہ محض آخرت کی خیر ہوتی اسی کو اختیار فرماتے پس درویش کو اسی طرح کرنا چاہئے تا کہ اپنے رسول کریم ﷺ کی پیروی کرے جو چیز محض آخرت کی ہو اسی کو اختیار کرے۔ (ملفوظ المخدوم)

لباس میں نبی کریم ﷺ کی سنت

اکثر اوقات نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سوتی لباس زیب تن فرماتے۔ گاہے گاہے اون اور کتان کا لباس بھی پہن لیتے۔

جابر بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صلت بن راشد محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے تو صلت بن راشد نے اون کا سیاہ جبہ، اون کا تہ بند اور اون کا عمامہ پہنا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر محمد بن سیرین کو سخت کوفت ہوئی فرمایا۔ میرا خیال ہے کہ بعض لوگ اون پہنتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تو یہ لباس پہنا تھا۔ حالانکہ مجھے اس شخص نے روایت کی ہے جسے میں کذب سے متہم نہیں کرتا کہ نبی کریم ﷺ نے کتان، اون اور سوت کا یعنی ہر طرح کا لباس پہنا تو اس طرح ہمارے نبی کریم ﷺ کی سنت زیادہ قابل اطاعت اور لائق اتباع ہے۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ تھی کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں

کہ سیاہ لباس مستقل طور پر استعمال کرنا دوسرے ملبوسات سے افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یہی لباس پہنتے ہیں اور دوسرے لباسوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس طرح وہ صرف ایک ہی لباس اختیار کر لیتے ہیں اور عجیب رسومات اور مخصوص وضع قطع اختراع کر لیتے ہیں۔ جس کا ترک کرنا موجب عصیان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایک ہی لباس کو لازم کر لینا اور اسی کو درست سمجھنا یہی گناہ ہے۔

سب سے بہتر طریقہ نبی کریم ﷺ کا ہے جو مسنون ہے۔ جس کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا، ترغیب دی اور خود اس پر مسلسل عامل رہے۔

آپ ﷺ کا لباس استعمال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ لباس سوتی ہو۔ اون اور کتان کا ہو تو کوئی سا اور جو میسر آئے پہن لیا جائے۔ آپ ﷺ نے یمنی چادریں، موزے اور جوتے ہر چیز استعمال فرمائی۔ آپ ﷺ نے عمامہ کا پلو یعنی شملہ کبھی پیچھے کی طرف لٹکایا اور کبھی نہیں لٹکایا بلکہ عمامے کو گردن کے گرد لپیٹ لیا کرتے یعنی تحیک کرتے۔ جب نیا کپڑا پہنتے تو پہلے اس کا نام لیتے اور پھر دعا پڑھا کرتے۔ ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ كان رسول الله ﷺ اذا استجد ثوبا سماه باسمه عمامةً او قميصًا او رداءً ثم يقول- اللهم لك الحمد كما كسوتنيه- اسئلك خيره و خير ماصُنِعَ له واعوذ بك من شره و شر ما صنع له۔ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا زیب تن کرتے تو اظہار مسرت کے لئے اس کا نام لیتے مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہ قمیض مرحمت فرمایا ایسے ہی عمامہ اور چادر وغیرہ، پھر یہ دعا پڑھتے۔

دعا کا ترجمہ:۔ یا اللہ! تیرے لئے ہی حمد ہے اور کپڑے پہنانے پر تیرا ہی شکر ہے۔ یا اللہ! تجھ ہی سے اس کپڑے کی خیر چاہتا ہوں اور ان مقاصد کی خیر چاہتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنا ہے۔ یا اللہ! تجھ ہی سے اس کپڑے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور ان مقاصد کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے۔

جس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے سے مراد یہ ہے کہ گرمی و سردی اور زینت اور ستر پوشی

وغیرہ کی غرض کیلئے پہنا گیا۔ اس کی خیر یہ ہے کہ اللہ کی رضا میں استعمال ہو، عبادت پر معین ہو۔ اور اس کی بُرائی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال ہو عجب و تکبر پیدا کرے۔ (جمع الوسائل) جب نبی کریم ﷺ لباس زیب تن فرماتے یا قمیص پہنتے تو دائیں طرف سے شروع فرماتے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قال رسول اللہ ﷺ اذا لبستم او توضاتم فَابدَؤا بمیامنکم۔ (ابوداود) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم لباس پہنو یا وضو کرو تو اپنی دائیں جانب سے شروع کرو۔

ترمذی میں ہے کہ کان رسول اللہ ﷺ اذا لبس قمیصاً بدأ بمیامنہ۔ رسول اللہ ﷺ جب قمیص زیب تن کرتے تو دائیں جانب سے شروع کرتے۔

نبی کریم ﷺ نے سیاہ بالوں کا کمبل بھی اوڑھا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لے گئے اس وقت آپ کے بدن مبارک پر سیاہ بالوں کا کمبل تھا۔ (مسلم)

قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کو کونسا لباس زیادہ پسند تھا۔ جواب دیا کہ حِبَرَة۔ اور حِبَرَة یمنی چادروں میں سے ایک قسم کی چادر ہے۔ اس لئے کہ اس چادر کا زیادہ تر سوت یمن کا ہوتا ہے۔ یہ علاقہ حجاز مقدس سے قریب تھا۔ بعض دفعہ شام اور مصر کا بنا ہوا لباس بھی پہن لیتے۔ مثلاً قباطی چادر جو کتان سے بنائی جاتی ہے۔ قبطی النسل لوگ اس کپڑے کا سوت کاتتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے لئے اونی چادر بنائی تو آپ ﷺ نے اوڑھ لی۔ جب آپ ﷺ کو پسینہ آیا تو آپ ﷺ نے اس سے اون کی بو محسوس کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فوراً اتار دیا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کو خوش بو پسند تھی۔ (نسائی)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا تو آپ ﷺ نے دو سبز چادریں زیب تن کی ہوئی تھیں"۔

سبز چادر میں حلۂ حمرا، یعنی سرخ جوڑے کی طرح سبز دھاریاں تھیں جو شخص حلتہ الحمراء سے مراد گہرہ سرخ جوڑا سمجھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ یہاں بھی گہرہ سبز رنگ کہے حالانکہ محدثین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ (ابن قیم)

رسول اللہ ﷺ کا تکیہ مبارک چمڑے کا تھا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ اس طرح کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال کر رکھا ہے اسے حرام کرنے اور اس کے استعمال سے روکنے کو زہد، پرہیزگاری اور تقویٰ کی ضمانت قرار دیتے ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں کہ صرف اچھے اچھے لباسوں اور بہترین کھانوں ہی میں منہمک اور موٹا کپڑا اور گھٹیا کھانا، تکبر اور رعونت کے باعث استعمال نہیں کرتے۔ یہ دونوں گروہ سنت رسول کریم ﷺ کے مخالف ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلاف کی عادت تھی کہ وہ بہترین لباس و طعام یا بالکل ہی گھٹیا زندگی اختیار کر کے کسی طور پر بھی متعین صورت میں شہرت حاصل نہ کرنا چاہتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس نے شہرت کی خاطر لباس فاخرہ پہنا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔ پھر دوزخ میں اسی کے شعلوں میں جلے گا۔ کیونکہ اس نے تکبر اور غرور کیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل کیا جس طرح کہ اس شخص کو سزا دے گا جو از راہ غرور و تکبر، تہ بند، چادر اور عمامہ کو لٹکاتا ہوا چلتا ہے وہ زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ وہ قیامت تک دھنستا ہی جائے گا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو تکبر سے ازار گھسیٹے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ (بخاری، مسلم)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسبال یعنی تکبر سے کپڑا لمبا کرنا یا لٹکانا، تہ بند، قمیص اور عمامہ میں ہوتا ہے۔ جس نے بھی ان سب میں اسبال یعنی تکبر کی جہت سے گھسیٹا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو کچھ تہ بند کے متعلق فرمایا وہی

قمیص کے متعلق بھی فرمایا۔

یہ یادرہے کہ معمولی لباس کسی وقت وہ قابل مذمت ہوجاتا ہے۔اور کسی وقت قابل تعریف۔مثلاً کہ دکھاوے اور تکبر کے لئے بڑھیا لباس مذموم ہوتا ہے لیکن اگر اس سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار مقصود ہو تو قابل ستائش اور محمود ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں چاہتا ہوں کہ میرے کپڑے اچھے ہوں اور میرا جوتا اچھا ہو تو کیا یہ بھی تکبر میں شامل ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔نہیں۔اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو ہی پسند فرماتا ہے۔تکبر سے مراد حق سے سرکشی اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا ہے۔(زادالمعاد)

لباس کے آداب

عمامہ

عمامہ:۔قال القسطلانی والمراد بالعِمامة فی جمیع کل مایعقد علی الراس سواءً کان تحت المغفر او فوقه وما یُشد علی قلنسوة او غیرها و مایُشد علی الراس فی المرض کماهو مفهوم من الاحادیث۔

(مناوی شرح شمائل)

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں عمامہ سے مراد وہ سب کپڑے ہیں جو سر پر لپیٹے جائیں خواہ وہ مغفر یعنی خود کے نیچے ہوں یا اوپر۔اور جو ٹوپی وغیرہ پر باندھا جائے یا حالت مرض میں سر پر۔اسی طرح احادیث سے مفہوم ہے۔

ابوعبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیف کان رسول اللہ ﷺ یعتم قال کان یدیر کور العمامة علی راسه و یغرزها من ورائه۔ و یُرخی له ذوابة بین کتفیه۔ رسول اللہ ﷺ عمامہ مبارک کس طرح باندھتے تھے۔فرمایا۔آپ عمامے کے بل سر مبارک پر گھماتے تھے اور اس کا آخری سرا عمامہ میں پچھلی طرف گاڑھ دیتے تھے اور اپنے کندھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے تھے۔

(عمدۃ القاری)

عمامہ باندھنا زینت حاصل کرنے اور نماز کے لئے سنت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اعتموا تزدادوا حلمًا۔عمامہ باندھو کہ اس سے تمہارے حلم اور بردباری میں اضافہ ہوگا۔علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں العمائم تیجان العرب۔کہ عمامے اہل عرب کے تاج ہیں۔

علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں کہ عمامہ باندھنے میں جو مسنون طریقے ہیں ان کا التزام کیا جائے۔ وہ ہیں کہ عمامہ کو دائیں ہاتھ میں پکڑ کر باندھا جائے۔ تسمیہ پڑھ کر شروع کیا جائے اگر عمامہ نیا ہے تو مسنون دعا پڑھی جائے۔ شملہ مسنون طریقہ پر رکھا جائے۔ اور تحنیک کی جائے۔ نبی کریم ﷺ عمامہ کے شملہ کو ٹھوڑی کے نیچے لاکر باندھتے تھے اس حالت کو تحنیک کہتے ہیں۔ یہ حالت گردن اور کانوں کو گرمی اور سردی سے بچاتی ہے اور تحنیک کا عمل گھوڑے اور اونٹ کی سواری اور حالت جنگ میں مسنون ہے۔ اس سے عمامہ سر پر مضبوط رہتا ہے۔
(عبدالحق الاشبیلی)

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عمامہ تھا جس کا نام سحاب تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی عمامہ مبارک کو اپنے سر پر باندھا ہے۔

عمامہ مبارک کا شملہ

مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمامہ کے شملہ چھوڑنے میں رسول اللہ ﷺ سے تین طریقے مسنون ہیں۔ کتب میں ہے کہ طرۃ العمامۃ تکون قدر شبر او الی وسط الظہر او الی موضع الجلوس فھذا الطریق مسنون لاغیر۔ واختار اھل الصوفیۃ مقدار شبر لأن فیہ فضیلتین۔ احدھما مسنون والثانی یسترسل الملائکۃ مقدار شبر۔ یعنی عمامہ کا شملہ ایک بالشت کی مقدار ہو یا وسط پشت تک۔ یا بیٹھنے کی جگہ تک۔ یہ تینوں طریق مسنون ہیں۔ ان کے ماسواء سنت نہیں۔ اور مشائخ صوفیہ کا مختار عمل شملہ ایک بالشت ہے۔ اس لئے کہ اس میں دو فضیلتیں ہیں۔ ایک تو یہ سنت ہے اور دوسرا یہ کہ فرشتے شملہ دستار ایک بالشت چھوڑتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ لقد عمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ بعمامۃ فسدل لھا من بین یدی و من خلفی (ابوداؤد)۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے عمامہ بندھایا تو اس کا شملہ میرے سینے پر اور اس کا طرہ میری پشت پر چھوڑا۔
(شرح السنۃ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کان النبی ﷺ اذا اعتم سدل عمامۃ بین کتفیہ۔
نبی کریم ﷺ جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملہ کو اپنے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑتے تھے۔ نافع راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ایسے ہی شملہ چھوڑتے دیکھا ہے۔ عبیداللہ نافع کے شاگرد فرماتے ہیں کہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد اور عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم بن عبداللہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔ (شمائل ترمذی)

محمد بن قیس فرماتے ہیں رایت ابن عمر معتما قد ارسلھا بین یدیہ و من خلفہ فلا ادری ایھا اطول۔ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے عمامہ باندھا ہوا تھا اور اس کا ایک شملہ اپنے آگے اور طرہ اپنے پیچھے چھوڑا ہوا تھا۔ مجھے پتہ نہیں کہ ان میں کونسا لمبا تھا۔ (شرح السنۃ)

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رائت النبی ﷺ علی المنبر و علیہ عمامۃ سوداء قدارخی طرفھا بین کتفیہ۔ (ابوداؤد) میں نے نبی کریم ﷺ کو منبر پر جلوہ گر دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ زیب سر کیا ہوا تھا۔ جس کا شملہ کتفین یعنی کندھوں کے مابین لٹکایا ہوا تھا۔

نبی کریم ﷺ عمامہ مبارک کا شملہ اکثر چھوڑتے تھے۔ گاہے بغیر شملہ چھوڑے بھی عمامہ باندھ لیتے تھے۔ شملہ چھوڑنے میں بھی مختلف معمول رہا ہے اور کبھی آگے، دائیں جانب، کبھی پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے تھے۔ کبھی عمامہ کے دونوں سرے شملہ کے طریقہ پر چھوڑتے تھے۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ اگرچہ سب صورتیں ثابت ہیں لیکن ان میں افضل اور زیادہ صحیح دونوں کندھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ہے۔ (شرح شمائل)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ شملہ چھوڑنے کے متعلق ایک عجیب نکتہ بیان کرتے

ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا کہ آپ ﷺ نے رب العزت کی زیارت کی۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اے محمد ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بات کے متعلق جھگڑ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ مجھے علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا۔ تو جو کچھ زمین وآسمان میں تھا سب کا علم مجھے حاصل ہوگیا۔

اس لئے نبی کریم ﷺ نے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے تھے۔

یہ روایت ترمذی میں بھی ہے۔ امام بخاری سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ روایت صحیح ہے۔ مزید پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دونوں کندھوں کے مابین شملہ چھوڑتے تھے کیا یہ بھی صحیح ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ صرف جاہل کی زبانیں اور دل اس کا انکار کرسکتے ہیں اور میں تو آپ ﷺ کے سواء اور کسی کے متعلق شملہ چھوڑنے کی بات ثابت کرنا ہی فضول سمجھتا ہوں۔ (زادالمعاد ابن قیم)

عمامہ مبارک کی مقدار

نبی کریم ﷺ کے عمامہ مبارک کی مقدار مشہور احادیث میں مذکور نہیں ہے۔ طبرانی میں سات ذراع کی روایت ہے مگر ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بے اصل قرار دیا ہے۔

قلنسوۃ مبارک یعنی ٹوپی

مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ قلنسوۃ رسول اللہ ﷺ قلنسوۃ بیضاء۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کی ٹوپی مبارک سفید تھی۔ فرمایا کہ ٹوپی پہننا سنت ہے اس کے بعد فرمایا۔ کان لرسول اللہ ﷺ ثلاث، قلنسوۃ۔ احدھا بیضاء والثانیۃ بردۃ حِبراء سوداء والثالثۃ قلنسوۃ الاذنین۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کی تین ٹوپیاں تھیں۔ ایک سفید، دوسری سیاہ بُردیمنی کی بنی ہوئی اور تیسری گوشدار۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تین ٹوپیاں تھیں ایک سفید رنگ کی مصری دوسری یمنی چادروں کے کپڑوں سے بنی ہوئی اور تیسری گوشدار یعنی کانوں والی ٹوپی جس کو آپ سفر میں زیب سر فرماتے تھے۔ (الوفا)

عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا اور دیکھا کہ آپ کی تین ٹوپیاں ہیں، مصری، شائی اور کانوں والی ٹوپی۔ (الوفا)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم ﷺ سفید ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ (الوفا)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف پایا۔ اس وقت آپ ﷺ نے سفید رنگ کی شامی ٹوپی زیب سر کی ہوئی تھی۔ (الوفا)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر کے دوران وہ ٹوپی مبارک زیب سر کرتے تھے جس کے کنارے لمبے تھے یعنی گوشدار اور گھر میں ہوتے تو وہ ٹوپی مبارک زیب سر کرتے جو اوپر چڑھی ہوتی یعنی شامی۔ (الوفا)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ان رسول اللہ ﷺ کان یلبس القلانس تحت العمائم ویلبس العمائم بغیر القلانس۔ رسول اللہ ﷺ ٹوپی عمامہ کے نیچے پہنتے تھے اور کبھی عمامہ مبارک ٹوپی کے بغیر پہنتے۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ ٹوپی اور عمامہ دونوں پہنے جائیں۔ ٹوپی تنہا پہننا مشرکین کا لباس ہے۔ رکانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے۔ فرق مابیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس۔ ہمارے اور مشرکین کے مابین فرق ٹوپیوں پر عمامہ باندھنے کا ہے۔ مشرکین ٹوپیوں پر عمامہ نہیں باندھتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی ٹوپی مبارک سر مبارک سے چپٹی ہوئی تھی اونچی ٹوپی کبھی استعمال نہیں فرمائی۔ ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ٹوپیاں

چپٹی سر سے لگی ہوتی تھیں۔ اونچی نہیں ہوتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام رکھتے تھے۔ (عمدۃ القاری)

ٹوپی اور عمامہ دونوں پہننا سنت ہے اور الگ پہننا بھی سنت۔

قناع

قناع وہ ایک خرقہ یعنی کپڑے کا ٹکڑا ہے جسے رسول اللہ ﷺ سر مبارک پر عمامہ سے نیچے رکھ لیتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کان رسول اللہ ﷺ یکثر دھن راسہ و تصریح لحیتہ و یکثر القناع حتی کان ثوبہ ثوب زیات۔ (شمائل)

کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک پر اکثر تیل کا استعمال فرماتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے اور اپنے سر مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے جو تیل کے زیادہ استعمال سے ایسا ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا ہو۔

یہ قناع اس لئے استعمال فرماتے تا کہ تیل کی وجہ سے عمامہ، ٹوپی اور اوپر والے کپڑے خراب نہ ہوں۔ کپڑے کا میلا ہونا رسول اللہ ﷺ کی نظافت کے خلاف ہے۔ تیل کے لگنے سے قناع کا چکنا ہونا لازمی امر ہے۔ لیکن اس کے باوجود نبی کریم ﷺ کی طبعی نظافت کا مقتضی یہ ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ کپڑا مبارک میلا نہ ہوتا تھا۔ اور نہ آپ ﷺ کے کپڑوں میں جوئیں پڑتی تھیں نہ کھٹمل خون کو چوس سکتا تھا۔ (ملا علی قاری)

علامہ روف مناوی نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ مکھی بھی آپ کے کپڑے پر کبھی نہیں بیٹھی۔ (شرح شمائل)

قاموس میں لکھا ہے کہ قناع کا لفظ عام ہے کہ وہ کپڑا تیل سے بچنے کیلئے عمامہ کے نیچے رکھا جائے یا اس کے علاوہ گرمی وسردی سے بچنے کیلئے عمامے کے اوپر یا نیچے رکھا جائے۔ البتہ عمامے کے اوپر رکھنے کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ہم دوپہر کے وقت اپنے گھر میں بیٹھے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کسی

قائل نے کہا۔ ھذا رسول اللہ ﷺ مقبلاً متقنعاً فی ساعۃ لم یکن یاتینا فیھا۔ یہ آنے والے سر چھپائے ہوئے رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہ وہ وقت تھا کہ آپ ﷺ ایسے وقت میں ہمارے ہاں تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ آئے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ اجازت دی گئی۔ پھر آپ اندر تشریف لائے۔ (بخاری) اُس وقت قناع عمامے کے اوپر تھا اور قناع چادر سے کیا ہوا تھا۔

توضیح میں لکھا ہوا ہے کہ تقنع یعنی گھنڈ نکالنا مرد کے لئے ضرورت کے وقت مباح ہے۔

ابن وھب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کپڑے سے تقنع کرنا کیسا ہے۔ فرمایا جو شخص گرمی وسردی سے بچاؤ یا کسی اور عذر کے تحت تقنع کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کے علاوہ روا نہیں ہے۔

ابہری فرماتے ہیں کہ دفع مضرۃ کے لئے تقنیع مباح ہے اس کے علاوہ مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ اہل ریب کا عمل ہے اور وہ عمل جس میں ریب کا مظنہ ہو وہ مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری)

مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تقنیع اخیار لوگوں کا لباس نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابونضر بن شمیل کو دیکھا کہ وہ سردیوں میں سردی سے بچنے کے لئے تقنیع کئے ہوئے تھے۔ مزید فرمایا کہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما نے اپنے کسی بیٹے کو سر چھپائے ہوئے (گھنڈ نکالے) دیکھا تو اسے فرمایا کہ اپنے سر سے کپڑا ہٹاؤ۔ فان القناع زینۃ باللیل ومذلۃ بالنھار۔ قناع رات کے وقت زینت ہے اور دن کے وقت ذلت ورسوائی۔ (شرح السنہ)

طیلسان کا استعمال

طیلساں کا واحد طیلس ہے اس سے مراد سبز چادر ہے جس کو عام طور پر علماء ومشائخ استعمال کرتے ہیں۔ (المنجد)

تطلیس سر کو چادر سے ڈھانپنے سے عبارت ہے۔ اور اس کو دونوں کندھوں پر ڈال لیتے ہیں۔

ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے طیلسان کے استعمال کو مکروہ قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں

کہ اس کا استعمال رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ مسلم میں مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا۔ تو فرمایا کہ اس کے ساتھ ستر ہزار اصفہان کے یہود ہونگے اور وہ طیالسہ پہنے ہونگے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت کو دیکھا جن پر طیالسہ تھے دیکھ کر فرمایا کہ وہ خیبر کے یہود کے کس قدر مشابہ ہیں۔

ابوداؤد اور مستدرک حاکم میں ہے۔ من تشبه بقوم فهو منهم۔ جس شخص نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی تو وہ شخص اسی کا شمار ہوگا۔

ترمذی میں ہے لیس منامن تشبه بغیرنا۔ وہ ہماری جماعت میں نہیں جو ہمارے اغیار سے مشابہت اختیار کرے گا اور وہ حدیث جو واقعہ ہجرت میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت سر مبارک کو ڈھانپ کر صدیق اکبر کے گھر آئے۔ اپنے کو اعداء سے چھپانے کی جہت سے ایسا کیا تھا۔ تاکہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے۔ درحقیقت سر کو ڈھانپنا آپ کی عادت مبارک نہ تھی۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن قیم کا موقف محض خطاء ہے۔ موصوف نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے تقنع ثابت نہیں ہے واقعہ ہجرت میں تقنع ضرورت کی جہت سے تھا یہ آپ کی عادت مبارک نہ تھی۔ ان کا یہ قول سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث سے رد ہو جاتا ہے کہ اَنّ رسول اللہ ﷺ کان یکثر القناع۔ رسول اللہ ﷺ قناع کثرت سے کرتے تھے۔ اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بلفظ کان یکثر القناع۔ آپ قناع کثرت سے کرتے تھے۔

ابن قیم کی دوسری بات کہ طیالسہ کا پہننا صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے۔ یہ قول قرۃ بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث مستدرک حاکم میں مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا تو فرمایا کہ وہ قریب ہے۔ اسی اثناء میں ایک جوان چادر میں سر ڈھانپے ہوئے گذرا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص اس فتنے کے روز ہدایت پر ہوگا۔ میں

کھڑا ہوا کہ دیکھوں وہ کون ہے تو وہ عثمان بن عفان تھے۔ ابوالعلاء فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ سر چھپائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ سلمان بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ طیالسہ پہنے ہوئے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ طیلسان اندقی پہنے ہوئے تھے۔

ابن قیم نے یہود کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ ابن قیم کا استدلال تب صحیح ہے کہ طیالسہ پہننا یہود کا شعار ہو۔ جبکہ موجود عہد میں ان کا شعار باقی نہیں رہا۔ اب طیالسہ کا استعمال عموم مباح میں داخل ہو گیا ہے۔ یعنی طیالسہ کا پہننا یہود کا شعار نہ ہونے کی صورت میں یہ عموم مباح میں داخل ہے۔ شیخ عزالدین بن سلام نے کہا ہے کہ ایک طریقہ جو گمراہ قوم کا شعار بن جائے تو اس کا ترک کرنا اہل ضلال سے فرق کرنے کے لئے ضروری ہے۔

ابن قیم کا یہ قول کہ انس رضی اللہ عنہ نے طیالسہ کے استعمال کا انکار کیا ہے۔ یہ اس لئے قابل تسلیم نہیں کہ انہوں نے رنگ کے لحاظ سے ان طیالسہ کو رد کیا ہے کہ وہ زرد رنگ کی تھیں جو یہود خیبر کے طیالسہ کے زرد رنگ کے مشابہ تھیں۔ (مواہب)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کبار مشائخ اور صلحاء امت اکثر طیالسہ پہنتے تھے بہجۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ کان الشیخ عبدالقادر یتطلس۔ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ طیالسہ پہنتے تھے۔ غالباً ابن قیم نے اس لئے انکار کیا ہے کہ یہ فعل شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے کیونکہ وہ اور ان کے متبعین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے منکر ہیں۔ (مدارج)

اس مبحث کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ قناع اور طیالسہ کے مابین فرق کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ جبکہ ان کے مابین فرق واضح ہے۔ تقنع کے معنی جو محدثین نے لکھے ہیں وہ اس طرح ہیں۔ التقنع وهو تغطية الراس واكثر الوجه برداء او غيره۔ (عمدۃ القاری)

تقنع سے مراد ہے سر اور چہرہ کا اکثر حصہ چادر وغیرہ سے ڈھانپنا۔ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں۔ القناع خرقة تلقی علی الراس تحت العمامة بعد استعمال الذھن وقایةً للعمامته من اثر الذھن وانسا خھا به شبھت بقناع المراة۔

(جمع الوسائل)

قناع کپڑے کا ٹکڑا ہے جو عمامہ کے تحت سر پر تیل کے استعمال کے بعد رکھا جاتا ہے تاکہ عمامہ تیل کے اثر سے خراب اور میلا نہ ہو یہ عورت کے قناع سے مشابہ ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سر پر تیل لگاتے تو اس خرقے کو سر پر رکھتے تاکہ ٹوپی یا عمامہ خراب نہ ہو۔ (جمع الوسائل)

یہ قول کہ بہجۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ کان الشیخ عبدالقادر یتطلس۔ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ طیالسہ پہنتے تھے۔ یہ قول درجہ صحت کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اس لئے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ امت مسلمہ میں ایک صالح انسان تھے آپ نے اپنی حیات میں سنت نبوی کی اتباع سے سرمو انحراف نہیں کیا۔ ان کی حیات طیبہ اسوہ حسنہ کی پیکر تھی۔ جبکہ علماء سلف اور محدثین نے تقنع کو بحیثیت ضرورت مباح کیا ہے۔ اس کے برعکس تطلس یعنی طیالسہ پہننا کسی نے مباح قرار نہیں دیا۔ تطلس کو تقنع قرار دینے کا جواز نہیں بنتا۔ ہوسکتا ہے آپ نے گرمی وسردی اور کسی اہم عذر کی جہت سے تقنع کر لیا ہو۔ اور صاحب بہجۃ الاسرار نے اسے تطلس کہہ دیا ہو جبکہ ہمارے اسلاف مباحات سے بھی اجتناب کرتے ہیں۔ سبز چادر یا زرد چادر نہیں تو سفید چادر سے تطلس یعنی گھنڈ نکالتے ہیں۔ اس طرح فعل تطلس کا ارتکاب کرتے ہیں چادر کا رنگ بدل دینے سے ایک غیر مسنون فعل کا جواز پیدا کرنا اچھا نہیں ہے۔ اگر اسے تقنع کا عمل قرار دیا جائے جو کہ بجہت عذر و حاجت مباح ہے۔ تو اس فعل تقنع کے مرتکب حضرات کو کونسا شرعی عذر اور لوگوں سے روپوشی کی ضرورت پیش آئی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ تطلس یعنی چادر سے گھنڈ نکالنے کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ ایک عالم اور صالح شخص عام لوگوں سے ممتاز ہوجائے۔ یا یہ کہ اس متطلس کی نگاہ غلط جگہ پر نہ پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں کو صالح بنائے آمین اور

سنت سید عالم ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے کہ یہی مسلمان کے ممتاز ہونے اور اپنا تشخص قائم رکھنے کا کامیاب ذریعہ ہے۔

قمیص مبارک

قمیص سے مراد وہ کپڑا ہے جس کے ساتھ دو آستین سلے ہوتے ہیں اور اس کا چاک گریبان ہوتا ہے اور اس عہد میں سلوکا بھی قمیص کی جنس سے ہے۔ اور قمیص معروف ہے اور اس کا استعمال زمانہ قدیم سے رائج ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔ میری یہ قمیص لے جاؤ اسے میرے والد کریم کے چہرے پر لگاؤ۔ وہ بینا ہوجائیں گے۔

ابن بطال فرماتے ہیں: ان لبس القمیص من الامر القدیم۔ قمیص کا استعمال زمانہ قدیم سے معروف ہے۔ البتہ عرب میں ازار یعنی تہ بند اور رداء یعنی اوڑھنے کی چادر شائع تھے۔ (عمدۃ القاری)

قمیص کپاس کے سوت سے بنایا جاتا تھا اون سے نہیں کیونکہ اونی قمیص جسم کو اذیت دیتا ہے۔ پسینہ لاتا ہے اور اس کی بو جلیس کو تکلیف دیتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے قمیص پہنا ہے۔ قمیص آپ کو بہت پسند تھا۔ اور اس کے آستین کلائی تک تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قمیص زیب تن فرماتے تو دائیں طرف سے شروع فرماتے۔ (زادالمعاد)

الدمیاطی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ کان قمیص رسول اللہ ﷺ قطنیا قصیر الطون والکمین۔ رسول اللہ ﷺ کا قمیص مبارک سوتی تھا اس کی لمبائی کم تھی اور آستین چھوٹے تھے۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کان احب الثیاب الی رسول اللہ ﷺ القمیص۔ (شمائل ترمذی)

رسول اللہ ﷺ سب کپڑوں میں قمیص کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ علماء نے پسندیدگی کی

وجوہ مختلف بتائی ہیں۔ وہ بدن کے لئے تہ بند اور چادر سے زیادہ ساتر ہے۔ اس کے استعمال میں مشقت کم ہے اور بدن پر خفیف ہے اور اس کا پہننے والا متواضع ہوتا ہے۔ جمع الوسائل قمیص کے پہننے سے زینت وتجمل حاصل ہوتا ہے۔

عبدالرؤف مناوی نے لکھا ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا قمیص مبارک زیادہ لمبا نہ ہوتا تھا نہ اس کی آستین لمبی ہوتی تھی۔ ان کی دوسری روایت میں ہے کہ قمیص مبارک ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔

اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کان کم قمیص رسول اللہ ﷺ الی الرسغ۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ کے قمیص مبارک کے آستین کلائی تک تھے۔ علامہ جزری فرماتے ہیں کہ قمیص کے آستین کلائی تک ہوں اور قمیص کے علاوہ چوغے وغیرہ میں کلائی سے زائد ہوں لیکن ہاتھ کی انگلیوں سے تجاوز نہ کریں۔

آستین کے اقتصار میں حکمت یہ ہے کہ جب آستین کلائی سے متجاوز ہوں گی تو پہننے والے کے لئے تکلیف دہ ہاتھ کی حرکت اور گرفت میں رکاوٹ ڈالیں گے۔ اگر کلائی سے چھوٹے ہونگے تو ہاتھ سردی وگرمی سے نہیں بچیں گے۔ لباس میں سُنت طیبہ کی اتباع سے دنیاوآخرت کے بے شمار مصالح نصیب ہوتے ہیں۔

قمیص کا چاک گریبان

عربی زبان میں چاک گریبان کے لئے لفظ الجیب بولا جاتا ہے۔ الجیب مایقطع من الثوب لیخرج الرأس و الید۔ جیب کا معنی ہے کہ کپڑے کا اس طرح چاک کیا جائے کہ اس سے سر اور ہاتھ نکل سکیں۔ جیب کی حقیقت یہ ہے کہ القطع والخرق۔ یعنی کاٹنا اور پھاڑنا۔ نیز جیب کا اطلاق اس تھیلی پر بھی ہوتا ہے جو قمیص وغیرہ پر سی کر لگائی جاتی ہے جس میں چیزیں ڈالی جاتی ہیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کے قمیص کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ البتہ احادیث میں وارد لفظ جیب سے مراد قمیص میں چاک گریبان یعنی وہ

گول سوراخ جو گردن کو محیط ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کے قمیص کا چاک گریبان سینہ پر تھا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب جیب القمیص من عندالصدر وغیرہ قائم کیا ہے اس کے بارے میں محدث ابن بطال فرماتے ہیں کہ کان الجیب فی ثیاب السلف عند الصدر۔ یعنی اسلاف کے قمیص میں چاک گریبان سینہ پر ہوتا۔ شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ دیار عرب کے علماء اور محدثین میں متعارف ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قمیص مبارک کا جیب یعنی چاک گریبان سینہ مبارک پر تھا یہی سنت ہے۔ (مدارج)

چاک گریبان کی گھنڈی یعنی بٹن

شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ از انس آمدہ کہ گفت بود پیراہن رسول خدا از پنبہ، کوتاہ داماں وآستین وبود قمیص اوراتکمہا۔ یعنی انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا قمیص مبارک سوتی تھا اس کا دامن اور آستین کوتاہ تھے اور قمیص مبارک کے چاک گریبان کو گھنڈیاں یعنی کپڑے کے بنے ہوئے بٹن لگے تھے۔

حضرت معاویہ بن قرۃ اپنے والد قرۃ بن ایاس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا اتیت النبی ﷺ فی رھط من مزینة فبایعوہ وانه لمطلق الازرار فادخلت یدی فی جیب قمیصه۔ مسست الخاتم۔ قال عروة فمارائتُ معاویة ولا ابنه قط فی شتاء ولاحرہ الامطلقی ازرارھما۔ (ترمذی، ابوداؤد احمد)۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیعت کیلئے حاضر ہوا۔ تو نبی کریم ﷺ کے قمیص کی گھنڈیاں یعنی کپڑے کے بٹن کھلے تھے۔ میں نے آپ کے چاک گریبان میں ہاتھ ڈال کر برکت حاصل کرنے کیلئے مہر نبوت کو مس کیا۔

عروہ بن قشیر راوی حدیث فرماتے ہیں کہ میں نے معاوہ بن قرہ اور ان کے بیٹے کو کبھی بھی گریبان کی گھنڈی لگائے نہیں دیکھا گرمی ہو سردی ہمیشہ ان کی قمیص کی گھنڈیاں کھلی رہتی تھیں۔ ان حضرات کی اسی محبت کی بدولت آج نبی کریم ﷺ کی ہرادا امت کے پاس محفوظ ہے۔ (شرح السنۃ)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ کے قمیص مبارک میں چاک گریبان تھا اور لمبا تھا۔ اور اس کو گھنڈیاں لگی تھیں۔ بعض لوگوں کا خیال کہ گھنڈیاں یعنی بٹن نہیں تھے۔ انہیں سنت طیبہ کا علم نہیں ہے۔ (مدارج)

قمیص اور تہ بند وغیرہ کے دامن اور ان کا اسبال

رسول اللہ ﷺ کے قمیص اور تہ بند کے دامن ساقین یعنی پنڈلیوں کے نصف تک ہوتے تھے۔ ٹخنوں سے تجاوز نہ کرتے تھے۔ اگر ٹخنوں سے متجاوز ہوں تو وہ چلنے میں دقت پیدا کرتے۔ اور پہننے والے کو مقید کر دیتے ہیں اور قمیص اور تہ بند کے دامن ساقین سے کوتاہ نہ ہوتے کہ وہ سردی اور گرمی کو نہیں روکتے۔ (زادالمعاد)

حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میری ساق یعنی پنڈلی یا اپنی ساق مبارک کو پکڑا۔ تو فرمایا ھذا موضع الازار۔ یہ تہ بند کی جگہ ہے۔ اگر تو اس سے بڑھے تو اس سے نیچے اگر تو اس سے بڑھے تو اس سے نیچے تہ بند کو ٹخنوں پر کوئی حق نہیں ہے۔ (ترمذی)

علامہ عبدالرؤف مناوی نے لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا قمیص مبارک ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔

اشعث بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے چچا سے روایت کرتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میں مدینہ طیبہ میں جا رہا تھا۔ میرے پیچھے ایک صاحب نے کہا۔ ارفع ازارك۔ اپنا تہ بند اونچا کرو۔ اس طرح وہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ میں نے فوراً مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ ہی تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو ایک چادر ہے تو آپ نے فرمایا۔ کیا تیرے لئے مجھ میں نمونۂ اتباع نہیں ہے۔ جونہی میں نے آپ کے تہ بند کو دیکھا تو وہ نصف ساق تک تھا۔ (طبرانی)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ میرا تہبند زمین کو چھو رہا تھا۔ فرمایا اے ابن عمر! کل شیء لمس الارض من الثیاب ففی

النار۔ کپڑے کا ہر وہ حصہ جو زمین کو چھوئے وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔ (طبرانی)

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ماسفل من الکعبین من الازار فی النار۔ بخاری۔ تہ بند کا ٹخنوں سے نچلا حصہ آگ میں ڈالا جائے گا۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں ثوب سے لابس کنایہ ہے یعنی قدم کا وہ حصہ ٹخنوں سے نیچے ہے وہ اسبال ازار کی عقوبت میں دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

عبدالرحمٰن بن یعقوب نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ازار یعنی تہ بند پہننے کا طریقہ پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ازار المومن الی انصاف ساقیہ۔ لاجناح علیہ فیما بینہ و بین الکعبین۔ مااسفل من ذلك ففی النار۔ مااسفل من ذلك ففی النار لاینظر اللہ یوم القیامۃ الی من جر ازارہ بطراً۔ (موطا)

مومن کے تہ بند کا استعمال اس کی نصف پنڈلیوں تک ہے۔ البتہ ٹخنوں تک رکھے تو کچھ قباحت نہیں ہے۔ اس سے نیچے جہنم میں جانے کا سودا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نظر رحمت نہ کرے گا جو غرور کی راہ سے اپنی ازار یعنی تہ بند لٹکائے گا۔ (موطا)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ماقال رسول اللہ ﷺ فی الازار فھو فی القمیص۔ (ابوداؤد) رسول اللہ ﷺ نے جو ازار یعنی تہ بند کے بارے میں فرمایا ہے وہی قمیص کے لئے ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ الاسبال فی الازار والقمیص والعمامۃ۔ من جر منھا شیئاً خیلاء ۔ لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ۔ ابوداؤد۔ (نسائی)۔ اسبال یعنی دامن گھسیٹنا، تہ بند، قمیص اور عمامہ میں ہے۔ جس نے ان میں سے کسی چیز کے دامن کو تکبر اور غرور کی راہ سے گھسیٹا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم ازار کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس میں قمیص اور عمامہ بھی شامل ہیں یعنی قمیص ازار اور عمامہ کا

اسبال جہنم میں ڈالا جائے گا۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بڑی بڑی آستینیں اور بڑے بڑے عمامے وغیرہ پہننا اور اس سے اپنی عظمت وجلالت کا اظہار کرنا سنت طیبہ کے خلاف ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو کپڑا حاجت سے زائد صرف میں لایا جائے گا وہ اسبال میں داخل ہے۔

بعض گروہ کسی مخصوص لباس یا لباس کے کسی جزو کو اپنا گروہی شعار یا اپنا گروہی تشخص بنا لیتے ہیں۔ جن سے وہ پہچانے جائیں۔ اگر بر سبیل خیلاء ہے۔ تو اس کی تحریم میں کوئی شک نہیں۔ اگر اس سے نئی سنت قائم کرنا ہے۔ تو خلاف سنت طیبہ ہے۔ اگر سماجی عادت ہے تو پھر روا ہے۔ تاہم لباس سنت طیبہ کے مطابق ہو تو موجب خیر و برکت ہے اور عزت کا ذریعہ۔

اِزار مبارک اور اس کے پہننے کا مسنون انداز

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تہ بند اور چادر استعمال فرمائی ہے۔ واقدی بیان کرتے ہیں کہ آپ کی چادر کا طول چھ ذراع اور عرض تین ذراع اور ایک بالشت تھا۔ آپ کا تہ بند عمانی سوت کا تھا۔ جس کا طول چار ذراع ایک بالشت اور عرض دو ذراع ایک بالشت تھا۔ اور ذراع شرعی ایک ہاتھ درمیانی انگلی کے سر سے کہنی تک کی مقدار کو کہتے ہیں۔ یہ ہاتھ دو بالشت کا ہوتا ہے اور ایک ہاتھ چوبیس انگل کا ہوتا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف کی تعداد کے موافق۔

ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک کمبل اور موٹا ازار یعنی تہ بند نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دو کپڑوں میں وفات پائی ہے۔ بخاری۔ ایک روایت میں ہے موٹا ازار جو یمن میں بنتا ہے۔ اور کمبل بھی یمنی تھا جسے مُلبدہ کہتے تھے۔ (بخاری)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا خرج رسول اللہ ﷺ ذات غداۃ وعلیه مرط مرحل من شعر اسود۔ (ترمذی۔ مسلم)۔ رسول اللہ ﷺ ایک صبح

مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپ کے بدن پر سیاہ بالوں والی چادر تھی جس پر اونٹ کے پالان کی تصاویر تھیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ دخلت علی رسول اللہ ﷺ و علیه ازار یتقعقع۔ میں بارگاہ رسالت پناہ ﷺ میں حاضر ہوا۔ اور آپ نے ازار یعنی تہ بند پہنا ہوا تھا اور آپ کا ازار مبارک کڑکتا تھا۔

یزید بن ابی حبیب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ انه ﷺ کان یرخی الازار بن یدیه ویرفعه من ورائه۔ کہ نبی کریم ﷺ تہ بند کو اپنی اگلی جانب لٹکاتے تھے اور اپنی پچھلی جانب بلند رکھتے تھے۔

عکرمہ مولی ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جب وہ ازار یعنی تہ بند پہنتے تو اپنے ازار یعنی تہ بند کی اگلی جانب لٹکاتے حتی کہ تہ بند کے کنارے آپ کے قدموں کی پشت پر مس کرتے اور اپنی پچھلی جانب تہ بند کو بلند رکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ اس طرح تہ بند باندھنے کا انداز کیوں؟ آپ نے فرمایا رائت رسول اللہ ﷺ یا تزر ھذہ الازارۃ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی انداز میں تہ بند باندھتے دیکھا ہے۔

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ بطور تہ بند صرف اونی کمبل پہنتے پھر اس میں نماز پڑھتے۔ کبھی کبھی صرف تہ بند زیب تن کرتے اس کے علاوہ اور کپڑا نہ پہنتے اور اس تہ بند کی دونوں طرفیں اپنے مونڈھوں کے مابین باندھ دیتے اور اسی ملبوس میں نماز پڑھتے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف پایا آپ نے ازار اپنی ناف مبارک کے نیچے باندھا ہوا تھا۔ اور ناف مبارک ظاہر ہو رہی تھی اور نیز میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے تہ بند اپنی ناف سے اوپر باندھا ہوا تھا۔ (دمیاطی)

اسبال بلا قصد خیلاء یعنی تکبر

اگر کسی سے بغیر قصد تکبر و خیلاء اسبال تہ بند وغیرہ میں واقع ہو تو بلا کراہت روا ہے۔ اگر رفع ضرر کی جہت سے ہو۔ یہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ شخص کے ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم ہے۔ یا پس دار خارش ہے۔ یا کوئی ایسا مرض لاحق ہے جس کے نہ چھپانے سے ہوام یعنی مکھی وغیرہ قسم کے حشرات اذیت دیں۔ اگر تہ بند، چادر اور قمیص وغیرہ کے علاوہ کوئی کپڑا نہیں ہے تب اسبال جائز ہے۔

شیخ زین الدین نے امام نووی سے پوچھا کہ اسبال ثوب بلا قصد تکبر و خیلاء واقع ہو۔ لیکن اس کی ضرورت نہ ہو۔ تو اس کا حکم کیا ہے؟۔ آپ نے جواب دیا کہ وہ مکروہ ہے البتہ حرام نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں ضرورت کا فقدان ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اسبال ثوب میں فرق وجود خیلاء اور عدم خلاء میں ہے۔ یعنی اسبال ثوب وجود خیلاء سے موجب عقوبت ہے اور عدم خیلاء میں عقوبت نہیں ہے کیونکہ اسبال ثوب عدم خیلاء سے ہو مگر بلا ضرورت ہو تو اس کی وعید میں کوئی نص وارد نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة۔ قال ابوبكر رضى الله عنه يارسول الله ان اَحَدَ شقى ازارى يسترخى الا اُن اَتعاهد ذلك منه۔ فقال النبى ﷺ لست ممن يصنعه خيلاء۔ (بخاری)

جس شخص نے تکبر و عجب سے اپنے کپڑے کو گھسیٹا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف بنظر رحمت نہیں دیکھے گا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے تہ بند کا کوئی ایک کنارہ لٹک جاتا ہے۔ بشرطیکہ میں اس کا اہتمام کروں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تو ان لوگوں مین سے نہیں ہے جو اسبال ثوب بقصد خیلاء کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب من جر ازاره من غير قصد خيلاء سے اپنا نکتہ نظر ظاہر کیا ہے کہ بلا قصد خیلاء اسبال ثوب موجب عقوبت نہیں ہے۔ (بخاری)

ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے انه كان يكره جر الازار على كل حال۔ کہ جر ازار ہر حالت مین مکروہ ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں هو من تشديداته۔ یہ اُن کے تشدیدات میں سے ایک شدت ہے۔ اس کے برعکس مذکور الصدر حدیث اسی مسئلہ میں اُن سے مروی ہے۔ وہ اس حدیث کے حکم سے باخبر تھے۔ لیکن ان کی اس مسئلہ میں شدت تقویٰ کی بناء پر تھی۔ (عمدۃ القاری)

جر ثوب کی ایک اور صورت

ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورج گرہن ہوئی۔ ہم اس وقت رسول اللہ ﷺ کی مجلس شریف میں موجود تھے تو قام يجر ثوبه مستعجلا حتى الى المسجد۔ آپ عجلت میں کھڑے ہو گئے اور اپنا کپڑا اغالبًا چادر مبارک گھسیٹتے ہوئے مسجد تشریف لے گئے۔ لوگ یہ دیکھ کر واپس مسجد لوٹ آئے آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ اتنے میں سورج گرہن کھل گیا۔ پھر آپ نے ہماری طرف رخ انور کیا اور فرمایا کہ آفتاب و ماہتاب اللہ عزوجل کی آیات ہیں۔ جب ان میں گرہن واقع ہو تو تم نماز پڑھو اور دعا مانگو تاکہ وہ کھل جائیں۔ (عمدۃ القاری)

مہدب ازار۔ یعنی جھالر دار تہ بند

مہدب ازار سے مراد وہ تہ بند ہے جس کے دونوں اطراف پر جھالر ہو۔ کرمانی فرماتے ہیں کہ مہدب سے مراد ہے کہ ازار کے یارداء کے اطراف کا تانہ ہو اور بانہ نہ ہو۔ بعض اوقات اس جھالر سے تجمل و زینت مقصود ہوتا ہے۔ اور کبھی اس جھالر کے تاروں کو بٹا جاتا ہے تاکہ وہ ازار یارداء ادھڑنے سے محفوظ رہے۔ علامہ داودی فرماتے ہیں جو چادر کے اطراف میں تانے کے دھاگے رہ جاتے ہیں وہ مراد ہیں۔ علامہ زہری فرماتے ہیں کہ ابوبکر بن محمد ، حمزة بن ابى اُسيد، معاوية بن عبدالله بن جعفر انهم لبسوا ثيابًا مُهدَبًا۔ یعنی یہ سب حضرات ابوبکر بن محمد، حمزہ بن ابی اسید اور معاویہ بن

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم جھالردار کپڑے پہنتے تھے۔ابن بطال فرماتے ہیں کہ جھالردار کپڑے اسلاف کا ملبوس رہا ہے۔اوران کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اوران کا استعمال خیلاء کے زمرے میں نہیں آتا۔

ابوداؤد میں حدیث مروی ہے۔جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔رائت النبی ﷺ و هو محتب بشملته قد وقع هدبها على قدمه وفيه واياك واسبال الازار فانه من المخيلة۔(بخاری)

میں نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف پایا۔آپ نے ایک شملہ یعنی چادر سے احتباء یعنی گوٹ لگائے ہوئے تھے۔اور شملہ مبارک کی جھالر کے تار آپ کے قدموں کو چھو رہے تھے۔اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ اسبال ازار سے بچو کہ اس میں مخیلہ یعنی تکبر وفخر ہے۔(عمدۃ القاری)

تشمیر ثوب یعنی کپڑوں کو سمیٹنا

تشمیر کا معنی رفع اسفل الثوب۔یعنی کپڑوں کے نچلے حصوں کو بلند کرنا ہے اور تشمیر نماز میں مباح ہے اور مشقت اور ضرورت کے وقت روا ہے۔اور اس سے تواضع حاصل ہوتی ہے اور اس سے تکبر وخیلاء کی نفی ہوتی ہے۔

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ عنزہ یعنی چھوٹے نیزے کو لائے اور اسے زمین میں گاڑھ دیا۔پھر نماز کی اقامت کہی۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔آپ حلہ مبارک میں ملبوس، کپڑوں کو سمیٹے ہوئے تشریف لائے۔

آپ ﷺ نے دو رکعت نماز عنزہ کو سُترہ بنا کر پڑھی۔میں نے یہ بھی دیکھا کہ لوگ اور جانور آپ کے سامنے عنزہ کی دوسری جانب گزر رہے تھے۔(بخاری)

عنزہ وہ نیزہ ہے جو عصا سے لمبا اور رُمح سے چھوٹا ہوتا ہے اور اس کے نچلے سرے پر لوہا لگا ہوتا ہے۔

حلہ وہ پوشاک ہے جو دو کپڑوں یعنی ازار اور رداء پر مشتمل ہوتی ہے۔(عمدۃ القاری)

عورت کے دامن کا اسبال

لباس کے آداب میں عورتوں کے لئے دو حالتیں ہیں۔استحبابی حالت وہ یہ ہے کہ لباس میں دامن کی حد جس قدر مردوں کے لئے مسنون ہے عورت کے لباس کا دامن اس سے ایک بالشت زیادہ لمبا ہو اور دوسری حالت جواز ہے۔وہ یہ ہے کہ ایک بالشت کی بجائے دامن ایک ہاتھ لمبا ہو۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان رسول اللہ ﷺ قال۔من جرّ ازاره خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة۔ فقالت اُم سلمة رضى الله عنها، فكيف يصنع النساء بذيو لهن، قال ير خين شبرا فقالت ام سلمة اذاً ينكشف اقدامهن۔ قال فير خين ذراعًا لا يزدن عليه۔(ترمذی،نسائی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے تہ بند کو تکبر وخیلاء کی وجہ سے گھسیٹا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ عورت اپنے دامن کو کس قدر لٹکائے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ ایک بالشت تک لٹکائے۔دوبارہ انہوں نے عرض کیا۔تب بھی اس کے قدم برہنہ ہو جائیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ایک ہاتھ تک بڑھائے۔اس سے زیادہ نہیں۔

ابوداؤد کی مروی حدیث میں ہے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے دامن دراز کرنے کی ایک بالشت تک کی رخصت دی تھی۔پھر انہوں نے اس سے زیادہ دامن بڑھانے کی درخواست کی تو آپ نے مزید ایک بالشت کے اضافے کی اجازت دی۔ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن اپنے دامن ہماری طرف بڑھاتیں تو ہم ماپتے تو وہ ایک ہی ہاتھ ہوتے۔غالبًا یہ ان کی ہمشیرہ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

عورت کے لئے لباس یعنی ازار، خمار اور قمیص وغیرہ کے دامن کا اسبال سترعورت کے

لئے روا ہے۔ جس کی شارع علیہ السلام نے رخصت دی ہے۔ اس لئے کہ عورت ماسواء چہرہ اور ہاتھوں کے پوری عورت ہے۔

عورتوں کا مردوں سے تشابہ

عورت مرد کے لباس اور ہیئت میں تشبہ نہ کرے اور نہ مرد کو عورت کے لباس اور ھیئت میں تشبہ روا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول الله ﷺ انه لعن المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهين من الرجال بالنساء۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں سے تشابہ اختیار کرتی ہیں۔یعنی مردوں کی طرح شکل وھیئت بناتی ہیں۔ان جیسے کپڑے پہنتی ہیں اور ان جیسے بال بناتی ہیں اور ایسے مردوں کو لعنت فرمائی ہے جو عورتوں والے کپڑے پہنتے ہیں اور ان جیسے بال بناتے ہیں یا ان کی طرح زیور پہنتے ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ لعن رسول الله ﷺ الرجل يلتبس لِبسة المرأة والمرأة۔ تلبس لِبسة الرجل۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورت کے انداز میں پہنتا ہے۔ اور ایسی عورت کو لعنت فرمائی جو مردانہ کپڑے مردانہ انداز میں پہنتی ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ عورت مردانہ جوتے پہن سکتی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ لعن رسول الله ﷺ الرجلة من النساء۔رسول اللہ ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی ہیئت اور لباس میں تشابہ اختیار کرتی ہے۔

(ابوداؤد)

عورت کے لئے باریک لباس کا استعمال

برہنہ سر یا عریاں لباس پہننا عورت کے لئے ممنوع ہے۔ ننگے سر اور عریاں لباس سے

عورت کی شخصیت مجروح ہوتی ہے۔اور اس کے وقار اور عزت میں کمی آتی ہے۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے مقرر کردہ لباس کو اپنانے میں وقار اور عزت کی ضمانت ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں قبیلہ بنو تمیم کی چند عورتیں آئیں۔انہوں نے باریک لباس پہنا ہوا تھا۔انہیں دیکھ کر ام المومنین نے فرمایا۔ ان كنتن مومنات فليس هذا بلباس المومنات وان كنتن غير مومنات فَتَمَتَّعنَ۔ (قرطبی) اگر تم مومن خواتین ہو تو سن لو کہ یہ لباس مومن خواتین کا نہیں ہے اور اگر مومن نہیں ہو تو پھر جو چاہو استعمال کرو۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ کی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن آئیں انہوں نے اس وقت باریک اوڑھنی سر پر اوڑھی ہوئی تھی۔ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔فرمایا: انما يضرب بالكثيف الذى يستر۔اے بیٹی ایسا خمار اوڑھنے کا حکم ہے جو موٹا ہو اور جس سے پردے کا مقصد پورا ہو۔اس کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس باریک اوڑھنی کو پھاڑ دیا اور اس کی بجائے موٹے کپڑے کا خمار انہیں اوڑھا دیا۔(موطا)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نساء كاسيات عاريات مائلات مميلات روسُهن اسنمة البخت لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها وريحها مسيرة خمسة مائةِ سَنةٍ۔(بخاری)۔(ترجمہ) جو عورتیں لباس پہنے ہوئے ہیں لیکن ننگی ہیں خود بھی سیدھی راہ سے ہٹی ہوئی ہیں اور خاوند کو بھی ہٹا دیتی ہیں۔ان کے سر بُختی اونٹ کی کوہان کی مانند ہیں۔وہ جنت میں داخل نہ ہونگی۔اور نہ جنت کی خوشبو سونگھیں گی اور جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی راہ تک جاتی ہے۔

اس حدیث کا بعض علماء نے یہ ترجمہ کیا ہے۔کئی عورتیں ایسی ہیں جنہوں نے لباس پہنا ہوتا ہے لیکن وہ ننگی ہوتی ہیں۔وہ ناز و ادا سے جھکتی ہیں اور جھکاتی ہیں۔ان کے سر اس طرح ہیں جس طرح بُخت نسل کے اونٹوں کی کوہان۔وہ عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ ہی

انہیں اس کی ہوا لگے گی۔ اور جنت کی ہوا پانچ سو برس کی مسافت تک جاتی ہے۔

یہ لمحہ فکریہ ہے کہ ہمارے ملک کی کچھ عورتیں جو مغرب کی تہذیب سے متاثر ہیں وہ جو لباس زیب تن کرتی ہیں۔ کیا وہ لباس پہن کر بھی عریاں نہیں۔ وہ کس طرح مٹک مٹک کر چلتی ہیں۔ اور سروں پر جو انہوں نے مصنوعی جُوڑے Wig رکھے ہوئے ہیں۔ کیا وہ اونٹ کی کوہاں کی طرح نظر نہیں آتے۔ وہ اپنا انجام دیکھ لیں۔ نبی اُمی ﷺ نے اپنے نور نبوت سے چودہ سو سال پہلے ہی آج کی مغربی تہذیب کی دلدادہ عورت کی کس طرح نشاندہی فرما دی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نبی کریم ﷺ کی سنت طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اور بے فرمانی سے بچائے آمین۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا جب بصرہ تشریف لے گئیں تو آپ نے صفیہ ام طلحۃ الطلحات کے ہاں قیام کیا۔ ان کی بیٹیوں کو دیکھا تو فرمایا۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ میرے حجرے میں تشریف لائے۔ میرے پاس ایک لڑکی بیٹھی تھی تو آپ نے میری طرف اپنی رداء یعنی چادر مبارک پھینکی اور فرمایا شقیہ شقین فاعطی ھذہ نصفًا والفتاۃَ التی عند اُم سلمۃ نصفاً۔ فانی لا اراھا الا قد حاضت۔ (ابوداؤد)

اسے دو حصے کرلو ایک اس لڑکی کو پہنا دو اور دوسرا اس دوشیزہ کو پہناؤ جو ام المومنین ام سلمہ کے پاس ہے کہ وہ بالغ ہو چکی ہے۔

دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اُتی رسول اللہ ﷺ القباطی فاعطانی منھا قبطیۃ۔ فقال اصدعھا صدعین فاقطع احدھما قمیصاً واعط الاخرا مرأتك تختمتر به فلما ادبر قال وأمر تك تختمتر به فلما ادبر قال وأمر! مرأتك ان تجعل تحته ثوبًا لا یصفھا۔ (ابوداؤد) رسول اللہ ﷺ کے پاس قباطی قسم کے کپڑے لائے گئے۔ مجھے ان میں سے ایک قبطیہ دیا۔ اور فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کرلو۔ ایک ٹکڑے سے قمیض بنالو۔ اور دوسرا اپنی بیوی کو دو۔ کہ وہ اس کو اپنا خمار

بنالے۔ جب وہ یعنی دحیۃ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ واپس لوٹنے لگے تو فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہو کہ اس کے نیچے کپڑا پہنے تاکہ اس کا جسم نظر نہ آئے۔ قبطیہ باریک سفید کتان کا بُنا ہوا کپڑا ہے جو مصر میں بنتا ہے۔ اس کا سوت قبطی نسل کے لوگ بناتے ہیں۔

عورت کے خمار پہننے کا طریقہ

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اَن رسول اللہ ﷺ دخل علیھا وھی تختمر فقال لیۃً لا لیّتینِ۔ ابوداؤد (ترجمہ) رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس تشریف لائے اور وہ خمار پہنے ہوئے تھیں۔ فرمایا ایک لیہ اور دو لیے نہیں۔ لیہ کا مطلب ہے ایک بار لپیٹنا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ام المومنین کو حکم دیا کہ خمار کو ایک بار لپیٹو دو بار نہیں کہ یہ خمار مردوں کے عمامے کی طرح زیادہ بار نہ لپیٹا جائے کہ اس طرح مردوں کے عمامے سے تشبہ ہوگا۔

عورت اپنے خمار سے پورا جسم ڈھانپے

اسلام سے قبل عورتیں سر پر جو کپڑا اوڑھتی تھیں ان کے پلو اپنی پشت پر لٹکا دیا کرتی تھیں۔ اس طرح ان کی گردن، کان اور سینہ وغیرہ ظاہر رہتے تھے۔ جب سورۃ النور کی لِيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ آیت ۳۱ نازل ہوئی تو حکم دیا گیا کہ سر پر جو خمار اوڑھو اس کے پلو کو پشت پر پیچھے نہ پھینک دو بلکہ اپنے گریبانوں پر ڈال لو تاکہ تمہارے سینے، گردن وغیرہ لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جائیں۔ جب یہ آیت کریمہ صحابیات رضی اللہ عنہن کو پہنچی تو اسی وقت انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور اپنی پرانی عادت کو چشم زدن میں چھوڑ کر اطاعت وانقیاد کی ایک نادر مثال قائم کردی۔

اسی کے مطابق سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں فرمان باری تعالیٰ ہے۔ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ۔ تو نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرمایا۔ آپ اپنی ازواج مطہرات، اپنی دختران پاک نہاد اور ساری مسلمان عورتوں کو حکم دے دیں کہ جب وہ گھر سے باہر نکلیں تو

ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں۔ پھر اس کا ایک پلو اپنے چہرے پر ڈال لیا کریں تا کہ دیکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے۔ اس طرح کسی بد باطن کو تمہیں ستانے کی جرات نہ ہوگی۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ مسلمان عورت کا خمار اس کا اسلامی قومی شعار ہے۔

آیت میں لفظ جلابیب کا واحد جلباب ہے اس کا معنی ہے انه ثوب الذی یستر جمیع البدن۔ جلباب وہ کپڑا ہے جو سارے بدن کو ڈھانپ لے۔ علامہ زمخشری یُدْنِیْنَ کی تفسیر لکھتے ہیں کہ یرخینها علیهن ویغطین بها وجوههن و اعطا فهن۔ (ترجمہ) یعنی اپنی چادروں کو اپنے اوپر ڈال لیں اور اپنے چہروں اور کندھوں کو چادر سے چھپالیں۔ علامہ زمخشری کے اس قول سے پتہ چلا کہ لغوی طور پر بھی یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ کا یہ مفہوم ہے کہ چادر کو اپنے اوپر اس طرح ڈالا جائے کہ سارا جسم ڈھک جائے۔ کندھے اور چہرہ بھی برہنہ نہ رہیں۔ علامہ ابوحیان لکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں اندلس میں مسلمان عورتیں اس طرح پردہ کرتی ہیں کہ سارا چہرہ چھپا ہوتا ہے صرف ایک آنکھ کھلی ہوتی ہے۔

(بحرالرائق)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصار کی عورتوں کا ذکر کیا اور ان کی خوبصورت تعریف کی۔ فرمایا جب سورۃ النور میں خمار کا حکم نازل ہوا عمدن الی حجوز فشققن فاتخذن خمراً۔ تو انہوں نے چادروں کو پھاڑ لیا اور اس کے ایک حصہ سے خمار بنالیا۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یرحم اللہ النساء المهاجرات الاُول لمانزل اللہ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ و شققن النف قال ابن صالح اکثف مروطهن فاختمرن بها (ابوداؤد)، (ترجمہ) ''اللہ تعالیٰ پہلی مہاجرہ عورتوں پر رحم فرمائے کہ جب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ تو انہوں نے اپنی مروط یعنی چادروں کو پھاڑ کر خمار بنالیا۔ اکنف یا اکثف دونوں ہم معنی ہیں۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ لمانزل۔ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ

جَلَابِيْبِهِنَّ خرجن نساء الانصار کان علی رؤسهن الغربان من الاکسیة۔ (ابوداؤد)۔ جب آیت نازل ہوئی تو انصار کی عورتیں خمار پہن کر گھر سے نکلتیں وہ اس طرح معلوم ہوتیں گویا ان کے سروں پر خمار کوؤں کی طرح لگتے تھے۔ معلوم ہوا کہ ان کے خمار کالے ہوتے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کانت ام سلمة لا تضع جلبابها عنها۔ وهی فی البیت طلبًا للفضل۔ رزین (ترجمہ) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں بھی اپنی جلباب یعنی اوڑھنی نہیں اتارتی تھیں۔ اس لئے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ اور فضل حاصل کیا جائے۔

اشتمال الصماء

اشتمال الصماء کا یہ مطلب ہے کہ ایک ہی کپڑے میں پورا بدن اور ہاتھ اس طرح لپیٹ دیئے جائیں جس سے بغیر ستر کھولے ہاتھ نہ نکل سکیں۔ عرب اس انداز پوشش کو اشتمال الصماء کہتے ہیں۔ صماء اس لئے کہ یہ اشتمال اس پتھر کے مشابہ ہے جس میں نہ جوف ہے اور نہ سوراخ اس لئے کہ آدمی کو اشتمال صماء سے بغیر ستر کھولے نکلنا مشکل ہوتا ہے۔ فقہاء کے اشتمال صماء کا مطلب ہے ایک ہی کپڑے میں سارا بدن لپیٹ دیا جائے اور اس کے علاوہ دوسرا کپڑا جسم پر نہ ہو۔ پھر اس کی ایک طرف کو اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال دیا جائے تو اس کی شرم گاہ ظاہر ہو جائے۔

عرب میں اشتمال صماء کا رواج تھا وہ اس لئے کرتے کہ کپڑے کی دستیابی دشوار تھی تو ایک کپڑے میں جسم کو لپیٹ لیتے۔ یا یہ جاہلیت کا ایک انداز تھا جو وجہ بھی ہو یہ معیوب عمل ہے۔ اس سے ستر عورت نہیں ہوتا اس لئے ممنوع ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کے انداز لباس سے منع فرمایا ہے۔ پہلا اشتمال الصماء کوئی شخص اپنے کپڑے کو اپنے ایک مونڈھے پر ڈال لے اور

دوسرے مونڈھے پر ایک کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو یا اپنے دونوں ہاتھوں کو نماز میں کپڑے سے لپیٹ دے۔ دوسرا لباس کا انداز احتباء ہے۔یعنی گوٹ مار کر بیٹھنا ہے اور اس کی شرم گاہ پر ستر کے لئے کوئی کپڑا نہ ہو۔(جامع الاصول ابن اثیر)

احتباء کا مطلب

احتباء کا مطلب یہ ہے کہ گوٹ مار کر بیٹھنا یعنی دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے سرین کے بل بیٹھا جائے۔اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ کیا جائے۔بعض اوقات ہاتھوں کے بجائے کوئی کپڑا چادر اور عمامہ وغیرہ پنڈلیوں اور کمر پر لپیٹ دیا جاتا ہے۔اس طرح کا احتباء رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔اور اسی طرح پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ احتباء عرب کی دیواریں ہیں یعنی جہاں سہارے کے لئے دیوار نہیں ہوتی وہاں احتباء یعنی گوٹ مار کر بیٹھنا دیوار کے سہارے کے قائم مقام ہے۔(عمدۃ القاری)

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اتیت النبی ﷺ و هو محتب بشملته و قد وقع هدبها علی قدمیه۔(ابوداؤد) میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کا شرف پایا۔آپ ایک چادر کے ساتھ گوٹ مار کر بیٹھے تھے اور چادر کی جھالر آپ کے قدموں کو چھو رہی تھی۔آپ کے اس احتباء کی صورت یہ تھی کہ آپ نے اپنا لباس پہنا ہوتا اس کے بعد چادر مبارک سے گوٹ لگا کر بیٹھتے تھے۔یہ صورت احتباء مسنون ہے۔احتباء کی وہ شکل جسے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔وہ یہ ہے کہ احتباء ایک کپڑے سے ہو اور اس کے علاوہ بدن پر کوئی کپڑا نہ ہو۔اور اس نے اپنی ٹانگوں کو اپنے پیٹ سے جدا کیا ہوا ہو۔اس طرح اس کی شرم گاہ کا کچھ حصہ یا تمام بدن برہنہ ہوتا ہو اور احتباء والا کپڑا چوڑا بھی نہ ہو۔کہ اس سے شرم گاہ کا ستر نہ ہو سکے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر احتباء کا کپڑا کافی زیادہ ہو۔کہ اس سے شرم گاہ کے برہنہ ہونے کا احتمال نہ ہو تو اس احتباء میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن احتیاط ضروری ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نهی رسول الله ﷺ عن الملامسة

والمنابذة، و عن صلاتین بعد الفجر حتی ترتفع الشمس و بعد العصر حتی تغیب وان یحتبی بالثوب الواحد لیس علی فرجه منه شئی بینه و بین السماء وان یشتمل الصماء۔(بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے بیع ملامسہ اور منابذہ سے، اور دو نمازوں فجر کے بعد حتی کہ آفتاب بلند ہو جائے اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک سے اور ایسے احتباء سے جو ایک کپڑے سے ہو جو زمین و آسمان اور اس کی شرم گاہ کے درمیان کوئی کپڑا نہ ہو ایسے اشتمال الصماء سے منع فرمایا ہے۔

جابر بن عبداللہ السلمی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی ان یاکل الرجل بشماله او یمشی فی نعل واحدة وان یشتمل الصماء او یحتبی فی ثوب واحد کاشفاً عن فرجه۔(مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے بائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے، ایک جوتا پہن کر چلنے سے اشتمال صماء سے اور کپڑے میں احتباء سے جس سے شرم گاہ برہنہ ہو منع فرمایا ہے۔

جبہ مبارک

جبہ ایک معروف لباس ہے۔اگر سوتی کپڑے سے بنا ہو تو یہ دو کپڑوں سے بنتا ہے اور ان دونوں کے درمیان کپاس بھر دی جاتی ہے اور اس کو رضائی کی طرح قریب قریب سیا جاتا ہے کہ روئی بکھر نہ سکے۔اگر یہ اون سے بنایا گیا ہے تو پھر اس میں روئی نہیں بھرتے۔یہ سردی سے بچاؤ کے لئے پہنا جاتا ہے۔عرب کہتے ہیں جبة ا البرد جنة البرد۔یعنی سردی کا جبہ سردی کی بہشت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جبہ زیب تن فرمایا ہے اور آپ نے غزوہ تبوک میں اُون سے بنا ہوا جبہ پہنا تھا۔مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان النبی ﷺ لبس جبته رومیة ضیقة الکمین۔(ترمذی)

نبی کریم ﷺ نے ایک رومی جبہ زیب تن کر رکھا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک رومی جبہ زیب تن کیا تھا جس کے آستین تنگ تھے۔ وضو کے وقت اپنے دستہائے مبارک کو جبہ کی آستینوں سے نکال لیتے اور جبہ مبارک کو کندھے اور پشت پر ڈال لیتے تھے۔ پھر ہاتھ مبارک دھو لیتے تھے۔ آپ سفر میں تنگ لباس استعمال فرماتے تھے۔ (مدارج)

مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کنت مع النبی ﷺ فی سفر فقال أمعك ماء قلت نعم فنزل عن راحلته فمشی حتی تواری عنی فی سواد اللیل ثم جاء فافرغت علیه الاداوۃ فغسل وجهه ویدیه و علیه جبة شامیة من صوف فلم یستطع ان یخرج ذراعیه منها حتی اخرجهما من اسفل الجبة۔ "میں ایک رات نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا، کیا تیرے ساتھ پانی ہے۔ میں نے جواباً عرض کیا۔ حضور ہے۔ آپ اپنی سواری سے اترے اور رات کی تاریکی میں مجھ سے دور چلے گئے۔ کچھ دیر بعد واپس آئے میں نے پانی پیش کیا آپ نے اپنا چہرہ اور ہاتھ مبارک دھوئے۔ اس وقت آپ نے اونی شامی جبہ پہنا ہوا تھا۔ آپ نے اپنے ہاتھوں کو آستین سے نکالنے کی کوشش کی۔ مگر جبے کی تنگ آستینوں سے نہ نکل سکے۔ آخر کار آپ نے جبہ کی نچلی طرف سے نکال لئے" (بخاری) اور روایت میں فذهب یخرج یدیه من کمیه فکانا ضیقین فاخرج من تحت بَدَنِۃٍ۔ ای جبة۔ آپ اپنے ہاتھ مبارک آستینوں سے نکالنے لگے وہ دونوں تنگ تھے آپ نے جبہ کی نچلی طرف سے نکالے۔ والبدن بفتحتین درع قصیرۃ ضیقة الکمین۔ بَدَن کے معنی تنگ آستین والی چھوٹی زرہ ہیں۔ موطا میں ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے اور ابوداؤد میں ہے کہ یہ صبح کا وقت تھا۔ (جمع الوسائل)

رسول اللہ ﷺ نے جبہ اور فروج جو قبا کی طرح ہوتا ہے۔ زیب تن فرمایا اور آپ نے قبا بھی پہنا ہے۔ حالت سفر میں آپ کا جبہ مبارک تنگ آستین کا تھا۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شاہ روم نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سندس کا ایک قیمتی

جبہ بطور ہدیہ بھیجا۔ آپ نے اسے زیب تن فرمایا گویا مجھے اب بھی آپ کے دونوں ہاتھ مبارک باہر نکلے ہوئے متحرک نظر آرہے ہیں۔ اصمعی فرماتے ہیں کہ وہ جبہ مبارک بڑا سا لبادہ تھا۔ جس کی آستین لمبی تھیں۔ خطابی فرماتے ہیں ممکن ہے اس جبہ پر کچھ ریشم یعنی سندس لگا ہو ورنہ عام طور پر جبہ ریشم کا نہیں بنا کرتا۔ (زادالمعاد)

رسول اللہ ﷺ کے پاس تین جبے تھے جنہیں آپ جہاد کے موقعہ پر زیب تن فرمایا کرتے تھے ان میں سے ایک سبز ریشم کا تھا۔ روایت میں ہے کہ عروہ بن زبیر کے پاس وہ ریشمی جبہ تھا۔ جس کے اندر سبز ریشم لگا ہوا تھا وہ اسے جہاد میں پہنا کرتے۔ امام احمد کے نزدیک ان روایتوں کی بناء پر جہاد میں ریشم پہننا جائز ہے۔ (زادالمعاد)

مسلم میں روایت ہے کہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کا بہترین خسروانیہ جبہ مبارک نکال کر دکھایا جس پر ریشم کا کام تھا۔ اور اس کے کناروں پر بھی ریشم لگا ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ جبہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ جب ام المومنین وفات پا گئیں تو میں نے اسے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ نبی ﷺ اسے پہنا کرتے تھے۔ ہم اسے دھو کر اس کا پانی مریضوں کو پلایا کرتے ہیں تو انہیں صحت و شفا ہو جاتی ہے۔ (زادالمعاد)

یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کا جبہ مبارک لائیں تا کہ وہ ہمیں اس کی زیارت کرائیں جس کی گھنڈیاں یعنی بٹن، ریشم کے بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اسے پہن کر اعداء سے ملاقات کرتے تھے۔ (الوفا)

وحید بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شامی خفین یعنی موزے اور ایک شامی جبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کئے۔ آپ ان ہر دو کو زیب تن کرتے رہے۔ حتی کہ وہ پرانے ہو گئے۔ (الوفا)

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک جبہ صوف

انماریعنی انمار کے علاقے کی اون کا تیار کیا گیا۔ آپ اس جبہ مبارک کو دیکھ کر جتنا خوش ہوئے اتنا کسی اور کپڑے پر خوش نہیں ہوئے۔ آپ اسے ہاتھ لگاتے اور فرماتے دیکھو یہ کتنا خوبصورت ہے! مجلس میں موجود ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ جبہ مبارک مجھے عطا فرمائیں۔ تو آپ نے یہ جبہ مبارک اتار کر اسے عطا کر دیا۔ (الوفا)

عن اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہما۔ انها اخرجت جبة طيالسة كسروانية لبنة ديباج و فرجان مكفوفان بالديباج وقالت هذه جبة رسول الله ﷺ كانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها وكان النبي ﷺ يلبسها فنحن نغسلها للمرضى نستشفى بها۔ (رواہ مسلم)

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ ایک طیالسی خسروانی جبہ مبارک نکال لائیں جس کے چاک گریبان پر ریشم کا کام تھا۔ اور اس کے ہر دو پہلو کے دونوں چاکوں پر ریشم سے گوٹ لگے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ مبارک ہے جو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ جب موصوفہ نے وفات پائی تو وہ میں نے لے لیا۔ اس جبہ مبارک کو رسول اللہ ﷺ زیب تن کیا کرتے تھے۔ ہم اسے مریضوں کے لئے پانی سے دھوتے ہیں تو مریض پانی کو پی کر شفایاب ہو جاتے ہیں۔ (مسلم)

قبا اور فروج

رسول اللہ ﷺ نے قبا اور فروج زیب تن کئے ہیں فروج قبا کی طرح ہوتا ہے۔
علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔ القباء والفروج كلاهما ثوب ضيق الكمين۔ والوسط مشقوق من خلفه يلبس في السفر و الحرب لِانهٗ اعون على الحركة وقال ابن بطال القباء من لبس الاعاجم، (عمدۃ القاری)

کہ قباء اور فروج دونوں تنگ آستین والے ملبوس ہیں اور فروج کی پشت پر چاک ہوتا ہے یہ سفر اور جنگ میں پہنا جاتا ہے۔ اس لئے کہ حرکت کرنے میں معاون ہوتا ہے اور ابن بطال فرماتے ہیں کہ قباء عجم والوں کا لباس ہے۔

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام میں قبا تقسیم فرمائے اور ان میں سے مخرمہ رضی اللہ عنہ کو کچھ نہ دیا۔ مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے مسور کو فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو۔ چنانچہ میں اپنے والد کریم کو آستانہ نبوت پر لے گیا۔ انہوں نے مجھے فرمایا کہ در اقدس پر دستک دو۔ میں نے دستک دی ہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ آپ نے قباء پہنی ہوئی تھی۔ آپ نے مخرمہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ خبات هذا لك۔ میں نے یہ قباء تیرے لئے محفوظ کر رکھی تھی۔ مخرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے مسور سے فرمایا۔ میرے بیٹے! نبی کریم ﷺ کو میرے لئے بلاؤ۔ فاعظمتُ ذلك۔ میں نے اسے بڑی بات سمجھا۔ میں نے والد کریم سے کہا۔ رسول اللہ ﷺ کو آپ کے لئے بلاؤں؟۔ انہوں نے فرمایا بیٹا بلاؤ۔ انه ليس بجبار۔ کہ وہ تو رحیم و کریم ہیں۔ جبار نہیں ہیں۔ میں نے آواز دی۔ آپ آئے وعليه قباء من ديباج مُزَرّرٌ بالذهب۔ آپ نے قباء پہنی ہوئی تھی اور وہ ریشمی تھی اور سونے کے تاروں سے اس پر کام کیا گیا تھا۔ آپ نے یہ مخرمہ کو عطا کر دی۔

آپ نے پہنی اس لئے تھی کہ مخرمہ کے لئے برکت کا باعث ہو۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اُهدى لرسول الله ﷺ فروج حرير فلبسه ثم صلى فيه ثم انصرف فنزعه نزعًا شديدا كالكاره له ثم قال لا ينبغي هذا للمتقين۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ریشمی فروج بطور ہدیہ آئیں۔ آپ نے اسے زیب تن فرمایا اور اس میں نماز پڑھی۔ پھر آپ اسے جلدی جلدی شدت سے اتارنے لگے۔ جیسے نفرت کرتے ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ متقیوں کے لئے موزوں نہیں ہے۔ شدت سے اتارنے کی وجہ یہ تھی کہ اسی لمحہ ریشم کی حرمت کا حکم آیا تھا۔ ابن بطال فرماتے ہیں۔ اس میں جہت حرمت یا محض ریشم تھا۔ یا یہ فروج عجمیوں کا لباس تھا۔ (عمدۃ القاری)

برانس کا استعمال

برنس وہ لمبی ٹوپی ہے جو جبہ، جیکٹ اور بارانی وغیرہ سے متصل ہوتی ہے۔

ابن ابی شیبہ نے روایت نقل کی ہے کہ یحیٰ بن ابی اسحٰق فرماتے ہیں رائت علی انس بن مالك برنس خز ۔ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ خز کی برنس پہنے ہوئے تھے۔خز ایک کپڑا ہے جو اون اور ریشم سے بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی برنس اون اور ریشم کی بنی ہوئی تھی۔توضیح میں ہے کہ خز ریشم اور پشم سے مل کر بنتا ہے۔ابن العربی فرماتے ہیں کہ اس کی ایک قسم یہ ہے کہ کپڑے کا تانہ یا بانہ ایک ریشمی ہو اور دوسرا کسی اور شئی کا ہو۔تاہم صحابہ کرام نے برانس پہنے ہیں۔عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ماکان احد من القراء الاله برنس لیغدوفیه و خمیصة یروح فیها۔اس وقت کوئی ایسا عالم نہیں تھا جو صبح کو برنس اور شام کو خمیصہ حاشیہ دار چادر نہ پہنتا ہو۔امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ برنس کے استعمال کو مکروہ جانتے ہیں؟ کہ وہ نصاریٰ کے لباس کے مشابہ ہے آپ نے جواب دیا کہ میرے نزدیک برنس کے استعمال میں حرج نہیں ہے۔

ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کانت کمام اصحاب النبی ﷺ بُطحًا۔(ترمذی)۔ یہاں کمام کا معنی قلنسوہ یعنی ٹوپی ہے۔اسے برنس بھی کہتے ہیں یعنی انهاکانت منبطحة غیر منتصبة۔ وہ برنس سر سے چپٹی ہوتی ہے اور سَر سے اٹھی نہیں ہوتی۔ جوہری لکھتے ہیں کہ صدر اسلام میں حجاج برنس پہنتے تھے۔ بعد میں منع کر دیا گیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ! مُحرِم یعنی احرام والا کون کون سے کپڑے پہنے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ لاتلبسوا القمص ولاالعمائم ولاالسراویلات ولا البرانس ولاء الخفاف۔ الااحد ولا یجد النعلین فلیلبس خفین ولیقطعها اسفل من الکعبین ولاتلبسوا من الثیاب شئیاًمسه زعفران ولا الورس۔ (بخاری)
قمیص عمامہ شلوار، برنس اور موزے نہ پہنو۔لیکن وہ جس کے جوتے نہیں وہ موزے پہن لے تو روا ہے بشرطیکہ اس کو ٹخنوں کے نیچے کاٹ دے۔اور ایسا کپڑا نہ پہنے جس کو زعفران یا

ورس سے رنگا گیا ہو۔

رومال کا استعمال

حدیث شریف میں وارد ہے۔کان له سریر وقطیفة۔ کان لا کساء اسود، کساه فی حیاتِه کان له ثوبان للجمعة غیر سائر ثیابه التی یلبسها فی سائر الایام وکان له مندیل یمسح به وجهه عن الوضوء وربما یمسح بطرف ردائه ﷺ۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چارپائی تھی ایک مخملی چادر جو اوڑھی جاتی ہے۔ایک سیاہ رنگ کا کمبل جسے اپنی حیات طیبہ میں پہنا۔اور دو کپڑے جمعہ کے لئے ان کپڑوں کے سواء جو دوسرے ایام میں پہنتے تھے۔آپ کے پاس ایک رومال تھا جس سے اپنے چہرے سے وضو کے پانی کو پونچھتے تھے۔بعض اوقات اپنی اوپر والی چادر سے پونچھتے۔

کساء اور خمیصہ

کساء سے مراد کمبل ہے جو اون سے بنایا جاتا ہے اس پر اعلام یعنی نشانات وغیرہ نہیں ہوتے ہیں اور خمیصہ کساء کی ایک قسم ہے جو سیاہ اون اور خز سے بنتا ہے اور مربع ہوتا ہے اور اس پر اعلام یعنی تصاویر و نقش و نگار ہوتے ہیں۔کساء کو خمیصہ نہیں کہتے اور کساء پر علم یعنی نقوش ہوں تو وہ خمیصہ کہلاتا ہے اور اگر کساء پر ریشمی نقش ہوں تو وہ اسلاف کا لباس ہے۔
(عمدة القاری)

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک سیاہ کمبل، ایک سلا ہوا سرخ کمبل اور ایک بالوں کا کمبل تھا۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک صحیح روایت مروی ہے کہ موصوفہ نے ایک پرانا کمبل اور موٹے سوت کی ایک چادر نکالی۔اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کپڑوں میں وفات پائی ہے۔(زادالمعاد)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن مسجد تشریف

لے گئے آپ نے اون کا بنا ہوا کمبل زیب تن کیا ہوا تھا جس پر اونٹ کے پالانوں کی تصاویر تھیں۔(الوفا)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک صبح گھر سے باہر تشریف لے گئے آپ نے سیاہ کمبل پہنا ہوا تھا۔ جس پر اونٹ کے پالانوں کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔(مسلم ترمذی)

امام نووی فرماتے ہیں کہ بے جان اشیاء کی تصاویر والا کپڑا استعمال میں لانا روا ہے۔ البتہ حیوانوں کی تصاویر والا کپڑا پہننا حرام ہے۔(مواہب)

خمیصہ

ام المومنین عائشہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا۔ لمانُزل برسول اللہ ﷺ طفق یطرح خمیصة علی وجهه فاذا اغتم کشفها عن وجهه۔ (بخاری)
جب رسول اللہ ﷺ کی وفات قریب ہوئی۔ تو آپ اپنے چہرے مبارک پر خمیصہ یعنی کمبل اوڑھ لیتے جب سانس میں تنگی محسوس ہوتی تو چہرے مبارک سے اتار لیتے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صلی رسول اللہ ﷺ فی خمیصة له، لها اعلام فنظر الی اعلامها نظرةً فلما سلم قال اذهبوا بخمیصتی هذه الی ابی جهم فانها الهتنی اٰنفاً عن صلاتی وأتونی ابنجانیة ابی جهم ابن حذیفة بن غانم من بنی عدی بن کعب۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک خمیصہ میں نماز پڑھی اس پر علم یعنی نقوش تھے۔ آپ نے ان نقوش کو ایک نظر دیکھا۔ تو جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا میری اس خمیصہ کو ابوجہم کے حوالے کرو۔ کہ اس نے مجھے ابھی ابھی نماز میں مشغول کر دیا ہے۔ اور ابی جہم کی انجانیہ مجھے لا کر دو۔ ابوعمر فرماتے ہیں کہ ابوجہم عمر رسیدہ شخص تھا اس نے کعبہ کی تعمیر میں دوبار کام کیا تھا۔ ایک بار عہد جاہلیت میں جس وقت قریش نے کعبہ کی تعمیر کی۔ دوسری بار جب عبداللہ بن زبیر نے کعبہ کی تعمیر کی۔ یہ شیخ فانی تھے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو خمیصہ ہدیہ کی تھی۔

جس نے آپ کو نماز سے مشغول کیا تھا۔ ایک اور قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خمیصے آئے۔ ایک آپ نے زیب تن کیا اور دوسرا ابوجہم کو بھیج دیا۔ پھر اس نماز کے بعد جو آپ نے زیب تن کیا تھا اسے ابوجہم کے پاس بھیج دیا۔ اور جو اسے بھیجا تھا وہ واپس منگا لیا۔ انجانیہ ایک قسم کا موٹا کمبل ہے۔ جس پر نقوش نہیں تھے۔(عمدۃ القاری)

البرود۔ الحبرۃ، الشملة۔ النمرۃ الرداء، الازار

برود کا واحد بردہ ہے بضم الباء و سکون الراء ہے۔ وهی کساء اسود مربع فیه صغر تلبسه الاعراب۔ وہ سیاہ اوڑھنے والی چادر ہے وہ چوکور اور چھوٹی ہوتی ہے اس کو اعراب یعنی دیہاتی لوگ پہنتے ہیں۔ داؤدی فرماتے ہیں بُرد، رداء اور ازار کی طرح ہوتی ہے۔ ان میں سے کئی نفیس اور کئی گھٹیا قسم کی ہوتی ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ نمرہ اور بُردا ایک شئی ہیں۔

الحبرۃ

الحبرۃ بکسر الحاء عِنبة کے وزن پر یہ یمنی چادر ہے۔ الداودی فرماتے ہیں کہ یہ سبز رنگ کی ہوتی ہے۔ اور سبز رنگ اہل جنت کا لباس ہے۔ اسی لئے کفن کے لئے مستحب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو وفات کے بعد بُردیمانی اُوڑھائی گئی تھی۔ لیکن سفید کفن افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ اسی میں کفنائے گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے کفن میں حبرۃ یعنی یمنی چادر بھی تھی۔ ھروی فرماتے ہیں کہ حبرۃ خطوط والی منقش چادر کو کہتے ہیں۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ یہ چادریں یمن سے آتی تھیں۔ یہ سوت سے بنتی ہیں ان کو حبرۃ کہتے ہیں۔ ان کو اوڑھا جاتا ہے۔ عرب میں ان کو اعلیٰ مراتب کے لوگ پہنتے ہیں۔ حبرہ کا استعمال، شرف وعظمت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اسی جہت سے ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو بُردیمانی آپ کو اوڑھائی گئی اگر اس سے کوئی اور چادر افضل ہوتی تو وہی اوڑھائی جاتی۔

شملہ

الشملة وھی کساء یُشتمل بھا۔ یعنی شملہ چادر ہے جو اوپر اوڑھی جاتی ہے جوہری۔ الداوٗی فرماتے ہیں یہ بُردہ ہے۔

النمرہ

النمرة بفتح النون و کسر المیم و ھو الشملة التی فیھا خطوط ملّونة کانھا اخذت من جلد النمر لاشتراکھا فی التلون۔ وہ ایک ایسی چادر ہے جس میں رنگ دار خطوط ہوتے ہیں۔ گویا وہ چیتے کی کھال سے بنائی گئی ہے ان میں وجہ اشتراک تلون ہے۔

الرداء

الرداء وھو مایوضع علی العاتق او بین الکتفین من الثیاب علی ای صفة کان۔ رداء چادر ہے جو کسی صفت و ہیئت کی ہو۔ وہ گردن اور مونڈھے پر رکھی جاتی ہے۔

الرداء کا استعمال

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دعا النبی ﷺ بردائہ فارتدی بہ ثم انطلق یمشی واتبعتہُ انا و زید بن حارثہ حتی جاء البیت الذی فیہ حمزہ فاستأذن فاذنوا لھم۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ نے اپنی رداء مبارک منگائی اسے زیب تن کیا پھر چلے۔ میں اور زید بن حارثہ آپ کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ حتی کہ آپ گھر میں آئے جہاں حمزہ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اجازت طلب کی تو اجازت دی گئی۔ اس حدیث میں رداء کا استعمال مذکور ہے۔

قتادہ رضی اللہ عنہ عن انس قال: قلتُ اَیّ اللباس کان احب واعجب

الی رسول اللہ ﷺ قال: الحبرۃُ۔ (بخاری)

قتادہ رضی اللہ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کون سا لباس محبوب تر تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ حِبَرۃ۔ یعنی یمنی چادر۔

حِبَرۃ ثوب من قطن اوکتان مخطط کان یصنع بالیمن۔ وملاءۃ من الحریر کانت ترتدیھا النساء بمصر حین خروجھن۔ (معجم الوسیط)۔ حبرہ سوتی یا کتانی لکیر دار کپڑا ہے جو یمن میں بنتا ہے۔ اور ریشمی اوڑھنی ہے جسے مصری عورتیں گھر سے باہر نکلتیں تو پہنتی تھیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کان احب الثیاب الی النبی ﷺ ان یلبسھا الحبرۃ۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ کو کپڑوں میں حبرہ کا پہننا زیادہ محبوب تھا۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ان رسول اللہ ﷺ حین تو فی سُجی ببرد حبرۃ۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ کی جب وفات ہوئی تو آپ کو بردحبرہ اوڑھائی گئی۔

محمد بن ہلال فرماتے ہیں رائتُ علی ھشام بن عبدالملک بردالنبی ﷺ من حِبَرۃ لہ حاشیتانِ۔ میں نے ہشام بن عبدالمالک کو دیکھا کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی حبَرۃ مبارک یعنی بردیمنی پہنی ہوئی تھی۔ اور اس چادر کے دونوں طرف حاشیے تھے۔

خلفاء عیدین اور جمعہ وغیرہ ایام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بردیمانی بطور تبرک اور شرف کے پہنتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جارہا تھا اور آپ نے نجرانی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ جس کے کنارے موٹے تھے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک چادر مبارک تھی جسے آپ عیدین کے ایام میں زیب تن فرماتے تھے۔ (الوفا)

الازار کا استعمال

اِزارۃ بند کو کہتے ہیں۔ جو ناف سے ساقین پر باندھا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ قال خباب شکونا الی النبی ﷺ و هو متوسد بردۃ له۔ خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بارگاہ نبوت میں کفار کی ایذاء رسانی کی شکایت کی اس وقت نبی کریم ﷺ اپنی چادر مبارک پر سہارا کئے ہوئے تھے۔ یعنی آپ نے چادر کو بطور تکیہ استعمال فرمایا یہ بھی مسنون ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کنت امشی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علیہ بُرد نجرانی غلیظ الحاشیۃ۔ فادرکہ اعرابی فجبذہٗ بردائہ جبذۃ شدیدۃ حتی نظرت الی صفحۃ عاتق رسول اللہ ﷺ قد اثرت بها حاشیۃ البُرد من شدۃ جبذته ثم قال یا محمد! مُرلی من مال اللہ الذی عندک۔ فالتفت الیه رسول اللہ ﷺ ثم ضحک ثم امر له بعطاء۔ (بخاری)

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پیدل چل رہا تھا اور آپ نے نجرانی چادر زیب تن کی ہوئی تھی۔ جس کے حاشیے موٹے تھے۔ آپ کو ایک بادیہ نشین ملا۔ اس نے آپ کی رداء مبارک کو پکڑ کر سخت جھٹکا دیا۔ اس کے شدید جھٹکے کی وجہ سے میں نے آپ کی گردن مبارک پر چادر کے کنارے کے نشانات دیکھے۔ پھر کہا یا محمد! ﷺ مجھے اللہ کے دیئے ہوئے مال سے کچھ دیں۔ آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے پھر اسے عطیہ دینے کا حکم دیا۔

اس حدیث میں آپ کے حلم کا بیان ہے اور تکلیف، اذی اور زیادتی سے درگذر اور اس پر صبر کا مظاہرہ ہے۔ نیز اس حدیث میں بُرد اور رداء کا استعمال ایک طرح کا بتایا گیا ہے۔ یعنی برد مبارک مونڈھوں پر تھی۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جاء ت أمرۃ ببردۃ۔ قال سهل هل لاتدری ماالبُردۃ قال نعم۔ هی شملۃ منسوج فی حاشیتها قالت یارسول

اللہ انی نسجتُ هذہ بیدی اکسوکها۔ فاخذها رسول اللہ ﷺ محتاجا الیها۔ فخرج الینا وانها لازارہ فجسها رجل من القوم فقال یا رسول اللہ! اکسنیها۔ قال نعم۔ فجلس ماشاء اللہ فی المجلس۔ ثم رجع فطوٰها۔ ثم ارسل الیه۔ فقال له القوم مااحسنتَ سالتها ایاّہ قد عرفتَ انه لایَرُد سائلا۔ فقال الرجل واللہ ماسألتها الالتکون کفنی یوم اموت قال سهل فکانت کفنه۔ (بخاری)

ایک عورت بردہ یعنی چادر لے کر آئی۔ سہل رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ تجھے پتہ ہے کہ بردہ کیا ہوتا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں! وہ ایک شملہ یعنی اوڑھنے کی چادر ہے جس کے حاشیے کمبل کی طرح دوسرے دھاگے سے بُنے جاتے ہیں۔ پھر اس صحابیہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے بُنا ہے کہ آپ اسے زیب تن فرمائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے یہ اس انداز سے لیا کہ آپ کو اس کی ضرورت تھی۔ پھر جب آپ باہر آئے تو وہ بردہ آپ نے بطور ازار یعنی تہ بند باندھا ہوا تھا۔ ایک شخص نے اس بردہ مبارک کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔ عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے پہنائیں گے۔ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ کچھ دیر مجلس میں بیٹھے رہے۔ پھر گھر تشریف لے گئے اس کو اتارا اور لپیٹ کر اس سائل کی طرف بھیج دیا۔ مجلس میں موجود صحابہ کرام نے اسے کہا تو نے اچھا کیا۔ کہ آپ سے یہ بردہ شریف مانگ لیا۔ جبکہ تجھے پتہ ہے کہ آپ کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے۔ اس شخص نے کہا واللہ! میں نے اس لئے سوال کیا تھا کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن بنے۔ سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہی بردہ شریف اس کا کفن بنا۔

اس بردہ شریف کے حاشیے مختلف رنگ کے تھے اور نفیس تھے۔ اس حدیث میں بردہ اور شملہ بطور ازار استعمال ہوئے ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سمعت رسول اللہ ﷺ یقول یدخل الجنۃ من امتی زمرۃ هی سبعون الفاً تضیئ وجوههم اضاء ۃ القمر۔ فقام

عکاشة بن مِحَصَنُ الاسدی یرفع نمرة علیه۔ قال ادع اللہ أن یجعلنی
منهم فقال رسول الله ﷺ سبقك عکاشة۔ (بخاری)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میری امت کی ایک جماعت جنت میں داخل ہوگی وہ ستر ہزار افراد پر مشتمل ہوگی۔ ان کے چہرے چاند کی طرح روشن ہونگے۔ عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ نے اپنی اوپر کی زیبراطرز کی چادر بلند کرتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس زمرہ میں کردے۔ پھر ایک اور انصاری شخص کھڑے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ! دعا فرمائیے کہ مجھے بھی ان سعادت مندوں میں کردے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ عکاشہ تجھ سے سبقت کرگیا ہے۔ اس حدیث میں نمرہ کا ذکر ہے۔

چادر کی مقدار

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی چادر مبارک چار ہاتھ لمبی تھی اور اڑھائی ہاتھ چوڑی تھی اور آپ کے پاس سبز رنگ کا کپڑا تھا۔ جسے وفود کے ساتھ ملاقات کے وقت زیب تن فرماتے تھے۔ (الوفا)

عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جس لباس میں ملبوس ہوکر وفود سے ملاقات کرتے وہ ایک اوپر والی چادر ہوتی اور ایک سبز دھاری دار تہ بند تھا۔ جس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ ایک بالشت ہوتی تھی۔ وہ چادر مبارک آج بھی خلفاء کے پاس ہے۔ جسے وہ عیدین کے ایام میں اوڑھتے ہیں۔ اب وہ بوسیدہ ہوچکی ہے اور اس کی ایک جانب دوسرا کپڑا لگایا گیا ہے۔ (الوفا)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حلہ زیب تن فرمایا ہے۔ واقدی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رداء یعنی چادر مبارک چھ ذراع یعنی ہاتھ اور عرض تین ذراع اور ایک بالشت تھا۔ آپ ازار یعنی تہ بند عمانی سوت کا تھا جس کا طول چار ذراع ایک بالشت اور عرض دو ذراع ایک بالشت تھا۔ آپ نے سرخ حلہ بھی زیب تن فرمایا

ہے۔ (زادالمعاد)۔

حلہ مبارک

الحلّة الثوب الجيّد الجديد غليظا او رقيقا۔ وثوبان من جنس واحد۔
الحُلّة ثلاثة اثواب و قد تكون قميصا وازاراً و رداءً۔ (المعجم الوسيط)۔

(۱)۔ حُلّہ: عمدہ نیا کپڑا خواہ موٹا ہو یا باریک حُلّہ کہلاتا ہے۔

(۲)۔ ایک جنس کے دو کپڑے ہوتے ہیں۔

(۳)۔ حلہ تین کپڑوں پر مشتمل ہے۔ کبھی وہ قمیض، ازار اور چادر پر مشتمل ہوتا ہے۔

حلہ میں شامل چادریں ہوتی ہیں۔ جوہری کہتے ہیں الحلة ازار ورداء ولا تسمى حلة حتى تكون ثوبين۔ حلہ تہ بند اور چادر کو شامل ہے دو چادر سے کم کو حلہ نہیں کہتے۔

عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حلہ یعنی تہ بند اور چادر ستائیس اونٹوں کے عوض خریدا۔

ابوجحفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا وعلیه حُلّةٌ حمراء کانی انظر الی بریق ساقیه۔ قال سفیان اراها حِبرة۔ آپ نے سرخ حلہ مبارک زیب تن کیا ہوا تھا۔ آپ کی دونوں پنڈلیوں کی چمک گویا اب میرے سامنے ہے۔ راوی حدیث سفیان فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں وہ سرخ حُلہ مبارک حبرۃ یعنی بردیمانی کا تھا۔ (ترمذی)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مارأیتُ احداً من الناس احسن فی حلة حمراء من رسول الله ﷺ ان کانت جمته لتضرب قریباً من منکبیه۔
میں نے کبھی کسی سرخ جوڑے والے کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کے بال مونڈھوں کے قریب تک آرہے تھے۔
(ترمذی)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حلہ دو کپڑوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو شخص حدیث

میں وارد حلة الحمراء کے الفاظ سے یہ سمجھتا ہے کہ حلہ بالکل ہی سرخ تھا۔ اسے غلط فہمی ہوئی ہے۔ سرخ حلہ سے مراد دو یمنی چادریں تھیں۔ جن پر عام یمنی چادروں کی طرح سرخ، سیاہ یا سبز خطوط تھے۔

چونکہ ان چادروں میں سرخ، سبز یا سیاہ خطوط ہوتے ہیں اور اُن کے حاشیوں پر سرخ، سبز یا سیاہ رنگ کی پٹی ہوتی ہے۔ اس قسم کی چادروں کو ہندو پاک میں الاچہ کہتے ہیں۔

ایسی چادروں کے حاشیے سرخ ہوتے ہیں اس لئے وہ حلقہ الحمراء کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں۔ کیونکہ بالکل سرخ لباس اسلام میں بڑی شدت سے ممنوع ہے۔ (زادالمعاد)

سراویل یعنی شلوار مبارک

السراویل:۔ لباس یغطّی السرة والرکبتین وما بینهما۔ وہ لباس ہے جو ناف اور دونوں گھٹنوں اور ان کے مابین اعضاء کو مستور کرتا ہے۔ (معجم الوسیط)

شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ ان اوّل من لبس السراویل ابراهیم علیه السلام رواہ ابونعیم۔ (الاصبہانی) سب سے پہلے شلوار ابراہیم علیہ السلام نے زیب تن فرمائی ہے۔ وقیل هذا هو السبب فی کون اول من یُکسی یوم القیامة۔ کماثبت فی الصحیحین من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنهما۔ فلما کان اول من اتخذ هذا النوع من اللباس الذی هواستر للعورة من سائر الملابس جوزی بان یکون اول من یُکسی یوم القیامة۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہی سبب ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو جنت کے لباس میں ملبوس کیا جائے گا۔ اور اسی طرح صحیحین یعنی بخاری اور مسلم میں وارد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ جس شخص نے سب سے زیادہ اس نوع کا لباس زیب تن کیا جو تمام ملبوسات سے زیادہ شرم گاہ کو چھپائے تو اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ یوم قیامت سب سے پہلے جنت کے لباس میں ملبوس کیا جائے۔

چونکہ شلوار شرم گاہ کی زیادہ ساتر ہے اس لئے اس کا پہننا مستحب ہے۔ ترمذی میں مروی ہے۔ سوید بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جلبت انا و مخرمة العبدی بزامن هجر۔ فاتینابه مکة فجاء نا رسول الله ﷺ۔ فساومنا سراویل معنامنه۔ فوزن ثمنه۔ وقال للذی یزن۔ زن۔ وارجح۔ (ابوداؤد)

میں اور مخرمہ عبدی مقام ہجر سے کپڑا لائے اور مکہ مکرمہ میں فروخت کرنے لگے۔ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے ایک شلوار کی قیمت طے کر کے خرید لی۔ قیمت کو وزن کیا گیا۔ آپ نے وزن کرنے والے کو حکم فرمایا کہ اجرت و قیمت کو ذرہ راجح رکھو۔ تاکہ فروخت کرنے والے کو فائدہ ہو۔ (الوفا)۔

اہل علم کا اس بات میں اختلاف ہے۔ آیا رسول اللہ ﷺ نے شلوار زیب تن فرمائی ہے یا نہیں؟ بعض نے وثوق سے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شلوار نہیں پہنی۔ ابویعلی موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بازار گیا۔ آپ بزاز کی دکان پر تشریف لے گئے آپ نے چار درہم کے عوض ایک شلوار خریدی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ شلوار پہنیں گے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ میں سفر میں، حضر میں رات اور دن میں شلوار پہنوں گا۔ اس لئے کہ مجھے حکم ہے کہ ستر پوشی کروں اور شلوار سے زیادہ ساتر کوئی کپڑا نہیں ہے۔ اسی بناء پر شلوار کا پہننا مستحب فعل ہے۔

محدثین کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شلوار خریدی تھی۔ اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہننے کے لئے شلوار خرید فرمائی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شلوار زیب تن فرمائی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی اتباع میں آپ کے اذن سے آپ کے عہد مقدس میں شلوار پہنی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بارش کے روز میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنت البقیع میں بیٹھا تھا۔ ایک عورت گدھے پر سوار وہاں سے گذری۔ گدھے کا مالک بھی ساتھ تھا تو وہ عورت گدھے سے گر گئی۔ رسول کریم ﷺ نے اس طرف سے اپنا رخ انور پھیر لیا۔ موجود صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ عورت شلوار میں ملبوس ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اللھم اغفر للمستورلات من امتی۔

اے اللہ! میری امت کی شلوار پوش عورتوں کو بخش دے۔ (بزار)

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے عن النبی ﷺ قال کان علی موسیٰ علیہ السلام یوم کلمہ ربہ کساء صوف و کمۃ صوف، و سراویل صوف و کانت نعلاہ من جلد حمار میت۔ والکمۃ القلنسوۃ الصغیرۃ۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس روز موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ہم کلام ہوئے۔ تو آپ نے اونی کمبل، چھوٹی اونی ٹوپی اور اونی شلوار زیب تن کی ہوئی تھی۔ اور آپ ﷺ کے نعلین مبارک مردہ گدھے کے چمڑے کے تھے (عمدۃ القاری)۔ خلیفہ راشد سویم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو جس دن شہید کیا گیا تھا اس وقت آپ نے شلوار پہنی ہوئی تھی۔

(مدارج)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں شلوار پہنا کریں۔ خصوصاً جب گھر سے باہر نکلا کریں کہ یہ لباس زیادہ ساتر ہے۔ (مدارج)

زینت وآرائش

احادیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صحابہ کرام کے پاس گھر سے باہر تشریف لاتے تو آپ آراستہ ہو کر آتے تھے۔ یہ آراستگی گھر کی نسبت زیادہ ہوتی تھی۔ اسی مناسبت سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ان اللہ یحب من عبدہ اذا خرج الی اخوانہ أن یتھیاء لھم و یتجمل۔ نہایۃ الارب۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اس روش کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے احباب کے پاس

آئے تو وہ خوبصورت شکل اور آراستہ ہو کر آئے۔

ابوالاحوص الجشمی کے والد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اتیتُ رسول اللہ ﷺ۔ وعلیَّ ثوب دون۔ فقال لی۔ ألك مال۔ قلتُ نعم۔ قال من ایّ المال ء قلتُ۔ من کل المال قد اعطانی اللہ۔ من الابل والبقر والغنم والخیل والرقیق - قال فاذا اتاك اللہ مالاً فلیُرَ اثرُ نعمۃ اللہ علیك و کرامتہ۔ (نسائی)

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبکہ میرا لباس گھٹیا تھا۔ مجھے فرمایا کیا تیرے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کیا۔ جی حضور! ہے۔ فرمایا کون کون سا مال۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر مال عطا کیا ہے۔ یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، گھوڑے اور غلام، ارشاد فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے تجھے مال دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور کرامت کا اثر تجھ پر نظر آنا چاہئے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لباس کی تحسین سے مراد نظافت و پاکیزگی ہے۔ اگر نیا لباس میسر ہو تو اس میں نرمی و باریکی میں مبالغہ نہ کیا جائے۔ عمدہ اور فاخرہ لباس پہن کر نمائش کرنا عجمیوں کی عادت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے لباس میں تعیش سے منع فرمایا ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اتانا رسول اللہ ﷺ زائرًا۔ فرای رجلا شعثا۔ فقال۔ ماکان یجد ھذا مایسکن بہ راسہ۔ ورأی رجلًا علیہ ثیاب و سخۃ۔ فقال۔ ماکان یجدھذا ما یغسل بہ ثوبہ۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس ملنے کے لئے تشریف لائے۔ ایک آدمی کو ژولیدہ سر اور پریشان حال دیکھا۔ فرمایا کہ اس شخص کے پاس کچھ نہیں جس سے اپنی ژولیدہ سری کو سنوار سکے۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا جس کے کپڑے میلے تھے تو فرمایا کہ اس کے پاس کچھ نہیں جس سے اپنے کپڑے دھولے۔

نیا اور عمدہ لباس اس لئے پہننا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اسے اللہ تعالیٰ نے مالی نعمتوں سے نوازا ہے۔ یہ بصورت حال تحدیث نعمت ہے۔ لیکن لباس میں تفاخر و تکبر مذموم فعل ہے۔

ابوالاحوص کے والد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ابصر علیّ رسول اللہ ﷺ یومًا ثیابًا خلقانًا۔ فقال لی۔ ألك مال؟ قلت نعم قال انعم علی نفسك كما انعم الله عليك ۔ قلت ان رجلا مرّبی فقریته فمررت به فلم یُقر بی۔ أفأقرِیه قال نعم ۔ (احمد)

رسول اللہ ﷺ نے ایک دن مجھے پھٹے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو مجھے فرمایا۔ کیا تیرے پاس مال ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی حضور! ہے۔ فرمایا کہ اپنی جان پر نعمت کا اظہار کر۔ جس طرح اللہ تعالی نے تجھ پر انعام کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ایک شخص میرے پاس آیا۔ میں نے اس کی ضیافت کی۔ جب وہ اس کے ہاں گیا تو اس نے میری ضیافت نہیں کی۔ کیا میں اب اس کی ضیافت کروں۔ فرمایا ہاں کر۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن هاتین اللبستین۔ المرتفعة والدون۔ (رزین)

رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کے انداز لباس سے منع فرمایا ہے ایک بھڑ کیلے عمدہ لباس سے اور دوسرے حقیر اور گھٹیا لباس سے۔

جمعہ اور عیدین کا لباس

محمد بن یحیٰ بن عباد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان رسول الله ﷺ قال: وجدتم ماعلی احدکم ان وجدتم۔ أن یتخذ ثوبین یوم الجمعة سوی ثوبیَ مهنة۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم میں سے کسی کے پاس یا تمہارے پاس کچھ ہے تو کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ تم جمعہ کے لئے دو کپڑے بناؤ۔ دو کپڑوں سے پورا لباس ہے اگر پورا لباس میسر نہیں پھر دو کپڑے جمعہ کے لئے مخصوص کرے۔

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کان للنبی ﷺ عمامة سوداء یلبسها فی العیدین و یرخیها خلفه۔ (حاوی للفتاوی)

نبی کریم ﷺ کے پاس سیاہ رنگ کا عمامہ مبارک تھا۔ جسے آپ عیدین کے ایام میں زیب سر کرتے اور اس کا شملہ اپنی پیٹھ پر چھوڑتے تھے۔

سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے ملحان بن ثوبان سے سُنا وہ فرماتے ہیں۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کوفہ میں ہمارے حکمران تھے۔ و کان یخطبنا کل جمعة و علیه عمامة سوداء۔ (بیہقی)۔ وہ ہر جمعہ ہمیں خطاب فرماتے جبکہ سیاہ عمامہ ان کے زیب سر ہوتا۔

ھُشیم بن نسطاس فرماتے ہیں کہ رائتُ سعید بن المسیب یلبس فی الفطر والاضحی عمامة سوداء ویلبس علیها برنساً۔ (ابن سعد)

میں نے سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے ایام میں دیکھا کہ آپ نے سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا اور اس پر برنس زیب سر کیا ہوا تھا۔

دمیاطی نے روایت کیا ہے کہ أنه ﷺ کان یلبس بُردہ الاحمر فی العیدین والجمعة فمحمول علی المخطط بخطوط حمر کما علیه البُرد۔ وللجمع بین الادلة۔ کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سرخ بُرد یمنی عیدین اور جمعہ کے روز پہنا کرتے تھے۔ یہ بُرد سرخ خطوط والی ہوتی تھی جس طرح لفظ بُرد کا مدلول ہے۔ اور ادلہ میں تطابق برد کے اسی معنیٰ کو اختیار کرنے سے ممکن ہے۔

لباس وغیرہ میں البذاذة۔ یعنی شکستہ حالی

قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رائتُ النبی ﷺ و علیه اسمال مُلَيّتَيْنِ کانتا بزعفران و قد نفضته (ترمذی)

میں نے نبی کریم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ پر دو پرانی چادریں تھیں۔ جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں لیکن زعفران کا ان پر اثر نہیں رہا تھا۔

زعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں کے استعمال کی مردوں کے لئے حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے۔ اسی لئے اس حدیث میں اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اس پر زعفران کا

اثر باقی نہیں رہا تھا کہ وہ بوسیدہ ہو چکی تھیں۔ تا کہ ان احادیث میں اختلاف واقع نہ ہو۔

نبی کریم ﷺ کا پرانی دو چادریں پہننا تواضع کی وجہ سے تھا۔ اسی وجہ سے صوفیاء کرام نے شکستگی کی حالت کو اختیار کیا۔ کہ یہ تواضع کی طرف لے جانے والی ہے اور تکبر سے دور کرنے والی ہے۔ اگر یہ مقصود حاصل نہ ہو تو پھر شکستگی کی حالت محمود نہیں ہے۔ بسا اوقات شکستگی کو اظہار کمال کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور زبان حال سے سوال اور بھیک مانگی جاتی ہے۔ شکستہ حالت میں شہرت اور تواضع کے اظہار میں ریا، اور عمدہ لباس میں تکبر و نخوت خطرناک امور ہیں۔ (جمع الوسائل)

ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اَلَا تسمعون اَلَا تسمعون۔ البذاذة من الایمان - ان البذاذة من الایمان۔ (ابوداؤد)۔

کیا تم نہیں سنتے، کیا تم نہیں سنتے۔ کہ شکستہ حالی ایمان کا جزو ہے۔ بیشک شکستہ حالی ایمان کا جزو ہے۔ حرب کہتے ہیں البذاذة القهل و اثاثة الهيئة۔ بذاذت کے معنی بوسیدہ کپڑے پہننا اور شکستہ حالت بنانا ہے۔ (شرح السنة)

فضالة بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کان رسول اللہ ﷺ یأمرنا أن یحتفی احیاناً۔ (احمد)

رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی ننگے پاؤں چلنے کا حکم فرماتے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ من لبس ثوب شهرة فی الدنیا البسه الله ثوب مذلّة یوم القیامة۔ (احمد)

جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز ذلت و رسوائی کا لباس پہنائے گا۔

اگر عمدہ لباس اس نیت سے پہنا جائے کہ اس سے نعمت کا اثر ظاہر ہو۔ یا ہدیہ دینے والے کی دلداری و دل جوئی مطلوب ہو یا کسی قسم کی دینی منفعت اس پر مرتب ہو تو عمدہ اور نفیس لباس پہننا افضل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ستائیس اونٹوں کے عوض ایک حلہ خرید فرمایا اور پہنا۔

عثمان النہدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی کا مراسلہ آیا۔ اس وقت ہم عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں ایران کے شہر آذربائیجان میں تھے لکھا۔

فاتزروا وارتدوا، وافتعلوا، والقوا الخفاف، والقوا السراویلات۔ وعلیکم بلباس ابیکم اسماعیل۔ و ایاکم والثغم وزِیّ العجم۔ وعلیکم بالشمس فانها حمام العرب۔ تمعددوا واخشوشنوا، واخشوشبوا، واخلولقوا، واقطعوا الرکب۔ وانزوا نزوًا وارموا الاغراض۔ (احمد)

اس مراسلہ کا ترجمہ کرنے سے پہلے کچھ امور اور الفاظ کی توضیح ضروری ہے تاکہ مراسلے کے مدلول کو سمجھا جاسکے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس اون کا ایک سیاہ کمبل جس میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ یہی انبیاء کرام علیہم السلام کا لباس ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام گدھوں پر سوار ہوتے اون کا لباس پہنتے اور بکری کا دودھ دوہتے تھے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک دن اون کا موٹا پیوند لگا کمبل اور ایک موٹا تہ بند نکال کر ہمیں دکھایا اور یہ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات انہی دو کپڑوں میں ہوئی تھی۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مقصد آپ کی سادگی، تواضع اور شان فقیری بتلانا تھا اور امت کی تعلیم مقصود تھی اور حق جل شانہ کے اس لطیف خطاب یعنی يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ، يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ میں اشارہ اس طرف ہے کہ بارگاہ الٰہی میں کمبل اور شکستہ حالت غایت درجہ محبوب ہے کہ اس عنوان سے خطاب فرمایا۔

یعنی ازار اور چادر پہنو اور جوتا پہنو اور موزے پھینکو۔ اور شلوار ترک کرو اور اپنے باپ اسماعیل کا لباس اپناؤ۔ عرب میں زمانہ قدیم سے حلہ یعنی چادر اور تہ بند پہننے کا دستور چلا آرہا

تھا اور یہی اسماعیل علیہ السلام کا لباس تھا۔ خلیفہ ثانی نے مسلمانوں کو ایران کے ملبوس کی بجائے اپنے اسلامی قومی لباس کا مراسلے کے ذریعے پابند کر دیا۔ اس میں یہ بھی لکھا کہ لباس میں تنعم، تعیش اور عجمیوں کے لباس سے اجتناب کیا جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے لباس سے منع فرمایا ہے جس سے تکبر، تفاخر اور اسراف مترشح ہوتا ہو۔ نیز غیر مسلم قوم سے لباس میں تشابہ سے منع کیا ہے۔

فرمایا کہ تم سورج کی دھوپ تاپا کرو۔ دھوپ عرب کا حمام ہے۔ نبی کریم ﷺ کے جد اعلیٰ معد کا لباس پہنو۔ کہ وہ موٹا لباس پہنتے تھے۔

لباس موٹا اور کھردار پہنو اور مشقت پر صبر کرو۔ لباس کو بوسیدہ کرو۔ حتی کہ پیوند لگا کر پہنو۔ سواریوں کو دور کرو، یعنی پیدل چلو اور سواری پر کود کر سوار ہو اور نشانہ بازی کرو۔

منقش لباس

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اَنّ النبی ﷺ کان شاکیاً۔ فخرج یتوکأ علی اُسامة و علیه ثوب قِطری قد توشّح به فصلی بهم۔ (شمائل ترمذی)

نبی کریم ﷺ کی طبیعت مبارک ناساز تھی اس لئے حجرہ شریفہ سے اُسامہ رضی اللہ عنہ پر سہارا کئے ہوئے تشریف لائے نبی کریم ﷺ اس وقت ایک یمنی قطری یعنی منقش چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔ پھر صحابہ کو نماز پڑھائی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اَنّ النبی ﷺ خرج متوکأ علی اُسامة و علیه بُردٌ قِطری۔ (احمد)

نبی کریم ﷺ اسامہ بن زید پر سہارا کئے ہوئے تشریف لائے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی اس وقت شاہ خوباں ﷺ نے ایک یمنی منقش رداء یعنی چادر زیب تن کی ہوئی تھی۔

بُردقطری یمنی چادروں کی ایک نوع ہے۔ سوت سے بنتی ہے اس میں سرخ رنگ کے نقش ہوتے ہیں اور موٹی ہوتی ہے۔ یا اعلیٰ قسم کا حلہ ہوتا ہے جو قطر سے منگایا جاتا ہے اور

یہ بحرین کا ایک مقام ہے۔ جس کی طرف منسوب ہے اور حدیث شریف میں وارد لفظ التوشح اصل میں لبس الوشاح ہے۔ عرب کہتے ہیں توشح بثوبه و بسیفهِ۔ یعنی تلوار کو گردن میں لٹکایا۔ یا کپڑے کو بغل سے نکال کر کندھے پر ڈالا یعنی اضطباع کیا۔ جیسے محرم کرتا ہے۔ (منجد)

ملا علی قاری لکھتے ہیں۔ حدیث شریف کا مدلول یہ ہے۔ ادخل الثوب تحت يده اليمنى والقاه على منكبه الايسر كما يفعله المحرم۔ کہ نبی کریم ﷺ نے رداء یعنی چادر مبارک کو اپنے دائیں ہاتھ کے نیچے داخل کیا اور اس کو اپنے بائیں کندھے پر ڈالا۔ جیسے احرام والا کرتا ہے۔ (جمع الوسائل)

عبدالرؤف مناوی نے لکھا ہے۔ اضطباع کی صورت میں بردقطری زیب تن کی ہوئی تھی یا خالف بين طرفيه وربطها بعُنقه آپ نے بردقطری کے دونوں اطراف کو ایک دوسرے کے خلاف کندھوں پر ڈالا اور دونوں کے سروں کو ایک دوسرے سے گردن پر باندھ دیا۔

یہ واقعہ غالباً مرض وفات کا ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں خرج رسول الله ﷺ ذات غداة و عليه مِرط مرحل من شعر اسود۔

ایک صبح رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ نے سیاہ بالوں سے بنا ہوا مرط مرحل یعنی اونٹوں کے پالانوں کی تصاویر والی چادر زیب تن کی ہوئی تھی۔ (مواہب)

رنگدار لباس

سفید لباس

سفید کپڑے تمام رنگ دار کپڑوں سے افضل ہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ سفید کپڑے پہنتے تھے اور انہیں پسند فرماتے تھے۔ ان کے پہننے کی ترغیب فرماتے اور موتی کو ان میں کفنانے کا حکم دیتے تھے۔ اس کے علاوہ یوم احد میں رسول اللہ ﷺ کی نصرت کے لئے جو فرشتے آئے تھے ان کا لباس سفید تھا۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ علیکم بالبیاض من الثیاب فلیلبسھا احیاکم و کفنوا فیھا موتاکم فانھا من خیر ثیابکم۔ تم سفید کپڑے پہننے کا التزام کرو اور تمہارے زندہ اسے پہنیں اور اپنے موتی کو اسی میں کفناؤ۔ اس لئے کہ یہی تمہارے لئے خیر کا حامل لباس ہے۔

سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے أن النبی ﷺ قال: البسوا الثیاب البیض فانھا اطھر و اطیب و کفنوا فیھا موتاکم۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سفید کپڑے پہنو۔ اس لئے کہ یہ زیادہ طاہر اور زیادہ طیب ہیں اور انہیں میں اپنے موتی کو کفناؤ۔

ابو قلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اِن من احب ثیابکم الی اللہ البیاض فصلوا فیھا، و کفنوا فیھا موتاکم۔

تمہارے سفید کپڑے بارگاہ الٰہی میں بہت محبوب ہیں۔ ان ہی میں نماز پڑھو اور ان ہی میں اپنے موتی کو کفناؤ۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رائت رسول اللہ ﷺ یوم احد و معہ رجلان یقاتلان عنہ۔ علیھما ثیاب بیض کاشد القتال۔ ما رایتھا قبلُ

ولا بعد۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو احد کے دن دیکھا کہ آپ کے ہمراہ دو جوان ہیں آپ کی طرف سے لڑ رہے تھے اور انہوں نے سفید لباس ملبوس کیا ہوا تھا۔ میں نے انہیں پہلے اور بعد کبھی نہیں دیکھا۔ اور سعد بن ابراہیم کی روایت میں وہ جبریل و میکائیل ہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ رائتُ بشمال النبی ﷺ و یمینہ رجلین علیھما ثیاب بیض یوم اُحد مارا یتھما قبل ولا بعد۔ (بخاری)۔ میں نے یوم احد نبی کریم ﷺ کے دائیں دو جوانوں کو قتال کرتے دیکھا۔ جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھے میں نے ان کو قبل اور بعد کبھی نہیں دیکھا۔ یہ دونوں جوان جبریل اور میکائیل تھے جو انسانی شکل میں متشکل ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری)

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ انّی لَاحِبُّ اَن انظر الی القاری ابیض الثیاب۔ (موطا)

کہ میں چاہتا ہوں کہ قاری یعنی عالم کو سفید لباس میں ملبوس دیکھوں۔

سرخ رنگ کا لباس

عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رائت رسول اللہ ﷺ بمنٰی یخطب علی بغلۃ۔ و علیہ بردٌ احمر و علیٌّ امامہ یُعبِّر عنہ۔ (ابوداؤد)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو منی میں دیکھا آپ خچر پر سوار ہو کر خطبہ دے رہے تھے اور آپ سرخ رنگ کی چادر میں ملبوس تھے اور علی رضی اللہ عنہ آپ کے آگے موجود تھے اور آپ کی ترجمانی کر رہے تھے۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رائتُ رسول اللہ ﷺ فی لیلۃ اضحیان۔ فجعلتُ انظر الی رسول اللہ ﷺ والی القمر و علیہ حلۃ حمراء۔ فاذا ھو عندی احسن من القمر ۔ (ترمذی)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک چاندنی رات میں دیکھا۔ میں لگا دیکھنے رسول اللہ

ﷺ کو اور چاند کو اس وقت آپ سرخ جوڑے میں ملبوس تھے تو آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

الحرث بن عباد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رائتُ رسول اللہ ﷺ عاصباً راسه بخرقة حمراء۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے سر پر سرخ رنگ کے کپڑے سے پٹی باندھی ہوئی تھی۔ (موطا)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان النبی ﷺ مربوعًا و قد رایته فی حلة الحمراء مارائتُ شیئًا احسن منه۔ (بخاری)۔ نبی کریم ﷺ مربوع تھے یعنی نہ زیادہ دراز قامت اور نہ کوتاہ قامت بلکہ درمیانہ قامت تھے۔ میں نے آپ کو سرخ جوڑے میں ملبوس دیکھا۔ میں نے آپ سے زیادہ حسین کسی شئی کو نہیں دیکھا۔

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مقام الابطح میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ وھو فی قبة حمراء فخرج و علیه جُبّة له حمراء۔ و حُلّة حمراء۔
آپ ﷺ سرخ رنگ کے خیمے میں جلوہ گر تھے۔ آپ باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سرخ رنگ کا جُبہ اور سرخ رنگ کا حُلہ یعنی جوڑا زیب تن کیا ہوا تھا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان رسول اللہ ﷺ یلبس بردہ الاحمر فی العیدین والجمعة۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سرخ چادر مبارک عیدین اور جمعہ کے ایام میں زیب تن کرتے تھے۔

ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہما (امام باقر) سے مروی ہے اَنّ رسول اللہ ﷺ کان یلبس یوم الجمعة بردہ الاحمر ویعتم یوم العیدین۔

رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز اپنی سرخ چادر مبارک زیب تن کرتے اور عیدین کے ایام میں عمامہ مبارک باندھتے تھے۔ صلی اللہ علی حبیبه محمد وآله و بارك وسلم۔

سرخ رنگ لباس کی ممانعت میں وارد احادیث

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان رسول اللہ ﷺ کان یکرہ الحمرة و قال الجنة لیس فیها حمرة۔ رسول اللہ ﷺ سرخ رنگ کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے کہ جنت میں سرخ رنگ نہیں ہے۔

ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان النبی ﷺ کان یحب الخضرة ولا یحب الحمرة۔

نبی کریم ﷺ سبز رنگ کو پسند فرماتے اور سرخ رنگ کو ناپسند کرتے تھے۔

حسن بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان النبی ﷺ قال الحمرة زینة الشیطان و الشیطان یحب الحمرة۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سرخ رنگ شیطان کی زینت ہے اور شیطان سرخ رنگ کو پسند کرتا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں ھذا کله غیر مستقیم الاسناد واکثرھا مراسیل۔ یہ سب سرخ رنگ کی ممانعت میں وارد احادیث کے اسناد غیر مستقیم ہیں اور ان میں سے اکثر مراسیل ہیں۔

اگر کہا جائے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نہی رسول اللہ ﷺ عن المفدم۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے مفدم سے منع فرمایا ہے اس حدیث سے پورے کپڑے کو ایک رنگ میں رنگنا مراد ہے۔ اس کے علاوہ فن حدیث کے لحاظ سے حدیث براء بن عازب کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ (عمدۃ القاری)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مرّ رجل و علیه ثوبان احمران۔ فسلم علی النبی ﷺ فلم یرد علیه۔ (ترمذی)

ایک شخص دو سرخ کپڑوں میں ملبوس آپ کے قریب سے گذرا تو اس نے آپ کو سلام

کہا۔ آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ اس لئے کہ اس نے سرخ لباس پہنا ہوا تھا۔

حریث بن الابج السلیمی فرماتے ہیں کہ بنی اسد کی ایک عورت نے بتایا۔ کہ ایک روز میں زینب زوجہ رسول ﷺ کے پاس تھی۔ ہم ام المومنین کے کپڑوں کو گیرو میں رنگ رہے تھے۔ ہم اس کام میں مصروف تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ تشریف لائے۔ جونہی آپ نے گیرو کو دیکھا تو لوٹ گئے۔ جب زینب رضی اللہ عنہا نے یہ ماجرا دیکھا تو بھانپ گئیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے اس عمل کو ناپسند کیا ہے۔ تو وہ لگی کپڑے دھونے اور تمام سرخی کو چھپا دیا۔ رسول اللہ ﷺ پھر سے آئے اور جھانکا۔ جب کوئی شئی سرخ نظر نہ آئی تو گھر میں قدم میمنت داخل فرمایا۔ (ابوداؤد)

سرخ کپڑا پہننے میں سات قول ہیں

پہلا قول:۔ سرخ کپڑے کا پہننا مطلقاً جائز ہے اس کے قائل صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے علی، طلحہ، عبداللہ بن جعفر، براء بن عازب وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ اور تابعین میں سعید بن المسیب، النخعی، الشعبی، ابوقلابہ، ابووائل اور دوسری جماعت رحمۃ اللہ علیہم۔

دوسرا قول:۔ سرخ کپڑے کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے یہ قول مذکور الصدر احادیث سے ماخوذ ہے۔

تیسرا قول:۔ سرخ رنگا ہوا کپڑا پہننا مکروہ ہے لیکن ہلکا سرخ روا ہے۔ یہ قول عطاء، طاؤس اور مجاہد تابعین سے مروی ہے۔

چوتھا قول:۔ زینت اور شہرت کے ارادے سے سرخ کپڑا کا استعمال مطلقاً مکروہ ہے۔ البتہ گھروں میں اور کام کاج میں روا ہے۔ یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

پانچواں قول:۔ سوت کو بننے سے پہلے سرخ رنگا جائے۔ پھر بُنا جائے۔ تو اس کا استعمال جائز ہے۔ اگر کپڑا بُننے کے بعد سرخ رنگا جائے تب اس کا استعمال ممنوع ہے۔ یہ قول علامہ خطابی کا ہے۔

چھٹا قول:۔ نہی عصفر یعنی زرد رنگ سے خاص ہے اس لئے کہ نہی مُقدّم حدیث میں

وارد ہے۔ اگر کسی اور رنگ میں کپڑا رنگا جائے تو ممنوع نہیں ہے۔

ساتواں قول:۔ نہی ایسے کپڑے کے ساتھ خاص ہے جو پورا سرخ رنگ میں رنگا گیا ہو۔ اگر اس کے ساتھ دوسرا رنگ مثلاً سفید، سبز اور سیاہ دھاری دار ہو۔ تو ممنوع نہیں ہے اور حدیث میں وارد حلۃ الحمراء اسی آخری قول یعنی ساتویں قول پر محمول ہے۔ اس لئے کہ یمانی حلے غالباً دھاری دار سرخ اور دوسرے رنگوں کے ہوتے تھے۔ (عمدۃ القاری)

علامہ حافظ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حلۃ الحمراء یعنی سرخ حلہ زیب تن فرمایا ہے۔ حلہ دو کپڑوں پر مشتمل لباس ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ حلہ حمراء بالکل ہی سرخ تھا۔ اسے غلط فہمی ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے حلہ حمراء سے مراد دو یمنی چادریں ہیں جس پر عام یمنی چادروں کی طرح سرخ اور سیاہ لکیریں تھیں۔ چونکہ ان میں سرخ لکیریں ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ حلۃ الحمراء کے نام سے موسوم کردی گئیں۔ کیونکہ بالکل پورا سرخ لباس تو اسلام میں بڑی شدت سے ممنوع ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں روایت آئی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے گدھوں کی سرخ سرج یعنی زین سے منع فرمایا ہے۔

سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے جسم پر زعفرانی رنگ میں رنگی ہوئی چادر دیکھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیسی چادر ہے جو تم نے اوڑھ رکھی ہے۔ میں نے آپ کی ناراضگی محسوس کرلی۔ میں واپس گھر آیا دیکھا کہ تنور گرم ہو رہا تھا۔ میں نے وہی چادر تنور میں ڈال دی۔ پھر اگلے دن خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ اے عبداللہ! تو نے اس چادر کو کہاں کیا؟۔ میں نے سارا ماجرا عرض کردیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تو نے اسے گھر میں کسی عورت کو کیوں نہ پہنا دیا ہوتا کیونکہ عورتوں کے لئے اس رنگ کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ پر دو معصفر یعنی کسم یعنی معروف پودا۔ میں رنگی ہوئی چادریں دیکھیں تو آپ نے فرمایا

کہ انہیں مت پہنو۔ یہ کفار کا لباس ہے اور مسلم میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لباس کو کُسم کا رنگ دینے سے منع فرمایا ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ کُسم کے رنگ سے کپڑا سرخ رنگ ہو جاتا ہے۔ نیز حدیث کی ایک کتاب میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی سفر میں نبی کریم ﷺ کے رفیق سفر تھے تو آپ نے اُن کے سامان میں چند چادریں دیکھیں۔ جن پر سرخ دھاریاں تھیں آپ نے فرمایا کہ تمہاری سواریوں پر یہ سرخی نہ دیکھوں۔ چنانچہ ہم فوراً تیزی سے اُٹھے حتیٰ کہ ہمارے بعض اونٹ بدکے اور ہم نے تمام سرخ کپڑے اتار لئے۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

سرخ لباس اور اون کے سیاہ رنگ کے لباس کو پہننا بحث طلب امور ہیں۔ ان کی کراہت تو بہت شدید ہے۔ اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ نے گہرا سرخ رنگ پہنا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یقیناً اس سے محفوظ رکھا۔ البتہ حلہ حمراء کے لفظ پر شبہ ہو سکتا ہے۔ (زادالمعاد)

علماء ومحدثین نے حلہ حمراء سے دھاری دار یمنی چادریں مراد لی ہیں۔ ان چادروں میں مختلف رنگ کے خطوط ہوتے تھے۔ ان کے حاشیے سرخ، سبز اور سیاہ ہوتے تھے۔

ہندو پاک میں مستعمل الائچہ کی طرز پر چادریں ہوتی تھیں جو یمن سے آتی تھیں۔ راوی نے انہیں حلہ حمراء سے تعبیر کیا ہے۔

المیثرۃ الحمراء

میثرۃ وثارۃ سے ماخوذ ہے۔ گھوڑے کی زین پر ڈالنے کے گدیلے کو کہتے ہیں۔ منجدؔ
صحیح بخاری میں مروی ہے کہ ابو بُردہ نے علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ ماالمیشرۃ۔ آپ نے جواب فرمایا المیثرۃ کانت النساء تصنعہ لبعولتھن مثل القطائف یُصَفِرّنھ۔ (بخاری)

میثر: گھوڑے کی زین پر ڈالنے کا ایک گدیلا ہے جسے بیگمات اپنے مردوں کے لئے بناتی تھیں۔ وہ مخملی چادر کی طرح ہوتا جسے وہ زرد رنگ میں رنگتی تھیں۔

وہ گھوڑے کی زین پر ڈالا جاتا۔ وہ ریشمی یا اونی ہوتا۔ وہ اہل عجم کی سواریوں پر ریشم یا دیباج سے بنا ہوا استعمال ہوتا تھا ہروی فرماتے ہیں میثرہ ایسا گدیلا ہے جو زین کی شکل کا ہوتا۔ اسے سرخ رنگ میں رنگتے تھے اور اس میں کپاس کی بھرتی ہوتی تھی۔ اسے سوار اونٹ پر اپنے نیچے زین پر رکھتا تھا۔ (عمدۃ القاری)

صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نھانا النبی ﷺ عن المیاثر الحُمر۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ نے گھوڑے کی زین کے سرخ گدیلوں سے منع فرمایا۔

بعض اوقات میثرہ درندوں کے چمڑے سے بنائے جاتے تھے کرمانی فرماتے ہیں کہ درندوں کے یہ چمڑے سے بنے ہوئے گدیلے ممنوع نہیں ہیں یہاں نہی اس لئے ہے کہ اس میں ریشم ہے یا بوجہ اسراف ممنوع ہے یا اس لئے کہ یہ سرکشوں کا لباس ہے اور یا عجم کے کافر اسے استعمال کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری)

ابن بطال فرماتے ہیں کہ ریشمی یا دیباج کا بنا ہوا گدیلا جائز نہیں ہے اور اگر سرخ اون کا بنا ہو تو اس پر سواری کرنا روا ہے۔ ابن وھب فرماتے ہیں امام مالک سے پوچھا گیا ارغوانی گدیلے پر سوار ہونا کیسا ہے فرمایا کہ میں اسے حرام نہیں سمجھتا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ (اعراف:32) اور ارجوان یا ارغوان سرخ رنگ ہے۔ خطابی نے رسول اللہ ﷺ کا قول لاارکب الارجوان۔ نقل کیا ہے یعنی میں ارغوانی گدیلے پر سوار نہ ہوں گا۔ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں اس سے میاثر حمراء مراد تھے۔ جو دیباج اور ریشم سے بنتے ہیں۔ اسی جہت سے نہی وارد ہوئی ہے اس لئے کہ اس میں سفاہت (بیوقوفی) ہے اور یہ مردوں کا پہناوا نہیں ہے۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اَنّ النبی ﷺ قال لاارکب الارجوان، ولاالبس المعصفر ولاالبس القمیص المکفف بالحریر۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ارغوانی رنگ کے گدیلے پر سوار نہ ہوں گا اور کُسم سے

رنگا ہوا کپڑا اور ریشم سے کڑھے ہوئے کفوں والی قمیص نہیں پہنوں گا۔

ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ نھی النبی ﷺ عن خواتیم الذهب والقسّية والميثرة الحمراء المصبغة من العصفر۔ نبی کریم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی قسی کپڑے، سرخ گدیلے جو کسم سے رنگا گیا ہو کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اَمرنا النبی ﷺ بسبع۔ عيادة المريض واتباع الجنائز و تشميت العاطس۔ ونهانا عن لبس الحرير والديباج والاستبرق و مياثر الحُمر۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کے کرنے کا حکم دیا۔ مریض کی مزاج پرسی، جنازے کی اتباع، چھینکنے والے کو جواب دینا اور ریشم و دیباج، استبرق اور سرخ گدیلے کے استعمال سے منع فرمایا۔

بدرالدین عینی لکھتے ہیں باقی چار یہ ہیں۔ داعی کی دعوت قبول کرنا۔ افشاء سلام، مظلوم کی اعانت کرنا، قسم پوری کرنا۔

دیباج باریک ریشم اور استبرق موٹے ریشم کو کہتے ہیں۔ میثرہ کو حُمر سے اس لئے مقید کیا کہ اس سے سرخ رنگ ممنوع ہو جائے۔ اگر ریشم کا بنا ہو تو پھر سرخ اور غیر سرخ بھی ممنوع ہے۔ (عمدۃ القاری)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان النبی ﷺ حج على رَحل رَثٍّ و قطيفةٍ كُنّا نَرَى ثمنها اربعة دراهم۔ فلما استوت به راحلتُه قال لبيك بحجة لا سمعة فيها ولا رياء۔ نبی کریم ﷺ نے ایک بوسیدہ کجاوے پر حج کیا۔ جس پر ایک کپڑا تھا جس کی قیمت ہمارے خیال میں چار درہم ہوگی۔ نبی کریم ﷺ یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! میں حج کے لئے حاضر ہوں اور یہ ریا اور شہرت سے پاک ہے۔

زعفران اور ورس میں رنگے ہوئے کپڑے

قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف لائے ہم نے آپ کے لئے غسل کا پانی مہیا کیا۔ آپ نے غسل فرمایا۔ ہم نے ورس میں رنگا ہوا لحاف آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اسے اوڑھ لیا۔ میں نے ورس کے رنگ کے اثرات آپ کے بطن مبارک کی سلوٹوں میں دیکھے۔

بکر بن عبداللہ المزنی فرماتے ہیں كانت رسول الله ﷺ مِلحفة۔ فاذا دَار على نسائه رَشّها بالماء۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ورس میں رنگا ہوا ایک لحاف تھا۔ جو آپ اپنی ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے تو اس پر پانی چھڑک دیتے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ربما صُبغ لرسول الله ﷺ قميصه وردائه وازاره بزعفران و ورس ثم يخرج فيها۔

بسا اوقات رسول اللہ ﷺ کا قمیص، چادر اور تہ بند کو زعفران اور ورس میں رنگا جاتا۔ پھر یہ زیب تن کر کے آپ باہر تشریف لے جاتے۔

عبداللہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ كان رسول الله ﷺ يصبغ ثيابه بالزعفران قميصه وردائه وعمامتهُ۔

رسول اللہ ﷺ اپنا لباس مبارک یعنی قمیص، چادر اور عمامہ مبارک زعفران سے رنگتے تھے۔

امام جعفر فرماتے ہیں کہ رائتُ رسول الله ﷺ و عليه رداء و عمامة مصبوغين بالعبير۔ والعبير عندهم الزعفران۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف پایا۔ آپ نے عبیر میں رنگے ہوئے چادر اور عمامہ زیب تن کئے ہوئے تھے اور اہل عرب عبیر زعفران کو کہتے ہیں۔

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ كان رسول الله ﷺ يصبغ ثيابه كلها بالزعفران حتى العمامة۔

رسول اللہ ﷺ اپنا تمام لباس حتی کہ عمامہ مبارک زعفران میں رنگتے تھے۔

(نہایۃ الارب)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب الثوب المزعفر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں۔ نھی النبی ﷺ ان یلبس المحرم ثوبا مصبوغا بورس او بزعفران۔

نبی کریم ﷺ نے ورس اور زعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں کو محرم کے لئے ممنوع فرمایا۔

ورس ایک گھاس ہے جو یمن میں پائی جاتی ہے اس سے کپڑوں کو رنگا جاتا ہے اس سے حاصل رنگ زرد ہوتا ہے۔ مُحرم کی قید لگانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ورس میں رنگا ہوا کپڑا محرم کے لئے ممنوع ہے۔ لیکن غیر محرم کے لئے ورس اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا پہننا روا ہے۔

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث سے ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ زعفرانی رنگ کے لباس میں ملبوس تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مشق یعنی گیرو میں رنگے ہوئے کپڑے اور زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ (موطا امام مالک)

معصفر لباس مردوں کے لئے ممنوع ہے

معصفر لباس سے مراد ایسا لباس جو زرد رنگ سے رنگا گیا ہو۔ جس کے استعمال سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس میں مستند احادیث درج ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ نھی عن لبس القسی والمعصفر۔ و عن تختم الذھب و عن قرأۃ القرآن فی الرکوع۔ (موطا)

رسول اللہ ﷺ نے قسی اور معصفر یعنی زرد رنگ کا کپڑا پہننے سے، سونے کی انگوٹھی کے استعمال سے اور رکوع کی حالت میں قرآن حکیم پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں کسم میں رنگی ہوئی چادروں کو مردوں کے

اوڑھنے کو گھر اور اردگرد حرام نہیں سمجھتا لیکن معصفر کپڑا میرے نزدیک نہ پہننا بہتر ہے۔ اس میں حق بات یہ ہے کہ مرد کے لئے معصفر لباس پہننا مکروہ ہے۔

حدیث میں مذکور بعض الفاظ کی تشریح، القسّی۔ عرب میں معروف ایک کپڑا تھا جو مصر میں بنتا تھا جس میں ریشم مخلوط ہوتا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ قَس ایک جگہ ہے جہاں یہ کپڑا بنتا تھا۔ اس کی نسبت سے قسی کہلاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ قز سے بنتا ہے۔ قز ریشم کے کپڑے کو کہتے ہیں۔ قسی اس ریشم سے بنتا ہے جو ریشم کے کیڑے سے حاصل ہوتا ہے۔

امام بغوی فرماتے ہیں۔ قَسی، معصفر لباس، سونے کی انگوٹھی کے استعمال کی نہی مردوں کے ساتھ مخصوص ہے البتہ عورتوں کے لئے ان کا استعمال مباح ہے۔ عائشہ بنت سعد رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں رائتُ ستًا من ازواج النبی ﷺ یلبس المعصفر۔ میں نے چھ ازواج مطہرات کو دیکھا ہے کو معصفر لباس پہنتی ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو معصفر یعنی زرد لباس پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا دعوا ھذہ البراقات للنساء۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ یہ چمکیلے کپڑے عورتوں کیلئے چھوڑ دو۔

صحیفہ صادقہ کی روایت ہے۔ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ھَبَطنا مع رسول اللہ ﷺ من ثنیۃ اذا خر۔ فالتفت الیَّ وعلیّ ریطۃ مفرجۃ معصفر۔ فقال۔ ماھذہ الریطۃ علیك۔ فعرفتُ ماکرہ فاتیتُ اھلی و ھم یسجرّون تنورًا فقذفتھا فیہ۔ ثم اتیتُہ، منَ الغد۔ فقال یا عبداللہ مافعلتَ الریطۃ فاخبرتُہ۔ قال أفلا کسوتھا بعض اھلك۔ فانھا لا بأس بھا للنساء۔ (ابوداؤد)

ثنیہ اذاخر: مکہ کے قریب ایک پہاڑی گھاٹی ہے جو رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز اسی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

الریطہ ایک پاٹ کی چادر۔ یا باریک کپڑا۔

المضرجۃ جس کپڑے کا رنگ پورا نہ ہو بلکہ اس میں پھٹن ہو چزی کی مانند۔ یعنی ہم

رسول اللہ ﷺ کی معیت میں فتح مکہ کے موقع پر ثنیہ اذاخر سے اتر رہے تھے۔ آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور میں نے ایک پاٹ کی چادر جو زرد رنگ میں چنی کی طرح رنگی ہوئی پہن رکھی تھی۔

آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تو نے یہ کیسی چادر پہن رکھی ہے۔ میں آپ ﷺ کی اس سے نفرت کو بھانپ گیا۔ میں اپنے اہل خانہ کے پاس آیا۔ انہوں نے تنور گرم کیا ہوا تھا میں نے اس چادر کو اس تنور میں ڈال دیا۔ وہ جل کر راکھ ہوگئی۔ اگلے دن میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ! چادر کا کیا بنا؟ میں نے آپ ﷺ کو سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے گھر کے کسی فرد کو پہنا دیتا کیونکہ عورتوں کے لئے اس کے پہننے میں مضائقہ نہیں ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ معصفر وہ زرد رنگ کا کپڑا ہے۔ جو بُننے کے بعد زینت اور آرائش کے لئے رنگا جائے۔ اگر بُننے سے پہلے سوت کو رنگا جائے پھر بُنا جائے اور اس میں خوشبو بھی نہ ہو تو بعض اہل علم نے اس کے پہننے کی اجازت دی ہے۔ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رائتُ علی انس بن مالك ثوبین مورّدین قدمسّھا العصفر۔

میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے دو گلابی رنگ کے کپڑے جو عصفر سے رنگے تھے زیب تن کئے ہوئے تھے۔ علماء کی ایک جماعت نے عصفر میں رنگے ہوئے کپڑے کا پہننا مکروہ گردانا ہے۔ البتہ خاکستری رنگ کے کپڑے کا استعمال روا قرار دیا ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لانه لایکون فی المصبوغ بالمَدر الاحمر زینة ولاله رائحة۔ اس لئے کہ مدر احمر یعنی گیرو میں رنگا کپڑا زینت نہیں ہے اور نہ اس میں خوشبو ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ اُنه کان یلبس الثوب بالمشق والمصبوغ بالزعفران (موطا)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مشق یعنی گیرو اور زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ (عبدالرزاق ماخوذ شرح السنۃ)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ رأی رسول اللہ ﷺ علیّ ثوبین معصفرین، فقال امر تك اُمّك بھذا!؟ قلتُ اَغسلُھا یارسول اللہ! قال۔ اَحرِقھا۔ زاد فی روایة من ثیاب الکفار فلاتلبسھا۔ (مسلم)۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دو زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا کیا تجھے تیری ماں نے ان کے پہننے کا حکم دیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اسے دھو ڈالوں۔ فرمایا اسے جلا ڈالو۔ ایک اور روایت میں یہ زیادہ ہے۔ کہ یہ کفار کا لباس ہے اسے مت پہنو۔ (مسلم)

اُمّ خالد بنت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اُتیت رسول اللہ ﷺ مع ابی۔ و علیّ قمیص اصفر۔ فقال رسول اللہ ﷺ سَنَه سَنَه وھی بالحبشة حَسنَه حَسَنه۔ قالت فذھبتُ اَلعَبُ بخاتم النبوة فزجرنی ابی۔ فقال رسول اللہ ﷺ۔ دَعھا۔ ثم قال رسول اللہ ﷺ۔ اَبلی واَخلِقی ثم اَبلی واَخلِقی ثم اَبلی واَخلِقی قال الراوی۔ فبقی حتی دَکنَ۔ (بخاری)

میں اپنے والد کریم کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور میں نے زرد رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سَنَه! سَنَه حبشہ والوں کی زبان میں اس کا معنی ہے۔ حَسَنه! حَسَنه یعنی بہت خوب، بہت خوب۔

ام خالد فرماتی ہیں۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خاتم نبوت سے کھیلنے لگی۔ اس پر میرے والد مکرم نے مجھے جھڑکا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ اسے چھوڑو۔ پھر آپ نے مجھے دعا دی۔ اسے بوسیدہ کرو۔ تین بار فرمایا راویہ فرماتی ہیں کہ وہ لباس باقی رہا حتی کہ اس کا رنگ مٹیالہ ہوگیا۔

سبز لباس

ابو رمثہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رائتُ رسول اللہ ﷺ وعلیہ ثوبان

اخضران۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف پایا۔ آپ ﷺ نے دو سبز کپڑے زیب تن کئے ہوئے تھے۔

شمائل ترمذی میں ابورمثہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے۔

رأیتُ النبی ﷺ و علیہ بُردان اخضران۔ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف پایا تو آپ نے دو سبز مخطط چادریں زیب تن کی ہوئی تھیں۔

نہایہ ابن اثیر میں ہے۔ البرد نوع من الثیاب مخطط معروف۔ بُرد کپڑوں کی ایک معروف مخطط نوع ہے۔ جب بُرد سے مراد خطوط والی چادر ہے تو بُرداں کے بعد اخضران کی قید سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ برد میں سبز خطوط ہیں۔ اگر حدیث میں برد اخضر سے محض سبز چادر مراد ہو تو یہ بُرد نہیں رہے گی۔

رہا ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ اس طرح لفظ کا اپنے ظاہری معنی سے اخراج واقع ہوگا۔ جو بغیر دلیل جائز نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی دلیل صاحب نہایہ کا وہ قول ہے جو برد کے معنی میں پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

ابن بطال فرماتے ہیں سبز کپڑے اہل جنت کا لباس ہیں۔ اس کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے میں کہتا ہوں کہ اسی لئے یہ شرفاء کا لباس ٹھہرا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سبز رنگ سفید سے افضل ہے۔ نیز سبز رنگ نگاہ کیلئے مفید اور دیکھنے میں خوش منظر ہے۔

یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انّ رسول اللہ ﷺ طاف بالبیت مضطبعا ببُردا خضر۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف فرمایا تو آپ نے سبز بُرد یمنی سے اضطباع کیا ہوا تھا۔

سیاہ لباس

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان رسول اللہ ﷺ دخل مکۃ یوم الفتح و

علیہ عمامۃ سوداء۔ (مسلم، ابوداؤد)۔ کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ عمامہ زیب سر کیا ہوا تھا۔

عمرو بن حریث اپنے والد کریم سے روایت کرتے ہیں۔ انّ النبی ﷺ خطب الناس و علیہ عمامۃ سوداء۔ (مسلم، ابوداؤد)

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا تو آپ نے سیاہ عمامہ زیب سر کر رکھا تھا۔

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کان للنبی ﷺ عمامۃ سوداء یلبسھا فی العیدین و یرخیھا خلفہ۔

نبی کریم ﷺ کا ایک سیاہ عمامہ تھا۔ اسے آپ ﷺ عیدین کے ایام میں زیب سر کرتے تھے اور اس کا شملہ پشت پر لٹکاتے تھے۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انّ جبریل نزل علی النبی ﷺ و علیہ عمامۃ سوداء قد ارخی ذوابتہ من ورائہ۔ (طبرانی)

جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اترے۔ تو انہوں نے سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا اور اس کا شملہ اپنی پشت پر لٹکایا ہوا تھا۔

یہ انداز محبت ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادا اپنائی ہے۔ حبیب رب العالمین کی اداؤں کو اپنانا محبت کی علامت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات میں اور مختلف مقامات میں سیاہ عمامہ زیب سر کیا ہے۔

جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی مروی حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ میں داخل ہوتے وقت سیاہ عمامہ زیب سر کیا ہوا تھا اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مشہور قول کے مطابق یہ خطبہ فتح مکہ کے وقت دیا ہے جو کعبہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔ دونوں حدیثوں میں ایک ہی سیاہ عمامہ ہے جس کا نام سحاب ہے اور ابن سعد لکھتے ہیں کہ انّ رایتہ سوداء تسمی

العقاب۔ فتح مکہ کے روز آپ کا جھنڈا سیاہ تھا اور اس کا نام عقاب تھا۔

امام بیہقی نے روایت نقل کی ہے کہ حدیبیہ کے روز رسول کریم ﷺ نے سیاہ عمامہ زیب سر کیا ہوا تھا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ صبغتُ للنبی ﷺ بردة سودا، فلبسها فلما عرق فيها وجد ريح الصوف فقذفها۔ و كان يُعجبه الريح الطيب۔ (ابوداؤد)

میں نے نبی کریم ﷺ کے بُردہ شریف (چادر) کو سیاہ رنگ میں رنگا۔ آپ نے اسے زیب تن فرمایا۔ جب اس سے آپ کو پسینہ آیا تو اس سے اُون کی بو آنے لگی۔ فوراً آپ نے اسے اُتار پھینکا۔ اس لئے کہ آپ کو خوشبو ہی پسند تھی اس چادر مبارک کو اتارنے کی وجہ اون کی بو تھی۔ نہ کہ سیاہ رنگ۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاہ چادر زیب تن فرمائی تو میں نے عرض کیا آپ کے جسد اطہر پر کتنا خوبصورت لگ رہی ہے۔ آپ ﷺ کی رنگت مبارک کی سفیدی چادر کی سیاہی سے اور اس کی سیاہی آپ کی ﷺ سفیدی سے مل کر یوں لگ رہی ہے جیسے سیاہ بادل کے درمیان آفتاب چمک رہا ہو۔ (الوفا)

عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بعث رسول الله ﷺ علی بن ابی طالب الی خيبر فعمه بعمامة سوداء ثم ارسلها من ورائه۔ اوقال علی كتفه اليسری۔ رسول کریم ﷺ نے علی بن ابی طالب کو خیبر بھیجا۔ ان کے سر پر سیاہ عمامہ باندھا۔ اس کا شملہ ان کی پشت پر لٹکایا۔ یا ان کے بائیں کندھے پر لٹکایا۔ (طبرانی)

ابورزین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خطبنا الحسن بن علی رضی الله عنهما و عليه ثياب سود و عمامة سوداء۔ (ابن سعد)

حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ نے سیاہ پوشاک اور سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا۔

رشدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رأنت عبدالله بن الزبير يعتم بعمامة سوداء حرقانية و يرخيها شبرا او اقل من شبر۔

میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ نے سیاہ خاکستری عمامہ پہنا ہوا تھا اور اس کا شملہ ایک بالشت یا بالشت سے کم رکھا تھا۔ (ابن ابی شیبہ)

عاصم کے والد محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن الزبیر کو دیکھا کہ وہ سیاہ عمامہ پہنے ہوئے تھے اور اس کا شملہ پشت پر تقریباً ایک ہاتھ لٹکایا ہوا تھا۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے وہ مقام نخیلہ میں تھے۔ وعليه عمامة سوداء و جبة سوداء و معه عصا سوداء۔ آپ نے سیاہ عمامہ، سیاہ جبہ پہنا ہوا تھا اور اپ کے پاس سیاہ عصا تھا۔ (ابن سعد)

سلمہ بن وردان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رأنتُ علی انس بن مالك رضی الله عنه عمامة سوداء علی غير قلنسوة قد ارخاها من خلفه۔ (ابن سعد)

میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے سیاہ عمامہ ٹوپی کے بغیر پہنا ہوا تھا اور اس کا شملہ پشت پر لٹکایا تھا۔

ملحان بن ثوبان فرماتے ہیں کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کوفہ کے حاکم تھے۔ ہمیں ہر جمعہ خطبہ ارشاد فرماتے اور سیاہ عمامہ آپ کے زیب سر ہوتا۔ (بیہقی)

عیثم بن نسطاس فرماتے ہیں۔ رائتُ سعيد بن المسيّب رحمة الله عليه يلبس فی الفطر والاضحی عمامة سوداء ويلبس عليها برنسًا۔ (ابن سعد)

میں نے سعید بن المسیب کو دیکھا کہ وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے ایام میں سیاہ عمامہ پہنتے تھے اور عمامہ پر برنس بھی پہنتے تھے۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ كانت عمامة جبريل يوم غرق فرعون سوداء۔ (ابن ابی شیبہ)

فرعون کے غرق کے وقت جبریل علیہ السلام نے سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا۔

ام خالد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ أُتي النبی ﷺ بثیاب فیها خمیصة سوداء صغیرة۔ فقال من ترون نکسوا هذه۔ فسکت القوم۔ قال إئتونی بام خالد فأُتی بها۔ تُحمَلُ فاخذ الخمیصة بیده فالبسها وقال ابلی و اخلقی و کان فیها علم اخضر واصفر۔ فقال لام خالد هذا سناه سناه بالحبشة حسن۔

(بخاری)

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کپڑے لائے گئے۔ ان میں ایک چھوٹی سیاہ خمیصہ تھی۔ مجلس میں حاضر صحابہ کرام سے فرمایا۔ بتاؤ میں یہ کسے پہناؤں گا۔ سب خاموش رہے۔ فرمایا اُم خالد کو لاؤ۔ ان کو اٹھا کر لایا گیا۔ اس لئے کہ وہ چھوٹی عمر کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے خمیصہ یعنی کملی کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے پہنا دیا۔ پھر فرمایا کہ پہن کر بوسیدہ کرو۔ اس سیاہ کملی میں سبز یا زرد تصویریں تھیں۔ آپ نے ام خالد کو فرمایا سناہ سناہ۔ حبشہ زبان میں اس کا معنی ہے۔ حَسَن۔ یعنی بہت خوبصورت۔ (بخاری)

اصناف لباس

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکثر اوقات سوتی لباس زیب فرماتے۔ گاہے صوف یعنی اون اور کتان کا لباس بھی پہن لیتے تھے۔ صلت بن راشد، محمد بن سیرین کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے بدن پر صوف کا سیاہ جبہ، صوف کا تہ بند اور صوف کا عمامہ تھا۔ امام محمد بن سیریں کو سخت کوفت ہوئی فرمایا میرا خیال ہے کہ بعض لوگ اون کا لباس پہنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تو یہ لباس پہنا تھا۔ حالانکہ مجھے ایسے شخص نے روایت کی جسے میں جھوٹا نہیں کہہ سکتا۔ کہ نبی کریم ﷺ نے کتان، صوف یعنی اون اور کپاس ہر طرح کا لباس پہنا اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی سنت طیبہ زیادہ قابل اطاعت اور اتباع ہے۔

ابن سیرین کی مراد یہ تھی کہ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ سیاہ لباس مستقل طور پر استعمال کرنا دوسرے ملبوسات سے افضل ہے۔ اسی لئے وہ یہی لباس پہنتے ہیں اور دوسرے لباسوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس طرح وہ صرف ایک لباس اختیار کر لیتے ہیں اور ایسے ایسے رسومات اور مخصوص وضع قطع اختراع کر لیتے ہیں جس کا ترک کرنا موجب معصیت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایک ہی لباس کو لازم کر دینا اور اسی کو درست سمجھنا یہ گناہ ہے۔ جبکہ سب سے بہتر طریقہ نبی کریم ﷺ کا ہے جو مسنون ہے۔ جس کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا۔ ترغیب دی اور خود اس پر مسلسل قائم رہے۔ آپ کا سنت لباس یہ ہے کہ کپاس کا ہو یا صوف یعنی اون کا، یا کتان کا ہو یا کوئی سا۔ جو بھی لباس میسر آئے۔ بشرطیکہ شرعاً روا ہو پہن لیا جائے۔ آپ یمنی چادریں، سبز چادریں، جبہ، قباء، قمیص، شلوار، تہ بند، چادر سادہ، موزہ، جوتا وغیرہ استعمال فرماتے۔ (زادالمعاد۔ شرح شمائل عبدالرؤف مناوی)

عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں۔ اون اور وبر کے ملبوسات گرمی پہنچاتے ہیں اور

حرارت جسمانی کو محفوظ کرتے ہیں۔ کتان ریشم اور سوتی ملبوسات حرارت جسمانی کی حفاظت کرتے ہیں اور گرمی نہیں پہنچاتے۔ کتان کا کپڑا سرد اور خشک ہے اور اونی کپڑا گرم خشک ہے اور کپاس کا کپڑا معتدل ہے اور ریشم کا کپڑا سب سے زیادہ نرم ہے اور کم نقصان دہ ہے۔

اونی لباس

رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات میں اون سے بنے ہوئے کپڑے زیب تن کئے ہیں۔ جن کا بیان احادیث میں آیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کنتُ مع النبی ﷺ فی سفر و علیه جبة من صوف۔ (بخاری)

میں نبی کریم ﷺ کی رفاقت میں ایک سفر میں تھا آپ نے اس وقت اون کا جبہ مبارک زیب تن کیا ہوا تھا۔

ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے ایک موٹے سوت کی یمنی چادر اور پرانا کمبل نکالا۔ اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ان دونوں کپڑوں میں فوت ہوئے۔ (زادالمعاد)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جُعل للنبی ﷺ بردۃ سوداء من صوف فلبسها۔ (شرح السنة)

نبی کریم ﷺ کے لئے اون کی ایک سیاہ چادر تیار کی گئی۔ جسے آپ نے زیب تن فرمایا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کان رسول اللہ ﷺ یرکب الحمار ویلبس الصوف و یجیب دعوۃ المملوك ولقد رایتُه یوم خیبر علی حمار خِطامه من لیفٍ۔ (شرح السنة)

رسول اللہ ﷺ گدھے پر سواری کرتے، اون کا لباس پہنتے، غلاموں کی دعوۃ قبول کرتے۔ میں نے آپ کو یوم خیبر دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار تھے اور اس کی لگام کھجور کے

چھال کی تھی۔

ابو بردہ کے والد ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے کو فرمایا۔ یا بنیّ لو رایتنا و نحن مع رسول اللہ ﷺ واصابتنا السماء۔ و لَحسبتَ اَنّ ریحنا ریح الضان۔ (شرح السنة)

بیٹا! اگر تو ہمیں دیکھتا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں ہوتے اور ہم پر بارش برستی۔ تو ہم سے بھیڑ کی بو محسوس کرتا۔ ان کی مراد یہ ہے کہ ان کا لباس عام طور پر اُونی ہوتا تھا۔

چونکہ عرب میں اون زیادہ استعمال ہوتی تھی۔ غیر زرعی اور غیر صنعتی علاقہ ہونے کی وجہ سے کپاس کی مصنوعات کم یاب تھیں۔ سوتی کپڑے اکثر یمن، مصر اور شام سے آتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اون کا لباس پہنا ہے اور پیوند لگا جوتا اور کھردرا لباس استعمال کیا ہے۔ (الوفا)

ابو یوسف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اون کا لباس زیب تن کرتے۔ اپنے جوتے اور قمیص کو خود پیوند لگاتے تھے۔ (الوفا)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ کان علی موسیٰ یوم کلمه ربه سراویل صوف، وجبة و کساء صوف و کمة صوف و نعلان من جلد حمار میتٍ۔ (ترمذی)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب اپنے رب سے ہم کلام ہوئے تو آپ نے اون کی شلوار اور اون کا جبہ اور کمبل، اون کی ٹوپی اور مردہ گدھے کے چمڑے کا جوتا پہنا ہوا تھا۔ (جمع الفوائد)

مغیرہ بن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ان النبی ﷺ لبس جبة ضیقة الکمین۔

نبی کریم ﷺ نے ایک رومی جبہ زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ جس کی آستین تنگ تھیں۔

بعض روایات میں جبہ شامیہ آیا ہے یہ اون کا تھا اس کے آستین تنگ تھے۔ جبہ معروف ملبوس ہے۔ یہ بظاہر قمیص اور قبا میں شامل ہے۔

کساء اور خمیصہ:۔ کساء: سیاہ اون یا خز کی کمبل ہے اور خمیصہ بھی اون اور خز سے بنتی ہے اس میں نقوش ہوتے ہیں اور کساء یعنی کمبل کو خمیصہ نہیں کہتے اور خمیصہ میں نقوش ریشمی ہوتے ہیں اور یہ بڑے لوگوں کا لباس ہے۔ (عمدۃ القاری) اور انبجانیہ غیر منقش کمبل کو کہتے ہیں۔

خز کا لباس

خز: ریشم اور اون کا بنا ہوا کپڑا، (منجد)، امام بغوی نے لکھا ہے۔ جس کپڑے کا تانہ ریشمی اور بانہ دوسری کسی چیز سے بنا ہو۔ یعنی سوت اور اون سے ریشم مخلوط کر کے کپڑا بُنا جائے اسے خز کہتے ہیں۔ (شرح السنۃ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خز کے کپڑے ملبوس کئے ہیں۔ وہب بن کیسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رأیت ستۃً من اصحاب النبی ﷺ الخز۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے چھ صحابہ کرام کو دیکھا ہے کہ وہ خز کا لباس پہنتے تھے۔ ان کے نام گرامی یہ ہیں۔ سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن عمر، جابر بن عبداللہ، ابوسعید الخدری، ابوھریرہ اور انس رضی اللہ عنہم۔ اور ابوداؤد کی روایت میں بیس سے زیادہ صحابہ کرام نے خز کا لباس زیب تن کیا ہے۔

سلیمان تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رأیت علی انس برنساً اصفر من خز۔

میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے زرد خز کا برنس پہنا ہوا تھا۔

محمد بن زیاد علیہ الرحمۃ فرماتے۔ رأیت علی ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ کساء خز اغبر۔ کساہ ایاہ مروان۔ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے خاکی خز کا کمبل پہنا ہوا تھا۔ انہیں یہ مروان نے پہنایا تھا۔

ہشام بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رایت علی عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ مُطرفًا من خز اخضر۔ کستہُ ایاہ عائشہ۔

میں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ خز کی سبز منقش چادر پہنے ہوئے تھے جو انہیں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے پہنائی تھی۔ (ترمذی)

سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رایت رجلا ببحارا علی بغلۃ بیضاء علیہ عمامۃ خز سوداء۔ فقال کسانیھا رسول اللہ ﷺ۔ (ابوداؤد)

میں نے سفید خچر پر سوار بخارا میں ایک شخص کو دیکھا اس نے خز کا سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ پہنایا ہے۔

ہدایہ میں ہے۔ جس کپڑے کا تانہ ریشم کا ہو اور بانہ غیر ریشم ہو مثلاً سوت وغیرہ۔ کیونکہ صحابہ کرام خز کے کپڑے پہنتے تھے جن کا تانہ صرف خز کا ہوتا تھا۔ (خیر جاری)

خالص خز صحابہ کرام نہیں پہنتے تھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الخزو الحریر۔ ذکر کلاما قال یمسخ منھم أخرین قردۃ و خنازیر الی یوم القیامۃ۔ میری امت میں ایسی اقوام ہونگی جو خز اور ریشم کو حلال قرار دے گی۔ پھر کچھ کلام فرمایا ان میں وہ لوگ قیامت تک بندر اور خنزیر بنتے رہیں گے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے آخر زمانے میں اس امت کی ایک قوم بندر اور خنزیر بن جائے گی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ہونگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

سوتی لباس

قمیص، رداء، ازار اور شلوار عموماً کپاس کے سوت سے بنائے جاتے ہیں۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے۔ القمیصْ لا یکون الّا من القطن واماّ الصوف فلا۔ کہ قمیص کپاس کے سوت سے ہی بنتا ہے اور اون سے نہیں بنتا۔ مگر بہت کم۔

ام سلمۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کان احب الثیاب الی رسول اللہ ﷺ القمیص۔ کہ رسول اللہ ﷺ کو قمیص بہت پسند تھا۔

ملاعلی قاری لکھتے ہیں کہ حدیث مذکور میں وارد قمیص سوتی تھا۔ ان الصوف یوذی البدن ویدر العرق ورأیته یتاذی بھا۔ اس لئے کہ اون جسم کو تکلیف دیتا ہے اور پسینہ لاتا ہے اور اس کی بو ایذاء دیتی ہے اور علامہ دمیاطی نے حدیث روایت کی ہے کان قمیص رسول اللہ ﷺ قطنا قصیر الطول والکمین۔ کہ رسول اللہ ﷺ کی قمیص مبارک سوتی تھی اور اس کی لمبائی کم اور آستین بھی کوتاہ تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کنتُ یومًا امشی مع رسول اللہ ﷺ و علیه بردُ بحرانی غلیظ الحاشیة۔

میں ایک روز رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں پیدل جا رہا تھا اور آپ بحرین میں بنی ہوئی موٹے حاشیے والی چادر زیب تن کئے ہوئے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان احب الثیاب الی رسول اللہ ﷺ یلبسه الحبرة۔

رسول کریم ﷺ کو یمنی منقش چادر کا اوڑھنا کپڑوں میں سے زیادہ پسند تھا۔

الحبرۃ یمنی چادروں کی ایک قسم ہے جس میں سرخ یا نیلے اور سبز خطوط ہوتے ہیں۔ ملاعلی قاری لکھتے ہیں ھی اشرف الثیاب عندھم تُصنع من القطن فلذا کان احب۔ قیل لکونھا خضراء وھی من ثیاب اھل الجنة۔ کہ حبرہ عرب کا عمدہ لباس ہے۔ یہ کپاس کے سوت کا بنتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کو پسند تھا۔ بعض کی رائے ہے کہ سبز رنگ ہونے کی جہت سے آپ کو پسند تھی۔ اہل جنت کا لباس سبز ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ قمیص آپ ﷺ اس وقت زیب تن کرنا پسند کرتے تھے جب آپ خواتین میں ہوتے اور حبرہ یعنی یمنی چادر جب آپ صحابہ کرام کے پاس ہوتے۔ اس لئے کہ عرب کا عموماً یہ دستور تھا کہ وہ تہ بند باندھتے اور اوپر چادر اوڑھتے تھے۔ جس طرح احرام والا پہنتا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام بھی اسی لباس میں ملبوس ہوتے تھے اور قمیص حبرہ یعنی یمنی چادر سے بنائی جاتی تھی۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ ان رسول اللہ ﷺ عمم عبدالرحمٰن بن عوف بعمامة سوداء من قطن۔ (عمدۃ القاری)

رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سیاہ سوتی عمامہ پہنایا۔

عن انس بن مالك رضی الله ان النبی ﷺ متوکأ علی أسامة و علیه بُرد قِطری۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اسامہ رضی اللہ عنہ پر سہارا کئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نے بُردقطری زیب تن کی ہوئی تھی۔ قطر ایک یمنی چادر کی قسم ہے جو کپاس کے سوت سے بنتی ہے۔ منقش ہوتی ہے اور کپڑے کی اس قسم سے گھوڑوں کی جُل بنائی جاتی ہے۔

ابن بطال فرماتے ہیں: البرود ھی برود الیمن تصنع من قطن وھی الحبرات۔ یہ یمنی چادریں سوتی ہیں یہی حبرات ہیں۔ (عمدۃ القاری)

ریشمی لباس اور اس کی حرمت

الحریر الخیط الدقیق تفرزہ دودۃ القز۔ الحریر الصناعی: الیاف تتخذ من عجینة الخشب او نسالة القطن۔ (المعجم الوسیط)

حریر کا معنی ابریشم ہے۔ یعنی وہ باریک دھاگہ ہے جسے ابریشم کا کیڑا خارج کرتا ہے۔ اور مصنوعی ابریشم یہ ہے کہ لکڑی کے گودے اور چھال یا کپاس کے ریشے سے حاصل کیا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حدیث روایت کی ہے کہ ابوعثمان النہدی فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک مراسلہ آیا۔ جبکہ ہم آذربائیجان میں عتبہ بن فرقد کی رفاقت میں تھے۔ مراسلہ میں تحریر تھا۔ اَنّ رسول اللہ ﷺ نھی عن الحریر الاھکذا اواشار باصبعیه اللتین تلیان الابھامَ قال فیما علمنا انه یعنی الاعلام۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے ریشم کے لباس سے منع فرمایا ہے مگر اس قدر آپ نے اپنی اُن دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا کہ جو انگوٹھے سے متصل ہیں۔ یعنی سبابہ اور وسطی۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس سے جو ہم نے سمجھا ہے وہ اعلام یعنی نقوش ہیں۔ جنہیں فقہاء نے جائز قرار دیا ہے وہ ہیں۔ ریشم سے کڑھائی کئے ہوئے نقوش وغیرہ بقدر دو انگل۔ اس سے زیادہ روا نہیں ہیں۔

مرد کے لئے ریشم کی تحریم کی جہت و حکمت میں اختلاف ہے۔ اسراف، دوسری وجہ خیلاء یعنی تکبر اور تیسری وجہ عورتوں کے ساتھ تشبہ ہے۔ اور ابن دقیق العید فرماتے ہیں۔ ریشم کی تحریم کی علت یہ ہے کہ کفار کے ساتھ مشابہت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے لھم فی الدنیا و لنا فی الآخرۃ۔ یعنی کفار کے لئے دنیا میں مفادات ہیں اور ہمارے لئے آخرت کے مفادات ہیں۔ ابن العربی فرماتے ہیں کہ ان جہات میں سب سے زیادہ صحیح جہتِ تحریم سرف یعنی فضول خرچی ہے۔ ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورتوں اور مردوں کے حق میں اسراف ممنوع ہے۔ اس لئے کہ ریشم کا لباس پہننا عورتوں کی زینت ہے۔ شریعت مطہرہ نے عورتوں کو تزئین و آرائش کی اجازت دی ہے جبکہ مردوں کو عورتوں سے مشابہت سے منع فرمایا ہے اور شارع علیہ السلام نے ایسے مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کے ساتھ تشابہ اختیار کرتے ہیں اور یہی حدیث جمہور کی رائے کے لئے حجت اور دلیل ہے۔ کہ ریشم مردوں پر حرام ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اسی پر اجماع منعقد ہوا ہے۔ قاضی ابوبکر بن العربی نے اس مسئلہ پر دس قول نقل فرمائے ہیں۔

پہلا:۔ ریشم کا پہننا مردوں اور عورتوں پر حرام ہے۔ یہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

دوسرا:۔ ریشم کا استعمال سب پر حلال ہے۔ تیسرا:۔ جنگ کے سوا ہر وقت ریشم پہننا حرام ہے۔ چوتھا:۔ سفر کے سواء حرام ہے۔ پانچواں:۔ مرض کے سواء حرام ہے۔ چھٹا:۔ غزوہ کے سواء حرام ہے۔ ساتواں:۔ حرام ہے مگر نقش میں۔ آٹھواں:۔ ریشم اوپر تو پہن سکتے ہیں بطور فرش نہیں۔ نواں:۔ حرام ہے اگرچہ وہ مخلوط ہو۔ دسواں:۔ نماز میں حلال ہے اس کے

بغیر حرام۔ جبکہ ریشم کے سواء کوئی کپڑا نہ ہو۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم کے استعمال سے منع فرمایا ہے مگر بقدر دو، تین یا چار انگل۔ (ابوداؤد، عمدۃ القاری)

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رایت رسول اللہ ﷺ اخذ حریرا فجعلہ فی یمینہ و ذھبا فی شمالہ۔ ثم قال: ان ھذین حرام علی ذکور امتی۔ (ابوداؤد)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ریشم کو اپنی دائیں جانب لیا اور سونے کو اپنی بائیں جانب۔ پھر فرمایا کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حُرِّم لباس الحریر والذھب علی ذکور امتی واُحلّ لاناثھم۔ (ترمذی)

ریشم اور سونے کا لباس میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور ان کی عورتوں پر حلال ہے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَنّ رسول اللہ ﷺ قال انما یلبس الحریر فی الدنیا من لا خلاق لہ فی الآخرۃ۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں ریشم وہی پہنے گا جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے استبرق یعنی ریشم اور سونے کی تاروں سے بنا ہوا کپڑا بازار میں بکتے ہوئے دیکھا تو خرید لیا۔ اور اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ اسے قبول فرمائیں۔ عیدین اور وفود سے ملاقات کے وقت زیب تن فرمایا کریں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا انما ھذہ لباس من لا خلاق لہ۔ یہ وہ لباس ہے جس کا کوئی ثمرہ نہیں ہے۔

اس حدیث کے راوی فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ مشیت الٰہی تک ٹھہرے رہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دیباج یعنی باریک ریشم کا جبہ بھیجا۔ انہوں نے اسے قبول کیا۔ اس کے بعد جبہ شریف کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! استبرق کے بارے میں آپ نے جو کچھ فرمانا تھا فرمایا پھر آپ نے دیباج کا جبہ مجھے بھیجا ہے۔ اس کے استعمال کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا حکم ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ اسے بیچ دو اور اس کی رقم سے اپنی ضرورت پوری کرو۔

دوسری روایت میں ہے۔ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے آل عطارد کے ایک مرد کو دیباج یا ریشم کی قبا پہنے دیکھا۔ تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ﷺ اسے خرید لیتے! آپ ﷺ نے جواب دیا کہ انما یلبس ھذا من لاَ خلاق لہ۔ اسے جو پہنے گا اس کے لئے کوئی ثمرہ نہیں ہے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں کسی نے حلہ سیراء یعنی لکیر دار ریشمی پوشاک ہدیہ کی۔

آپ ﷺ نے وہ قبول فرما کر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا اس کے بارے میں آپ ﷺ کا حکم سن چکا ہوں۔ پھر اسے کیونکر پہنوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تیرے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ تو اسے بیچ کر اپنی ضرورت پوری کر۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک حلہ سیراء یعنی مخطط ریشمی چادریں مسجد نبوی کے دروازے پر بکتی دیکھیں جو خوبصورت اور نفیس تھیں۔ بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر آپ ﷺ خرید لیتے اور جمعہ کے دن اور وفود کی ملاقات کے وقت پہن لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا کہ اسے وہ پہنے گا جسے آخرت میں کوئی ثمرہ نہیں ملے گا۔

اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس حُلے یعنی کپڑوں کے جوڑے آئے تو اُن میں سے

عمر رضی اللہ عنہ کو ایک حلہ عطا فرمایا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے مجھے عطا کیا ہے حالانکہ ان عطارد والے حلے کے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں یہ پہننے کے لئے نہیں دیا۔ تو اس پر انہوں نے اپنے مشرک بھائی کو دے دیا جو مکہ مکرمہ میں رہتا تھا۔ (موطا)۔ اس حدیث میں وارد حلے یعنی کپڑوں کے جوڑے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے۔ ان میں سے اُسامہ بن زید، عمر بن خطاب اور علی رضی اللہ عنہم کو ایک ایک حلہ بھیجا اور فرمایا کہ شقّقھا خمرا بین نسائك۔ یعنی ان کو پھاڑ کر اپنی بیگمات کے لئے خمار بنالو۔ (شرح السنۃ)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو دیکھا۔ وعلیہ قمیص من حریر فخرقہ۔ انہوں نے ریشمی قمیص پہنا ہوا تھا۔ آپ نے اس قمیص کو پھاڑ دیا۔

ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من لبس الحریر فی الدنیا لم یلبسہ فی الآخرۃ۔ فإن دخل الجنۃ ۔ یلبسہ اھل الجنۃ ولم یلبسہ ھو ۔ (ابوداوٗد)

جس شخص نے دنیا میں ریشم پہنا اسے آخرت میں ریشم نہیں پہنایا جائے گا اگر وہ جنت میں داخل ہوا اور اہل جنت نے ریشم پہنا تو اُسے ریشم نہیں پہنایا جائے گا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ لا تلبسوا نساء کم الحریر۔ فإنّ عمر بن الخطاب یقول۔ قال رسول اللہ ﷺ لا تلبسوا الحریر فانہ من لبسہ فی الدنیا لم یلبسہ فی الاخرۃ۔

اپنی عورتوں کو ریشم مت پہناؤ۔ کہ میں نے عمر بن الخطاب کو کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ریشم مت پہنو جو اسے دنیا میں پہنے گا اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا۔

اس حدیث میں وارد کہ عورتوں کو ریشم مت پہناؤ۔ یہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی اپنی رائے ہے۔ جو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث سے استنباط کی ہے اور اس پر

اجماع اس کے برعکس ہے۔ اس لئے کہ عورتوں کے ریشم پہننے کے جواز میں نص وارد ہے۔(شرح السنہ)

ریشم کی مقدار جس کے پہننے کی مردوں کو رخصت ہے

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مقام جابیہ میں خطاب کیا تو فرمایا۔ نهی رسول الله ﷺ عن لبس الحریر الا موضع اصبعین او ثلاث اواربع۔(مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے لیکن دو انگل یا تین انگل یا چار انگل کے برابر۔

قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک، دو تین اور چار انگل کی مقدار کے برابر کپڑے میں ریشمی نقش کی اجازت دی ہوئی تھی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انما نهی نبی الله ﷺ وعن المصمت من الحریر۔ فأمّا العلم من الحریر و سدی الثوب۔ فلا بأس به۔
(شرح السنۃ)

نبی کریم ﷺ نے خالص پورے ریشمی کپڑے پہننے سے منع فرمایا۔ البتہ ریشمی نقش اور کپڑے کے تانے کا ریشمی ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان ابن عمر رضی الله عنه یکرہ اعلام الحریر فی الثیاب۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کپڑے میں ریشمی اعلام یعنی نقوش وغیرہ کو مکروہ گردانتے تھے۔
(احمد)

عبداللہ مولی اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ایک جبہ طیالسہ خسروانہ نکال لائیں۔ اس کی کلی دیباج کی تھی اور اس کے دونوں چاکوں پر دیباج یعنی باریک ریشمی گوٹ لگے ہوئے تھے۔

موصوفہ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ مبارک ہے جو ام المومنین عائشہ رضی اللہ

عنہا کے پاس تھا جب انہوں نے وفات پائی تو وہ جبہ شریف میں نے حاصل کرلیا تھا۔ اس جبہ مبارک کو رسول اللہ ﷺ زیب تن کرتے تھے۔ ہم اسے مریضوں کے لئے پانی میں دھوتے اور اس پانی سے شفا حاصل کرتے تھے۔(زادالمعاد)

بعض مجبوریوں کی وجہ سے ریشم کا استعمال

بعض مجبوریوں کی جہت سے رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو ریشم استعمال کرنے کی رخصت دی ہے۔

عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کو خارش کا مرض لاحق ہوگیا تو انہیں شارع علیہ السلام نے ریشم پہننے کی رخصت دی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں أن النبی ﷺ رخص عبدالرحمٰن بن عوف والزبیر فی قمیص من حریر من حکة کانت بها۔

نبی کریم ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو ریشمی قمیص پہننے کی اجازت عطا فرمائی اس لئے کہ انہیں خارش کا عارضہ تھا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان عبدالرحمٰن بن عوف والزبیر بن العوام شکوا الی النبی ﷺ القمل۔ فرخص لهما فی قمص الحریر فی غزاۃ لهما۔

عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما ایک غزوہ میں تھے انہیں جوئیں پڑ گئیں۔ تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کو جوؤں میں مبتلا ہونے کی شکایت عرض کی۔ تو آپ ﷺ نے انہیں ریشمی قمیص پہننے کی رخصت دی۔(مسلم)

سندس کا لباس

السندس مارق من الدیباج۔ یعنی نہایت باریک و نفیس ریشمی کپڑا (منجد)۔

رسول اللہ ﷺ نے سندس کا لباس پہنا تھا اور منع ہونے پر اس کا استعمال ترک فرما دیا تھا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَهدٰی ملك الروم الی رسول الله ﷺ مُستقةً من سندس فلبسها۔ فکأنّی انظر یدیها تذبذبان ثم بعث بها

الی جعفر فلبسھا ثم جاء ہ فقال النبی ﷺ انی اعطکھا لتلبسھا فقال ما اصنع بھا قال ارسل بھا الی اخیك النجاشی۔ (ابوداؤد)

روم کے بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں سندس کا مستقہ یعنی سندس کی آستین والا پوستین بطور ھدیہ بھیجا۔ آپ نے اسے زیب تن فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے دستہائے مبارک حرکت کر رہے ہیں۔ یعنی وہ خوبصورتی اب بھی میری آنکھوں میں جلوہ کناں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس ملبوس کی سج دھج کو دیکھ کر کہنے لگے یارسول اللہ! کیا یہ ملبوس مبارک آسمان سے اترا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ وماتعجبون منھا۔ اس میں کونسی خوبی ہے جو تمہیں متعجب کر رہی ہے۔ فوالذی نفس محمد بیدہ ان مندیلا من منادیل سعد بن معاذ فی الجنۃ خیر منھا۔

قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جنت میں جو رومال عطا ہوئے ہیں اُن میں کا ہر ایک اس سے بہتر زیادہ خیر کا حامل ہے۔ پھر آپ ﷺ نے سندسی پوستین اپنے عم زاد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا۔ موصوف اسے پہن کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا کہ میں نے تیرے پاس اس لئے نہ بھیجا تھا کہ تم اسے خود پہنو۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اس سے کس طرح فائدہ اٹھاؤں۔ جواب فرمایا کہ اسے اپنے بھائی نجاشی شاہ حبشہ کے پاس بھیج دو۔

علامہ الاصمعی فرماتے ہیں المستقۃ وھی فروۃ طویل الاکمام۔ یعنی لمبی آستین والے پوستین کو مستقہ کہتے ہیں۔ علامہ الخطابی فرماتے ہیں یحتمل ان یکون ھذہ المستقۃ مکففۃ بالسندس لان نفس الفروۃ لایکون سندسًا وھو مارق من الدیباج۔ (تعلیق المحمود)

ممکن ہے کہ اس مستقہ کے کفوں پر سندس کا کام کیا گیا ہو۔ اس لئے کہ پوستین بذات

خود سندس نہیں ہوتا۔ بلکہ چمڑے کا ہوتا ہے اور اس پر ریشم لگی ہوتی ہے اور سندس باریک ریشم ہوتا ہے۔

کپڑوں کو پیوند لگا کر پہننا

کپڑے کو اتنا پہنا جائے کہ وہ پرانا ہو کر پھٹ جائے تو اس کو پیوند لگا کر پہنا جائے۔ یہ مسنون ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یاعائشہ ان اردت اللحوق بی فلیکفیك من الزاد الراکب۔ وایاك و مجالسۃ الاغنیاء ولا لا تستخلقی ثوبا حتی ترقعیہ۔ (ترمذی)

اے عائشہ! اگر تو قیامت میں میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو تجھے دنیا میں اتنا نفقہ مکتفی ہو جائے جتنا ایک راہ گیر سوار کے لئے زاد سفر۔ اور غنی عورتوں کی مجالست سے پرہیز کرو اور کپڑے کو اسقدر استعمال کرو کہ وہ بوسیدہ ہو جائے حتی کہ اسے پیوند لگا کر پہنو۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رایتُ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و ھویومئذٍ امیر المومنین و قد رقع بین کتفیہ برقاع ثلاث۔ یُسدُّ بعضھا فوق بعض۔ (ابوداؤد)

عمر رضی اللہ عنہ جب امیر المومنین تھے تو مجھے آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ملبوس کو تین پیوند لگے تھے اور وہ ایک دوسرے پر پیوست تھے۔

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خطب عمر وھو خلیفۃ و علیہ ازار فیہ اثنتا عشرۃ رقعۃ۔

عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ تھے تو آپ نے خطاب فرمایا۔ اس وقت آپ نے ایک ازار یعنی تہ بند پہنا ہوا تھا۔ جس پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

ریشم کو یا ریشمی کپڑے کو ہاتھ لگا کر دیکھنا

ریشمی کپڑے کو پہنے بغیر ہاتھ لگانا یعنی کپڑے کی نفاست اور لطافت کو ہاتھ لگا کر محسوس کرنا حرام نہیں ہے۔ لیکن ریشمی کپڑے کا پہننا حرام ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان رسول اللہ ﷺ اهدیت له حلة من استبرق فجعل ناس یلمسونها بایدیهم و یتعجبون منها۔ فقال النبی ﷺ تعجبکم هذه واللہ لمنادیل سعد فی الجنة احسن منها۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں استبرق یعنی موٹے ریشم کے حلے یعنی لباس کے جوڑے ہدیہ کے طور پر آئے۔ لوگ ان کی نفاست و لطافت کو دیکھ کر انہیں ہاتھ سے مس کرنے لگے۔ اور ان کی خوبصورتی سے متاثر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان سے متعجب و متاثر ہوا چاہتے ہو۔ واللہ! جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال ان سے زیادہ حسین وجمیل ہیں۔ (بخاری)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں أهدى النبی ﷺ ثوب حریر۔ فجعلنا نَلْبِسه و نتعجب منه فقال النبی ﷺ أتعجبون من هذا قلنا نعم۔ قال منادیل سعد بن معاذ فی الجنة خیر من هذا۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ریشمی کپڑا ہدیہ کے طور پر لایا گیا۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اسے ہاتھ لگایا اور اس کی لطافت و نفاست سے متعجب و متاثر ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمارے تعجب کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا تمہیں اس سے تعجب ہو رہا ہے ہم نے اثبات میں جواب دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بھی زیادہ بہتر ہیں۔

یہ ریشمی کپڑا دومۃ الجندل کے بادشاہ نے نبی کریم ﷺ کو ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تخصیص ان کے سید الانصار ہونے کی جہت سے تھی۔

شاید اس کپڑے کو ہاتھ لگانے والے انصار تھے اور یہ بتانا مقصود تھا کہ آخرت کی نعمتیں

دنیا کی نعمتوں سے اعلیٰ وارفع ہیں۔ (عمدۃ القاری)

ریشم پہننے کی عورتوں کو رخصت ہے

ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اُحِلَّ الذهب والحریر للاناث من امتی و حُرِم علی ذکورها۔ (نسائی)

سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں کے لئے حرام ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا: أنه رأى علی ام کلثوم علیها السلام بنت رسول اللہ ﷺ بردُ حریر سیراء۔ (بخاری)

انہوں نے ام کلثوم علیہا السلام دختر رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ریشمی سیراء چادر پہنی ہوئی تھی۔ سیراء:۔ دھاری دار چادر۔ یا ریشم ملی چادر (منجد)۔

الاصمعی فرماتے ہیں۔ ثیاب فیها خطوط من حریر اوقز۔ "سیراء" وہ کپڑے ہیں جن میں ریشم یا کتان کے خطوط ہوتے ہیں۔ خلیل کہتے ہیں سیراء ثوب مصلع بالحریر۔ سیراء وہ کپڑا ہے جس میں ریشم کی دھاری ہوں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زینب دختر رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ریشم کی سیراء چادر پہنی ہوئی تھی۔ (نسائی)

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسانی النبی ﷺ حلةً سَیراء فخرجتُ فیها فرائتُ الغضب فی وجهه فشققتُها بین نسائی۔ (بخاری)

مجھے نبی کریم ﷺ نے سَیراء پوشاک پہنائی تو میں اسے پہن کر باہر نکلا۔ میں نے آپ کے چہرے پر غصے کے آثار دیکھے۔ تو میں نے اسے پھاڑ کر اپنی خواتین میں تقسیم کر دیے۔ ابوصالح کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے پاس یہ اس لئے نہیں بھیجے تھے کہ تم اسے پہنو۔ بلکہ اس لئے بھیجے تھے کہ تم اس کو پھاڑ کر خمار بنالو۔ اور ان کو فواطیم میں تقسیم کر دو۔ وہ ہیں۔ فاطمۃ الزہراء، فاطمہ بنت اسد والدہ علی رضی اللہ عنہ، فاطمہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہ، فاطمہ زوجہ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہن۔

مہر مبارک

نبی کریم ﷺ کی خاتم یعنی مہر

الخاتم حلقة ذات فصٍّ من غيرها، فإن لم يكن لهافص فهي فتخة۔

خاتم ایسی انگوٹھی کو کہتے ہیں جس میں نگینہ ہو اور وہ اس کی جنس سے نہ ہو۔ اگر اس میں نگینہ نہیں ہے تو وہ فتخہ یعنی چھلا کہلاتا ہے۔ (شرح شمائل)

علامہ زین العراقی فرماتے ہیں خاتم کا استعمال سابقہ امم کی عادت تھی۔ اہل عرب میں متعارف نہ تھی اور اسلام میں اس کا استعمال مسنون قرار پایا۔

رسول اللہ ﷺ نے ابتداء میں انگوٹھی نہیں بنوائی اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی۔ اور نہ زینت و تجمل کے لئے اور نہ مراسلوں پر مہر لگا کر استعمال فرمایا۔ مگر جب معلوم ہوا کہ عجمی بادشاہ بغیر مہر کے مراسلوں کو اہمیت نہیں دیتے۔ تو آپ ﷺ نے ہم عصر بادشاہوں کو تبلیغی مراسلے لکھنے شروع کئے تب ضرورت محسوس ہوئی کہ ان پر مہر ثبت کرنے کے لئے سرکاری مہر بنوائی جائے چنانچہ ماہ ذوالعقدہ ۶ یا ۷ ہجری میں مہر بنوائی گئی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ لما اراد رسول الله ﷺ أن يكتب الى العجم قيل له ان العجم لا يقبلون الا كتابا و عليه خاتم فاصطنع خاتما۔ فكأني انظر الى بياضه في كفه۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے جب اہل عجم کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا آپ سے کہا گیا کہ عجمی بلا مہر خط قبول نہیں کرتے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے مہر بنوائی۔ جس کی سفیدی کی چمک اب بھی میری نگاہ میں پھر رہی ہے۔

اس حقیقت کے اظہار میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث زیادہ واضح ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ارادہ فرمایا کہ اہل عجم کو تبلیغی خطوط لکھیں تو ایک

صاحب جو غالباً قرشی تھے نے انکشاف کیا کہ عجمی بلا مہر خطوط قبول نہیں کرتے۔ اس لئے آپ نے پہلے پہلے لوہے کی مہر بنانے کا حکم دیا۔ مہر تیار ہوئی آپ نے اسے زیب انگشت کیا۔ تو جبریل امین خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ آپ اس کو اپنی انگشت سے دور کردیں آپ نے فوراً انگشتری کو اتار دیا۔ پھر تانبے کی انگشتری بنائی گئی۔ آپ نے زیب انگشت کی پھر جبریل امین آئے۔ اسے بھی دور کرنے کا عرض کیا تو آپ ﷺ نے اسے اُتار دیا۔ تیسری بار چاندی کی انگشتری تیار کی گئی تو آپ ﷺ نے اسے زیب انگشت فرمایا۔ پھر جبریل امین آئے اور اسے برقرار رہنے دیا۔ (ابن عدی۔ جمع الوسائل)۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں كان خاتم النبي ﷺ من ورق و كان فصه، حُبشيّا۔ (ترمذی)۔ نبی کریم ﷺ کی انگشتری چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی تھا۔

حدیث میں لفظ فص سے مراد ہے۔ المراد هنا ماينقش فيه اسم صاحبه۔ (شرح شمائل) یعنی انگشتری کی جس جگہ مالک کا نام نقش کیا جائے۔ وہ جگہ فص کہلاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی خاتم مبارک کا فص حبشی تھا۔ فص کے حبشی ہونے کے معنی یہ ہیں نگینہ کا پتھر حبش سے منسوب ہے اس لئے کہ حبشہ میں اس کی کان تھی بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس خاتم مبارک کا نگینہ عقیق کے پتھر کا تھا۔

جیسا کہ روضہ الاخیار میں مذکور حدیث سے ثابت ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ خاتم پاک کا نگینہ جزع یعنی سفید و سیاہ مہرے کا تھا۔ یا نگینہ حبشی تھا۔ جو بلاد یمن سے لایا گیا تھا کہ اس زمانے میں یمن حبشہ کا ایک صوبہ تھا۔ یا یہ ہے کہ اس نگینہ کا رنگ حبشی تھا یعنی سرخ مائل بہ سیاہی۔ یا اس نگینہ کو تراشنے والا حبشی تھا۔ یا وہ حبشی مصنوعات کی مانند تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ خاتم بغیر نگینے نہیں ہوتی۔ اور نگینہ خاتم کی جنس سے نہیں ہوتا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ کے خاتم کا نگینہ تھا جو نہایت خوبصورت اور قیمتی تھا۔ جو آپ کے منشاء کے مطابق تھا۔ جسے آپ پسند فرمائیں وہ محبوب ہی ہوتا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کان خاتم رسول اللہ ﷺ من فضة فصه منه۔(ترمذی)

رسول اللہ ﷺ کی خاتم مبارک چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی اس سے ہی تھا۔

یہ حدیث بظاہر اس روایت کے منافی ہے جس میں حبشی نگینہ کا ذکر ہے۔بعض محدثین نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دو خاتم یعنی انگشتریاں تھیں۔ایک مہر والی جس سے مراسلوں پر مہر ثبت فرماتے تھے اور دوسری کو پہننے کے استعمال میں لاتے تھے۔یہ بات ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ ان النبی ﷺ اتخذ خاتما من فضة فکان یختم به ولا یلبسه۔ نبی کریم ﷺ نے چاندی کی خاتم یعنی انگشتری بنوائی تھی اس سے مراسلوں پر مہر ثبت فرماتے تھے اور اسے نہیں پہنتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا انگشتری کا پہننا متعدد صحیح روایات سے ثابت ہے اور مختلف اوقات میں مختلف انگشتریوں کا استعمال متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ایک تو نبی کریم ﷺ نے خود بنوائی اس کے بعد ہدیہ میں خدام نے پیش کیں جیسا کہ جمع الوسائل کی مختلف روایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ امام بیہقی وغیرہ کی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی متعدد انگشتریاں تھیں جو مختلف وضع کی بنی ہوئی تھیں۔اس طرح یہ اشکال دور ہو جاتا ہے۔

اس سلسلے میں امام نووی فرماتے ہیں کان له ﷺ فی وقت خاتم فصه منه۔ وفی وقت خاتم فصه حبشی و فی حدیث آخر فصه من عقیق۔

نبی کریم ﷺ کی ایک وقت میں خاتم یعنی انگشتری تھی جس کا نگینہ اسی سے تھا اور دوسرے وقت میں خاتم یعنی انگشتری تھی جس کا نگینہ حبشی تھا۔ایک اور حدیث میں ہے کہ اس کا نگینہ عقیق پتھر کا تھا۔

خاتم مبارک کا نقش

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان نقش خاتم النبی ﷺ محمد

سطر و رسول سطر والله سطر۔(شمائل ترمذی)۔(بخاری)

نبی کریم ﷺ کی انگشتری مبارک کا نقش محمد رسول اللہ تھا اس طرح کہ محمد ایک سطر میں تھا رسول دوسری سطر میں لفظ اللہ تیسری سطر میں۔

علماء نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مہر کے نقش کی کتابت نیچے سے شروع ہو کر اوپر جاتی تھی۔اس طرح کہ اسم جلالت یعنی اللہ اوپر والی تیسری سطر میں اور محمد سب سے نچلی سطر میں۔علامہ اسمٰعیل فرماتے ہیں محمد ایک سطر میں اور دوسری میں رسول اور تیسری میں اللہ۔ اس کی یہ صورت بنے گی۔

اللہ

رسول

محمد

یہ مہر گول تھی اور نیچے سے پڑھی جاتی تھی۔

کامل ابن عدی میں ہے۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ اہل عجم کو مراسلے بھیجیں۔تو آپ ﷺ نے چاندی کی مہر بنوائی اور اسے زیب انگشت فرمایا تو جبریل امین نے اسے قائم رکھا اور نبی کریم ﷺ کو عرض کیا ان ینقش علیه محمد رسول الله۔(الحدیث)۔کہ آپ اس پر محمد رسول اللہ نقش کرائیں۔دار قطنی نے یعلی بن امیة رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں۔انا صنعت للنبی ﷺ خاتما لم یشرکنی فیه احد نقش فیه محمد رسول الله۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی مہر بنائی اس میں میرے ساتھ کوئی اور شریک نہیں تھا اور اس میں محمد رسول اللہ کندہ کیا گیا تھا۔اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مہر کا نقش بھی انہوں نے کندہ کیا ہو۔اگر وہ کندہ کرتے تو فرماتے نقشت۔کہ میں نے نقش کیا،حدیث میں ایسا نہیں ہے۔

طبرانی نے الکبیر میں عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کان فصّ خاتم سلیمان بن داؤد علیهما السلام سماویا۔

فالقی الیه فاخذہ فوضعه فی خاتمه و کان نقشه، انا الله لااله الا انا محمد عبدی و رسولی۔

سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی مہر کا نگینہ آسمانی تھا۔ ان کی طرف گرایا گیا۔ تو انہوں نے اسے لے لیا اور اسے اپنی مہر میں پیوست کر دیا اور اس نگینہ میں نقش تھا۔ انا الله لا اله الا انا محمد عبدی و رسولی۔ اس بحث سے مستفاد ہوتا ہے کہ سید المرسلین امام الاولین والاخر بن محمد رسول الله ﷺ کی مہر مبارک کے نگینہ مبارک میں نقش

الله
رسول
محمد

آسمانی ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کی مہر کا نقش

الله
رسول
محمد

لفظاً اور صورۃً دوسرے لوگوں کی مہر کے نگینے پر نقش کرنا ممنوع ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مہر پر یہ قول نقش کرایا تا کہ آپ ہم عصر ملوک کو بھیجے گئے مراسلوں پر اپنی مہر ثبت فرمائیں۔ اگر کوئی اس جیسی منقوش مہر بنوالے۔ تو اس طرح فساد واقع ہوگا اور امور سرکار میں خلل پڑے گا۔ (طیبی)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان رسول الله ﷺ صنع خاتما من ورق فنقش فیه محمد رسول الله ثم قال لا تنقشوا علیه قال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح و معنی قوله "لا تنقشوا علیه، نهی ان ینقش احد علی خاتمه الله رسول محمد۔ (ترمذی)

رسول الله ﷺ نے چاندی کی مہر بنوائی اس میں الله رسول محمد نقش کیا۔ پھر فرمایا کہ تم

ایسا نقش نہ بنواؤ۔

ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور ارشاد گرامی لا تنقشوا علیه کا معنی یہ ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنی مہر یا انگشتری پر محمد رسول الله نقش نہ کرائے۔

عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان رسول الله ﷺ اتخذ خاتما من فضة و جعل فصه ممایلی کفه و نَقَشَ فیه محمد رسول الله۔ ونهی ان ینقش احد علیه۔ وهو الذی سقط من مُعیقیب فی بئر اریس۔
(شمائل ترمذی)

نبی کریم ﷺ نے ایک چاندی کی مہر بنوائی اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب کیا۔ اس میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا تھا اور لوگوں کو فرما دیا تھا کہ کوئی شخص اپنی مہر پر یہ نقش کندہ نہ کرائے۔ یہ وہی مہر تھی جو معیقیب سے عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیرِ اریس میں گر گئی تھی۔

نبی کریم ﷺ نے اوروں کو اس لئے منع فرمایا تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کمال اتباع میں اگر اپنی اپنی مہروں کے نگینے پر محمد رسول اللہ کندہ کرا لیتے تو نبی کریم ﷺ کی مہر دوسروں کی مہر کے ساتھ مخلوط ہو جاتی۔ معیقیب ایک صحابی تھے جو سرکار دو عالم ﷺ کے زمانے سے مہر مبارک کے محافظ تھے جس وقت سرور عالم ﷺ مہر مبارک زیب انگشت نہ کئے ہوتے اس وقت معیقیب کے پاس محفوظ ہوتی۔ ایسے ہی خلیفہ اول ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں دستور رہا۔ ایسے ہی خلیفہ دوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں رہا۔ اور خلیفہ سوم عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہی صورت رہی۔ اسی دوران ایک دفعہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کو مہر دے رہے تھے یا ان سے لے رہے تھے اس حالت میں مہر گری اور کنویں اریس میں جا پڑی۔

بیر اریس مسجد قباء کے قریب ایک کنواں ہے۔ یہ مہر خلیفہ سوم عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں چھ برس تک ان کے پاس رہی۔ اس کے بعد اتفاق سے اس کنوئیں میں گر

گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر چند اس کنویں میں تلاش کرایا تین دن تک اس کا پانی نکلوایا مگر ملی نہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس مہر کے گرتے ہی وہ فتن وحوادث شروع ہو گئے تھے جو عثمان رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانے میں بکثرت ظہور پذیر ہوئے ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں جدد عثمان خاتماً اخر بعد وقوع ذلک الخاتم فی بیرادیس و نقش علیه ذلک النقش ۔(عمدة القاری)

بیراریس میں خاتم مبارک کے گرنے کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے نئی مہر بنوائی اور اس پر وہی نقش کندہ کرایا۔

سونے کی خاتم یعنی مہر یا انگشتری کا استعمال

امام بغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ سونے کی بنی ہوئی مہر یا انگشتری کا استعمال مردوں پر حرام ہے۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اخذ حریرا فجعله فی یمینه واخذ ذهبا فجعله فی شماله۔ ثم قال۔ اِنَّ هذین حرام علی ذکور امتی ۔(نسائی۔مصنف)

رسول اللہ ﷺ نے ایک ہاتھ میں ریشم اور دوسرے میں سونا لیا۔ پھر فرمایا کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نهی النبی ﷺ عن خاتم الذهب۔

نبی کریم ﷺ نے سونے کی بنی ہوئی مہر اور انگشتری کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث میں وارد نہی صرف مردوں کے حق میں ہے۔ لیکن عورتوں کے لئے سونے کی انگشتری کا استعمال روا ہے۔ اس لئے کہ انہیں سونے کے زیور پہننے کی اجازت ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سونے کی خواتیم یعنی انگشتریاں پہنا کرتی تھیں۔

ابن سعد عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب سے متصلا روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے قاسم بن محمد سے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ لقد رائتُ واللہ عائشة تلبس المعصفر و تلبس خواتیم الذهب۔

میں نے اللہ کی قسم! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ زرد لباس پہنتی تھیں اور سونے کی انگشتریاں زیب انگشت فرماتی تھیں۔ اس روایت کی سند قوی ہے۔

بعض علماء نے عورتوں کے لئے چاندی کی انگشتری کا زیب انگشت کرنا مکروہ گردانا ہے۔ کیونکہ چاندی مردوں کا لباس ہے۔ اگر عورت کو سونا میسر نہ آئے تو چاندی کی خاتم یعنی انگشتری استعمال کر سکتی ہے لیکن اسے زعفرانی وغیرہ رنگ میں ملمع کرالے۔ (شرح السنۃ)

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اتخذ رسول الله ﷺ خاتما من ذهب فکان یلبسه فی یمینه۔ فاتخذ اناس خواتیم من ذهب۔ فطرحه رسول الله ﷺ وقال۔ لاالبسه ابداً فطرح الناس خواتیم۔ (شمائل ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگشتری یا مہر بنوائی جسے اپنے داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اتباع کرتے ہوئے سونے کی انگشتریاں بنوائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد وہ انگشتری اُتار پھینکی اور فرمایا کہ میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا اور صحابہ کرام نے بھی اپنی اپنی انگشتریاں پھینک دیں۔

سونے کا استعمال بطور زیور وغیرہ ابتداء اسلام میں جائز تھا۔ پھر مردوں کے لئے حرام ہو گیا اس کی حرمت پر جمہور کا اتفاق ہے امام نووی نے اس کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے۔
(شرح شمائل)

محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه رأی علی رجل خاتمامن ذهب، فامره ان یُلقیه۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سونے کی انگشتری پہنے دیکھا۔ آپ نے اسے پھینک دینے کا حکم دیا۔ زیاد نے عرض کیا۔ یا امیر المومنین اِن خاتمی من حدید۔ قال۔ ذاك اَنتنُ واَنتنُ۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ اے امیر المومنین میری مہر لوہے کی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بدبودار ہے یہ بدبودار ہے۔ (شرح السنۃ)

ام المومنین عائشہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ قدمت علی النبی ﷺ حلیة

اهداها النجاشي فيها خاتم من ذهب فيه فص حبشي فاخذه بعود معرضا عنه او ببعض اصابعه ثم دعا امامة بنت ابى العاص ابنة ابنة زينب فقال تحلى بهذه يابنية۔(ابوداؤد)

نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ زیور لائے گئے جو نجاشی رضی اللہ عنہ شاہ حبشہ نے بطور ہدیہ بھیجے تھے جس میں سونے کی انگشتری بھی تھی اور اس کا نگینہ حبشی تھا۔ اعراض فرماتے ہوئے آپ نے اسے لکڑی سے یا بعض انگلیوں سے اٹھایا پھر اُمامہ بنت ابی العاص یعنی اپنی نواسی زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی امامہ کو بلایا اور فرمایا اے بیٹا! اسے تم ہی پہنو۔

لوہے کی مہر یا انگشتری

بعض علماء نے لوہے کی مہر یا انگشتری کا استعمال مکروہ قرار دیا ہے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ان النبی ﷺ قال لرجل علیه خاتم من حدید۔ اری علیك حلیة اهل النار فطرحه۔ فقال اتخذه من ورق ولا تتمهُ مثقالا ۔(ابوداؤد)

نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو لوہے کی انگشتری پہنے دیکھا تو فرمایا۔ میں تجھے اہل نار کے زیور پہنے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ تو اس نے یہ سن کر انگشتری کو پھینک دیا۔ پھر آپ نے فرمایا چاندی کی انگشتری بنالو اور اس کا وزن ایک مثقال سے کم رہے۔ یعنی ۸، ۴ گرام۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان النبی ﷺ رأى على بعض اصحابه خاتما من ذهب۔ فاعرض عنه۔ فالقاه واتخذ خاتما من حديد۔ فقال۔ هذا شر ۔ هذا حلية اهل النار فالقاه فاتخذ خاتما من ورق۔ فسكت عنه۔(احمد)

نبی کریم ﷺ نے اپنے کسی صحابی کو سونے کی انگشتری پہنے ہوئے دیکھا آپ نے اس سے رخ انور پھیر لیا۔ تو اس صاحب نے انگشتری کو پھینک دیا۔ پھر اس نے لوہے کی انگشتری بنوائی۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ بدتر ہے۔ یہ اہل نار کا زیور ہے۔ اسے بھی پھینک دیا پھر اس نے چاندی کی انگشتری بنوائی۔ تو آپ اسے دیکھ کر خاموش ہو گئے یعنی

آپ نے اسے جائز قرار دیا۔

بعض علماء نے لوہے کی انگشتری پہننے کو روا کہا ہے۔ وہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ بخاری میں ایک لمبی حدیث منقول ہے کہ آپ نے ایک شخص کو صداق یعنی حق مہر لانے کو فرمایا: اذهب فالتمس ولو خاتما من حديد۔(بخاری)

جا اگرچہ لوہے کی انگوٹھی کیوں نہ ہو ڈھونڈ لا۔

اگر لوہے کی انگوٹھی روا نہ ہوتی تو آپ اسے صداق کے لئے لانے کو نہ فرماتے۔

ابوذباب سے روایت ہے۔ کان خاتم النبی ﷺ من حدید ملوی علیه فضّة و بما کان فی یدی و کان مُعیقیب علی خاتمه ﷺ۔(ابوداؤد)

نبی کریم ﷺ کی انگشتری یا مہر مبارک لوہے کی بنی ہوئی تھی اور اس پر چاندی کی ملمع کاری تھی وہ اکثر میرے ہاتھ میں رہتی تھی اور معیقیب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خاتم مبارک کے محافظ مقرر تھے۔

محض لوہے کی بنی ہوئی انگشتری یا چھلا وغیرہ مکروہ ہے فرمان رسالت مآب کی رو سے اہل نار کا زیور ہے۔ لیکن اگر لوہے پر چاندی کی ملمع کاری کر دی جائے تب کراہت رفع ہو جائے گی۔ اس صورت میں مسنون ہو جائے گی۔

تانبا اور پیتل کی انگشتری یا مہر

بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان رجلا جاء الی النبی ﷺ و علیه خاتم من شبه فقال له مالی اَجد منك ریح الاصنام فطرحه ثم جاء و علیه خاتم من حدید فقال لی اری علیك حُلة اهل النار فطرحه فقال یا رسول الله من ای شئی اتخذه قال اتخذه من ورق ولا تتمه مثقالا ۔

ایک شخص بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا اس نے تانبے کی انگشتری پہنی ہوئی تھی۔ آپ نے اسے فرمایا میں تجھ سے بتوں کی بو محسوس کر رہا ہوں۔ تو اس نے فوراً اتار پھینکی۔ دوبارہ حاضری کا شرف پایا تو اس نے لوہے کی انگشتری پہن رکھی تھی۔ آپ نے

فرمایا کہ میں تجھ پر اہل نار کے زیور دیکھ رہا ہوں۔ پھر اس نے اسے اتار پھینکا عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں کس چیز کی انگشتری بنواؤں۔ آپ نے فرمایا چاندی کی بنواؤ۔ کہ وہ ایک مثقال سے کم ہو۔ مثقال وزن کا پیمانہ ہے جو ابتداء اسلام میں عرب میں مروج تھا۔

اس زمانے میں مروج پیمانے کے مطابق مثقال 4.8 گرام کے برابر ہے۔

(منجد)

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ریح الاصنام اس لئے فرمایا کہ اصنام تانبے یا پیتل کے بنتے ہیں۔

چاندی کی مہر یا انگشتری

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے بادشاہ روم کو مراسلہ لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ کو عرض کیا گیا کہ وہ لوگ آپ کے مراسلے کو ہرگز نہیں پڑھیں گے جب تک وہ مراسلہ مختوم نہ ہوگا۔ تو اس پر آپ ﷺ نے چاندی کی مہر بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ کندہ کرایا۔ گویا میں آپ کے ہاتھ مبارک میں مہر کی سفیدی کی چمک دمک ہنوز دیکھ رہا ہوں۔ (مسلم)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان النبی ﷺ کتب الی کسری و قیصر والنجاشی۔ فقیل له: انهم لا یقبلون کتابا الا بخاتم فصاغ رسول الله ﷺ خاتما حلقته فضة و نقش فیه محمد رسول الله۔ (مسلم)

نبی کریم ﷺ نے ملوک کسری، قیصر اور نجاشی کو خطوط لکھے تو آپ کو بتایا گیا کہ وہ لوگ صرف مہر شدہ خطوط کو قبول کرتے ہیں۔ تو آپ نے مہر بنوائی اس کا حلقہ چاندی کا تھا۔ اور اس میں محمد رسول اللہ نقش کرایا تھا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی مہر بنوائی اور زیب انگشت فرمائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب کیا۔ اور اس میں نقش محمد رسول اللہ کرایا۔ اور حکم دیا کہ کوئی شخص محمد رسول اللہ اپنی مہر پر نقش نہ کرائے۔ یہ وہی مہر مبارک تھی جو معیقیب

رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں بیر اریس میں گر گئی تھی۔ (مسلم)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے پہلے پہلے سونے کی مہر بنوائی۔ اسے اُتار دیا پھر آپ نے چاندی کی مہر بنوائی اس میں محمد رسول اللہ نقش کرایا اور حکم دیا کہ کوئی بھی اس جیسا نقش نہ کرائے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان النبی ﷺ اتخذ خاتما من ذهب کان یجعل فصه فی باطن کفه۔ فطرحه ذات یوم و طرح الناس خواتیمهم ثم اتخذ بعد ذلك خاتما من فضة کان یختم به ولا یلبسه۔

(حدیث صحیح)

نبی کریم ﷺ نے سونے کی مہر بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب کر کے پہنتے تھے۔ ایک دن اسے اتار دیا اور صحابہ کرام نے بھی کمال اتباع میں اپنی اپنی مہریں یا انگشتریاں اتار دیں۔ اس کے بعد آپ نے چاندی کی مہر بنوائی اور اس سے خطوط پر مہر ثبت کرتے تھے اور اسے پہنتے نہیں تھے۔

امام بغوی فرماتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک دن چاندی کی بنی ہوئی مہر دیکھی۔ آپ کی اتباع میں صحابہ کرام نے اپنے لئے چاندی کی مہریں یا انگشتریاں بنوالیں۔

امام بغوی فرماتے ہیں کہ باوجود جواز کے آپ کا چاندی کی مہر کا پھینکنا اور صحابہ کرام نے کمال اتباع میں اپنی اپنی انگشتریوں کا پھینک دینا اس لئے تھا کہ صحابہ کرام میں ان انگشتریوں کی وجہ سے زینت اور خیلاء یعنی عجب و تکبر پیدا نہ ہو جائے۔

ابو ریحانہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سلطان کے ماسواء کو مہر زیب انگشت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ سلطان کے لئے مباح فرمایا ہے کہ ان کو مراسلوں پر مہر لگانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ سلطان کے بغیر کسی کے لئے مہر رکھنا یا پہننا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں محض زینت مقصود ہوتی ہے۔ اور کوئی حاجت و ضرورت نہیں ہوتی۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اتخذ رسول اللہ ﷺ خاتماً من ورق وکان فی یدہ ثم کان بعد فی یدابی بکر ثم کان بعد فی ید عمر ثم کان بعد فی ید عثمان حتی وقع بعد فی بئر اریس نقشه اللہ رسول محمد۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی مہر بنوائی۔ آپ نے اسے زیب انگشت فرمایا بعد میں خلیفہ اول ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زیب انگشت رہی۔ پھر خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی زینت بنی۔ پھر یہی مہر مبارک خلیفہ ثالث عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی زیبائش ہوئی۔ یہاں تک کہ خلافت کے چھ سال گذرنے پر بیر اریس میں گر پڑی۔ اور اس مہر مبارک کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔

انگشتری پہننے کا انداز

انگشتری پہننے کے انداز میں مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں کہ نبی کریم ﷺ دائیں ہاتھ میں انگشتری پہنتے تھے یا بائیں میں۔ امام بخاری اور امام ترمذی وغیرہ کی رائے ہے کہ دائیں ہاتھ میں پہننے کی روایات راجح ہیں۔ بعض علماء نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ اکثر دائیں ہاتھ مبارک میں پہنتے تھے اور گاہے گاہے بائیں ہاتھ میں بھی پہن لیتے تھے۔ علماء کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ انگشتری کون سے ہاتھ میں پہننا افضل ہے۔ خود علماء حنفیہ میں بھی اختلاف ہے بعض نے بائیں ہاتھ میں پہننے کو افضل بتایا ہے اور بعض نے دونوں کو مساوی بتایا ہے۔ امام نووی نے دونوں میں بلا کراہیت جائز ہونے پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔ مالکیہ نے بائیں ہاتھ میں پہننے کو افضل بتایا ہے۔ الغرض احادیث سے دونوں طرح ثابت ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ کی اتباع کی نیت سے عمل کریں تو اس عمل میں حُسن ہے۔ (شرح شمائل)

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان النبی ﷺ کان یلبس خاتمه فی یمینه۔ (شمائل ترمذی)

نبی کریم ﷺ انگشتری دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ علامہ رؤف مناوی نے شرح شمائل کی حدیث مذکور میں وارد لفظ فی یمینه کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ فی یمینه ای فی خنصر یدہ الیمنٰی فالتختم فیها افضل اقتداء به لکونه اکثر احواله ولأن التختم به نوع تکریم و تشریف و تزیین والیمنی بها احق۔ (شرح شمائل) یعنی نبی کریم ﷺ دائیں ہاتھ کی خنصر چھنگلیا میں پہنا کرتے تھے۔ پس اس خنصر میں انگشتری کا زیب انگشت کرنا افضل ہے۔ نبی کریم ﷺ کی اقتداء کے پیش نظر کہ آپ اکثر احوال میں ایسا کرتے تھے کہ انگشتری کا دائیں ہاتھ میں پہننا تکریم، شرف اور زینت کی ایک نوع ہے اور اس لئے دایاں ہاتھ زیادہ حقدار ہے۔

حماد بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی رافع کو دائیں ہاتھ میں انگشتری پہنے دیکھا میں نے آپ سے اس بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن جعفر کو دیکھا کہ آپ نے دائیں ہاتھ میں انگشتری پہنی ہوئی تھی۔ اور عبداللہ بن جعفر نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دائیں ہاتھ میں انگشتری زیب انگشت کرتے تھے۔ (ترمذی)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے داہنے ہاتھ میں انگشتری پہنا کرتے تھے۔ (ترمذی)

محدث ابن جماعۃ فرماتے ہیں کہ اس حدیث اور اس سے پہلی احادیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کونسی انگشت میں انگشتری پہنی تھی۔ لیکن صحیحین میں خنصر یعنی چھنگلیا کی تعیین ہے۔ بلکہ مسلم، ابو داؤد اور ترمذی میں سبابہ اور وسطی میں پہننے کی نہی آئی ہے۔ اور ابہام اور بنصر میں انگشتری پہننا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور نہ صحابہ کرام سے۔ تو خنصر میں پہننا ہی مندوب ہے۔

محدث نووی فرماتے ہیں کہ اجمعوا علی ان السنة للرجل جعله فی خنصره علماء امت کا اجماع ہے کہ مرد کے لئے سنت ہے کہ وہ انگشتری کو خنصر میں پہنے۔ (شرح شمائل مناوی)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کان خاتم النبی ﷺ فی هذه اشار الی خنصره من یده الیسری۔(مسلم)

نبی کریم ﷺ کی مہر مبارک اس میں ہوتی تھی اور آپ کی بائیں ہاتھ کی خنصر کی طرف اشارہ کیا۔

علی رضی اللہ عنہ فرماتے نهانی النبی ﷺ أن اتختم فی الوسطی والتی تلیها۔(مسلم)

نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ میں وسطی اور اس کے ساتھ والی انگلی میں انگشتری پہنوں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان النبی ﷺ یتختم فی یساره و کان فصّه فی باطن کفه۔(ابوداؤد)

نبی کریم ﷺ اپنے بائیں ہاتھ میں انگشتری پہنتے اور اس کا نگینہ ہتھیلی کے اندرونی طرف کرتے تھے۔

محمد بن علی یعنی امام باقر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کان الحسن والحسین رضی الله عنهما یتختمان فی یسارهما۔

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگشتری پہنتے تھے۔(شمائل ترمذی)

ابن حجر جو فن حدیث کے امام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس عنوان پر احادیث پڑھنے سے جو محقق ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اگر انگشتری زینت و آرائش کے ارادے سے پہنی جائے تو دایاں ہاتھ اس کے لئے موزوں ہے۔ اگر مراسلوں وغیرہ پر مہر ثبت کرنا مقصود ہو تو اس کے لئے بایاں ہاتھ موزون ہے۔ اس لئے کہ دائیں ہاتھ سے اسے نکال کر مہر لگانے میں سہولت ہے کہ اس موضوع میں وارد احادیث سے مہر کا دونوں ہاتھوں میں پہننا ثابت ہے۔(شرح شمائل)

صدقہ بن یسار فرماتے ہیں سألتُ سعید ابن المسیب عن لبس الخاتم فقالَ

الْبِسْه واخبر الناس انی افتیتك بذلك۔(موطا)

میں نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے انگشتری پہننے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ پہنو۔ اور لوگوں کو بتاؤ کہ میں یعنی سعید بن المسیب نے اس کے پہننے کا فتویٰ دیا ہے۔

عورتوں کے لئے انگشتری کا استعمال

عورتیں انگشتری زینت کے لئے پہنتی ہیں اور انگشتری عورت کے زیوروں میں سے ایک زیور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اپنی زینت کے اظہار کرنے کی اجازت دی ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں شهدتُ العید مع النبی ﷺ فصلی قبل الخطبة قال ابو عبدالله و زاد ابن وهب عن ابن جریج فاتی النساء فأمرهن بالصدقة فجعلن یلقین الفتخ والخواتیم فی ثوب بلال۔(بخاری)

میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز عید ادا کی۔ آپ نے خطبے سے قبل نماز پڑھی۔ ابن جریج فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ عورتوں کے پاس آئے اور انہیں صدقہ دینے کا حکم دیا۔ اس پر وہ چھلے اور انگشتریاں بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں پھینکنے لگیں۔

فتخ چاندی کے حلقے یعنی چھلے کو کہتے ہیں جس میں نگینہ نہیں ہوتا۔

قلادة۔سخب، قرط اور خرص وغیرہ کا استعمال

قلادۃ ایک ہار ہے جو سونے، چاندی اور لؤلؤ اور جواہر سے بنایا جاتا ہے۔ عورتیں گلے میں پہنتی ہیں۔

سخب بھی ایک ہار ہے۔ جو خوشبودار نبات یعنی لونگ، سکہ، محلب اور طیب سے بنایا جاتا ہے اور اس میں لؤ، لؤ اور جواہر نہیں ہوتے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ کوڑیوں سے بنتا ہے۔

قرط کان میں پہننے کا زیور ہے جو محض سونے اور چاندی سے بنتا ہے یا اس میں لؤلؤ، یاقوت اور اس جیسے قیمتی پتھر لگائے جاتے ہیں۔

خرص سونے یا چاندی کی بالی ہوتی ہے اور اس میں ایک موتی وغیرہ کا دانہ لگا ہوتا ہے۔ جیسے اس زمانے میں مستعمل ٹپس وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو صدقہ دینے کی ترغیب دی تو انہوں نے قرط یعنی بالیاں اور سخاب یعنی ہار بلال رضی اللہ عنہ کی جھولی میں ڈالے۔ (بخاری)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خرج النبی ﷺ یوم عید فصلی رکعتین لم یصل قبل ولابعد، ثم اتی النساء فامرھن بالصدقة فجعلت المرأة تصدق بخرصها و سخابها۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ عید کے روز عیدگاہ تشریف لائے۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی اس سے پہلے اور بعد کوئی نماز نہیں پڑھی پھر عورتوں سے مخاطب ہوئے انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اپنے خرص یعنی بندے اور ہار پیش کئے۔

ایک قلادہ یعنی ہار سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا تھا۔ ایک دفعہ آپ کی بہن ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے پہننے کے لئے مانگ لائیں اور ام المومنین نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھیں ایک غزوہ میں گئیں واپسی کے وقت ان سے وہ ہار گم ہو گیا اور اس کی تلاش میں قافلہ رکا۔ صبح کا وقت آ گیا اور پانی نہ تھا اس وقت تیمم کی آیت نازل ہوئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے تیمم کر کے صبح کی نماز ادا کی اور تمام صحابہ کرام بے حد خوش ہوئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو صدقہ کی ترغیب دی۔ وہ فرماتے میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اپنے کانوں اور گلے کی طرف متوجہ ہوئیں۔ گویا وہ بالیاں اور ہار اتار کر دینے لگیں۔ (ماخوذ از بخاری)

ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے کسی بازار میں گیا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا این لکع یعنی چھوٹا کہاں ہے۔ تین بار دریافت کیا اور فرمایا کہ حسن بن علی کو بلاؤ۔ تو حسن بن علی رضی اللہ عنہما کھڑے ہو کر چلتے تھے اور ان کے گلے مبارک میں سنحاب یعنی ایک خوشبودار ہار تھا۔ تو نبی کریم ﷺ

نے حضرت حسن کا اس طرح ہاتھ پکڑا اور حضرت حسن نے اپنے نانا کریم کا اس طرح ہاتھ پکڑا اور گلے لگا لیا۔ فرمایا اللھم انی أُحبه فاحبه واحب من یحبه۔ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت کر۔ اور اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے (ماخوذ بخاری)

بالوں کی اصلاح اور کنگھی کرنے کا بیان

سراورڈاڑھی کے بالوں کو کنگھی کرنا، ان کو صاف ستھرا رکھنا اوران کا خوبصورت بنانا مسنون عمل ہے۔ اُن کی تزئین وآرائش کرنا مسنون عمل ہے۔ عطاء بن یسار سے روایت مذکور ہے اَن رسول اللّٰہ ﷺ رأی رجلًا ثائر الرأس واللحیة فاشار الیه باصلاح رأسه و لحیته۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے سراورڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپ نے اسے سراورڈاڑھی کے بالوں کی اصلاح کی طرف متوجہ فرمایا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ من کان له شعر فلیکرمه۔
جس شخص کے بال ہیں اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کی اصلاح اور تحسین کا اہتمام کرے۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بال کندھوں تک ہیں۔ کیا میں ان میں کنگھی کروں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں! کنگھی کراور بالوں کو آراستہ کر۔

اس کے بعد ابوقتادہ کبھی ایک دن میں دوبار بالوں کو تیل لگاتے اس جہت سے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا تھا۔ کہ تو بالوں کو آراستہ کر۔ (موطا)

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا۔ جس کے سراورڈاڑھی کے بال پراگندہ تھے۔ آپ نے اسے اشارہ فرمایا کہ تو مسجد سے باہر چلا جا اور اپنے بالوں کو درست کر کے آ۔ وہ شخص بالوں کو درست کر کے واپس حاضر ہوا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا أليس هذا خير من أن ياتی احدکم ثائر الراس کانه شيطان۔

کیا یہ اس صورت سے بہتر نہیں کہ تم میں سے کوئی شخص شیطان کی طرح پراگندہ بال آئے۔ (موطا)

اس سے پتہ چلا کہ مسجد میں بالوں کی آرائش کرنا روا نہیں ہے۔ ابن العربی فقیہ فرماتے ہیں۔ الشعر فی الرأس زینة و ترکه سنة و حلقه بدعة و حالة مذمومة۔ جعلها المصطفی شعارا للخوارج ففی الصحیح عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیه وسلم ذکر قوما یکونون فی امته یخرجون فی فرقة سیماهم التحالق۔

سر کے بال انسان کی زینت ہیں اوران کا رکھنا سنت ہے اوران کا منڈانا بدعت ہے اور مذموم حالت اور شکل ہے۔ ایسی مذموم ھیئت کو محمد مصطفیٰ ﷺ نے خوارج کا شعار بتایا ہے۔ چنانچہ صحیح میں ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک قوم کا ذکر فرمایا اور وہ امت مسلمہ میں سے ہوگی۔ جو ایک گروہ بن کر ابھرے گی۔ سر منڈانا ان کا شعار ہوگا۔ یعنی وہ سر منڈھے ہوں گے۔

نبی کریم ﷺ کے بالوں کی کیفیت وصفت

نبی کریم ﷺ کے مبارک بالوں کی کیفیت اور صفت کے بیان میں مختلف روایات ہیں۔ جو مفصل طور پر احادیث کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ۔ کان شعره ﷺ الی نصف اذنیه۔ کہ آپ کے سر کے بال مبارک کانوں کے نصف تک تھے۔ ان کی دوسری روایت میں ہے کان یبلغ شعره شحمة اذنیه۔ آپ کے سر کے بال مبارک آپ کے کانوں کی لوتک تھے۔

یاد رہے کہ انسان کے سر کے بال تین طرح کے ہوتے ہیں جو ان ناموں سے معروف ہیں پہلا الجُمّة۔ جیم کی پیش اور میم کی تشدید کے ساتھ۔ دوسرا الوفرة واو کی زیر اور فاء کے سکون۔ اور تیسرا اللّمة لام کی زیر اور میم کی تشدید الجمة یعنی سر کے بالوں کا طول مونڈھوں کو چھوئے۔ الوفرة سر کے بال کانوں کی لوتک ہوں۔ اور اللمه یعنی سر کے بال کانوں کی لو سے

زیادہ اور مونڈھوں تک پہنچنے سے کم۔

رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال مبارک اللمہ تھے۔ کانوں سے نیچے ڈھلکتے تھے۔ اور وفرۃ سے کم تھے اور اس سے ذرا سا نیچے مونڈھوں کو نہ چھوتے۔ بلکہ اوپر ہی رہتے۔

رسول اللہ ﷺ کے بالوں کی مختلف صورتیں تھیں

رسول اللہ ﷺ کے بالوں کی کیفیت مختلف اوقات میں اور مختلف حالات میں بدلتی رہتی تھی۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مارأیت من ذی لمة فی حُلة حمراء احسن من رسول اللہ ﷺ له یضرب اشعر یضرب منکبیه بعُید مابین المنکبین لم یکن بالقصیر ولا بالطویل۔ (شمائل ترمذی)

میں نے کسی ذی لمہ کو سرخ جوڑے میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بال مونڈھوں کو چھو رہے تھے۔ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا فاصلہ ذرا چوڑا تھا اور آپ نہ زیادہ کوتاہ قامت اور نہ زیادہ طویل قامت تھے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کان شعر رسول اللہ ﷺ فوق الوفرۃ دون الجمة۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک وفرۃ سے زیادہ اور جمہ سے کم تھے۔ وفرۃ اور جمہ اور لمہ کی توضیح ہو چکی ہے۔

اور ام المومنین کی ایک روایت میں ہے او العکس کے الفاظ مذکور ہیں یعنی آپ کے سر مبارک کے بال کانوں اور مونڈھوں کے مابین تھے اور جب آپ نے حج اور عمرہ کیا تو چھوٹے کرلئے۔ یا حج اور عمرہ کے علاوہ مواقع پر سر کے بال چھوٹے کرائے ہیں۔

ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قدم النبی ﷺ الی مکة وله اربع غدائر تعنی عقائص۔ (ابوداؤد)

نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کی چار غدائر تھیں یعنی غدائر جوڑے۔ (یا زلفیں)

رسول اللہ ﷺ کے سر کے بالوں کے بارے میں چھ روایتیں ہیں۔ ۱۔ کانوں کے نصف تک، ۲۔ کانوں کی لوتک۔ ۳۔ کانوں اور گردن کے مابین۔ ۴۔ مونڈھوں تک مونڈھوں کے قریب قریب۔ ۵۔ آپ کی چار زلفیں تھی۔

علامہ نووی نے ابن بطال کا اتباع کرتے ہوئے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سر کے بالوں سے متعلق روایات میں جو اختلاف بیان ہوا ہے وہ اوقات کے اختلاف اور حالات کے تنوع کی جہت سے ہے۔ ان میں کسی طرح کا تعارض نہیں ہے۔ اس لئے کہ بال بڑھنے والی شئی ہے۔ ایک زمانے میں اگر کان کی لوتک تھے تو دوسرے زمانے میں اس سے زائد۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا حلق یعنی سر مبارک منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے۔ تو جس نے حلق کے قریب کے زمانے کی حالت کو نقل کیا تو اس نے چھوٹے بال نقل کئے اور جس نے حلق کے بعد دیکھا تو اس نے لمہ، وفرۃ جمۃ اور غدائر کے حسین منظر کو نقل کردیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک بار سر مبارک کے بالوں کا قصر یعنی (بال کٹائے) اور چار بار حلق کرایا۔ پہلا حدیبیہ کے موقعہ پر۔ دوسرا عمرۃ القضاء سات ہجری میں۔ تیسرا فتح مکہ کے روز آٹھ ہجری میں۔ چوتھا حجۃ الوداع کے موقع پر۔

اس طرح آپ کے سر کے بالوں کا طول اور قصر زمانے کی مسافت کے اعتبار سے ہوگا۔ سب سے زیادہ حجۃ الوداع کے بعد کا ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے تین ماہ بعد وفات پا گئے تھے۔ (جمع الوسائل)

رسول اللہ ﷺ کے حلق یعنی سر منڈانے کی سنت یہ تھی کہ آپ یا تو سارا سر منڈاتے یا سارا رہنے دیتے۔ اور ایسا نہ کرتے کہ کچھ حصہ منڈا دیں اور کچھ حصہ رہنے دیں۔ حلق راس یعنی سر منڈانا آپ سے صرف قربانی کے موقع پر منقول ہے۔ جس کی تفصیل ما قبل بیان ہو چکی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سر کے بالوں کا قربانی کے وقت منڈانا مسنون عمل ہے اور اس کی عادت بنانا خوارج کا طریقہ اور شعار ہے۔

سر کے بالوں کا قصر یعنی کٹانا اور چھوٹے بال رہنے دینا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور لمہ، وفرۃ، جمہ اور زلفوں کو چار حصوں کی شکل میں رکھنا سنت طیبہ ہے۔

مردوں کے لئے حلق وفرق اور تقزیع کا بیان

مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ نے ملفوظ المخدوم میں بیان فرمایا ہے کہ کتاب متفق میں ہے۔

وخير الرجال بين الحلق۔ من غير تقزيع و بين الفرق۔

یعنی مردوں کو فرق اور حلق میں اختیار ہے سوائے تقزیع کے۔ کہ یہ ممنوع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ سر کے بالوں میں فرق کریں یا حلق اور تقزیع نہ کریں۔

فرق کا معنی مانگ نکالنا اور حلق کا معنی سر منڈانا ہے اور تقزیع کا معنی ہے سر کا بعض حصہ منڈائیں اور بعض کو رہنے دیں۔ یہ بدعت ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ اَنّ رسول الله ﷺ نهى عن القزع۔

رسول اللہ ﷺ نے قزع سے منع فرمایا۔

عبداللہ بن حفص فرماتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ قزع کیا ہے۔ فرمایا: يُحلق بعض رأس الصبى ويترك البعض۔ کہ بچے کے سر کا بعض حصہ حلق کیا جائے اور بعض کو ترک کیا جائے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان النبی ﷺ نهى عن القزع وهوان يحلق رأس الصبى و يترك له ذوابته۔ (ابوداؤد)

نبی کریم ﷺ نے قزع سے منع فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ بچے کے سر کے بال مونڈے جائیں اور اس کی چوٹی چھوڑ دی جائے۔

عبید اللہ بن حفص فرماتے ہیں کہ میں نے سوال کیا کہ قزع کیا ہے۔ فرمایا کہ جب بچے

کا حلق کیا جائے اور کچھ ادھر ادھر بال رہنے دیئے جائیں اور عبید اللہ نے اپنے ماتھے اور سر کے دونوں طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا کہ میں نے پھر سوال دہرایا۔ آپ نے فرمایا اَمّا القصة والقفا للغلام فلاباس بهما۔ کہ پیشانی کے بال ماتھے کے مقابلے کاٹے جائیں اور گردن کی پشت کے بالوں کا کاٹنا لڑکے کے لئے روا ہے۔ لیکن قزع ماتھے کی طرف بال چھوڑ دیئے جائیں اور سر کے باقی حصوں کا حلق کر دیا جائے اور اسی طرح سر میں ادھر ادھر مونڈا جائے اور قزع کی حقیقت یہ ہے کہ بادل کے بکھرے ہوئے ٹکڑے سر میں بالوں کے متفرق ٹکڑوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (شرح السنۃ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان رسول الله رأى غلامًا قد حُلق بعض راسه و تُرك بعضه۔ فنهاهم عن ذلك و قال۔ اما اَن تحلقوا كله و اما ان تتركوا كلّه۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ جس کے سر کا ایک حصہ مونڈا ہوا تھا اور دوسرا حصہ ترک کیا ہوا تھا۔ آپ نے ان کو اس عمل سے منع فرمایا اور فرمایا یا تو پورا پورا سر منڈائیں اور یا پورا پورا ترک کریں۔

سر کے بالوں کا فرق کرنا

رسول اللہ ﷺ ابتداء میں سر کے بالوں کو ایسے ہی چھوڑ دیتے تھے۔ بعد میں آپ نے مانگ نکالنی شروع کر دی۔ اس طرح آپ نے بالوں کے دو حصے کر دیئے۔ (زاد المعاد)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اَنّ رسول الله ﷺ كان يسدل شعره و كان يحب موافقة اهل الكتاب فيما لم يومر فيه۔ و كان اهل الكتاب يسدلون اشعارهم و كان المشركون يفرقون رؤوسهم۔ فسدل رسول الله ﷺ ناصيته۔ ثم فرق بعده۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ ابتداء میں سر کے بالوں کو بغیر مانگ نکالے ویسے ہی چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جن امور میں کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا تو ان امور میں رسول اللہ

ﷺ اہل کتاب کی موافقت کرتے تھے۔ اس وقت صورتحال یہ تھی کہ اہل کتاب اپنے سر کے بالوں کو سدل کرتے تھے اور مشرک اپنے سر کے بالوں میں مانگ نکالا کرتے تھے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنے ناصیہ یعنی مبارک زلفوں کو سدل کرتے تھے۔

اس کے بعد آپ نے سر کے بالوں میں مانگ نکالنا شروع کر دیا۔ سدل کا مطلب یہ ہے کہ سر کے بالوں کو پیچھے کی طرف بغیر مانگ نکالے لٹکا دینا ہے اس صورت میں دو حصے نہ کرتے تھے۔ (زادالمعاد)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ انا فرقت لرسول اللہ ﷺ رأسه۔ صدعتُ فرقه عن یافوخه وارسلتُ ناصیته بین عینیه۔ (ابوداؤد)

میں نے رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کے بالوں میں مانگ نکالی۔ میں نے مانگ کو سر مبارک کی چوٹی میں بالوں کو چیر کر دو حصے کر دیا اور میں نے آپ کی زلفوں کو پیشانی کے مابین لٹکا دیا۔

عقص

مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ کل ماسوی الحلق والفرق فھو عقص والعقص مکروہ و بدعۃ۔

سر کے بالوں کی ہر وہ صورت جو حلق اور فرق کے ماسواء ہے وہ عقص ہے۔ اور عقص مکروہ اور بدعت ہے مزید فرمایا: صورۃ العقص ستۃ۔ احدھا الجعد والثانی ان یشد شعرہ الی قفاہ اوالی وسط الرأس او الی جبھته او الی اذنیه الیمنی او الی اذنیه الیُسری۔ کل ذلك مکروہ اتفاقا فی الصلوٰۃ و غیرھالمخالفۃ السنۃ۔ لان السنۃ الحلق او الفرق و کل ماسوی الحلق والفرق عقص و العقص مکروہ۔

عقص کی چھ صورتیں ہیں پہلی جعد۔ دوسری۔ بالوں کو گدی پر باندھنا۔ تیسری۔ سر کے درمیان باندھنا۔ چوتھی پیشانی کی طرف باندھنا۔ پانچویں۔ دائیں کان کی طرف باندھنا۔

چھٹی بائیں کان کی طرف باندھنا۔

یہ سب صورتیں عقص کی ہیں۔ عقص فقہ کے چاروں مذاہب میں مکروہ ہے۔ اس لئے کہ یہ سنت طیبہ کے خلاف ہے اور سنت یہ ہے حلق یا فرق یعنی مانگ نکالی جائے۔ فرق و حلق کے سواء بالوں کی جو صورت بنائی جائے گی وہ عقص ہے جو مکروہ عمل ہے۔ عہد رسالت میں کسی صحابی نے عقص نہیں کیا ہے۔ اور نہ کسی تابعی نے۔ عقص کی صورت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ باتفاق چاروں مذاہب فقہ بہ جہت مخالفت سنت نماز قبول نہیں ہے البتہ عورتوں کے لئے عقص روا ہے۔ اور ان کے لئے سر منڈانا جائز نہیں ہے۔ اسلئے کہ سر کے بال عورت کی زینت ہیں۔ مشاہدے میں آیا ہے کہ اگر عورتیں سر کے بال منڈایا کریں تو ان کی ڈاڑھی کے بال اگنے لگیں گے۔ اسلئے عورت حج میں حلق کی بجائے قصر کرائے۔ بغیر احرام عورت کو بالوں کا قصر کرانا یعنی بال کاٹنا روا نہیں ہے جس طرح دور حاضر میں عورتیں بال ترشواتی ہیں بُرا عمل ہے۔ اس لئے کہ خلاف شریعت ہے۔

جُمہ رکھنا

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کنت اغتسل انا و رسول اللہ ﷺ من اناء واحد و کان له شعر فوق الجُمة و دون الوفرة۔ (شمائل ترمذی)۔

میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے غسل کرتے تھے۔ آپ کے سر کے بال مبارک جمہ سے اوپر اور وفرۃ سے زیادہ تھے۔

امام بغوی فرماتے ہیں کہ وفرۃ میں سر کے بال کان کی لو تک اور جُمہ مونڈھوں تک اور لِمَہ کہ بال مونڈھوں کو چھوئیں۔

ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قال النبی ﷺ نعم الرجل خُریم الاسدی لولا طول جمته واسبال ازاره، فبلغ ذلك خریما۔ فجعل واخذ شفرة فقطع بھا جمته الی اذنیه و رفع ازاره الی انصاف ساقیه۔ (ابوداؤد)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خریم الاسدی بہت اچھا آدمی ہے بشرطیکہ اس کی

جمہ طویل نہ ہو اور اس کا تہبند لٹکا ہوا نہ ہو۔ یہ فرمان گرامی جب ان کو پہنچا تو انہوں نے ایک تیز چھری لی اور اپنی جمہ کو کاٹ کر کانوں کی لو کے برابر کر دیا اور اپنے تہ بند کو اپنی پنڈلیوں تک کر لیا۔

یہ حکم مردوں کے لئے ہے اور عورتیں۔ فانهن يُرسلن شعورهن لا يتخذن جُمَّة۔ کہ وہ اپنے سر کے بالوں کو ارسال کریں اور اپنے اپنے جمہ کو نہ تراشیں۔

چوٹی رکھنا

بعض لوگ بچے کے سر کے بال مونڈتے ہیں اور اس کے کسی حصے یا عین چوٹی پر بال چھوڑ دیتے ہیں جسے عربی میں ذوائبہ کہتے ہیں عہد رسالت میں لوگ بچوں کے سر پر ذوائبہ چھوڑتے تھے اور اس عہد میں اپنے خاندان کے جداعلیٰ کے نام پر ذوابہ چھوڑتے ہیں۔ اور اس بزرگ کے مزار پر ذوائبہ کٹاتے ہیں اور اس کے ساتھ بکرا وغیرہ جانور ذبح کرتے ہیں۔ یہ سراسر ممنوع ہے۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ أتيت النبي ﷺ ولي شعر طويل، فلما رآني النبي ﷺ قال ذباب، ذباب۔ قال فرجعت فجززته، ثم اتيتهُ من الغد فقال انى لم أعِنتكَ و هذا احسن۔ قيل الذباب الشوم۔

میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے بال لمبے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا ذباب ذباب۔ فرماتے ہیں کہ میں واپس آیا اور ان بالوں کو کاٹ دیا۔ پھر میں نے اگلے دن شرف زیارت پایا تو آپ نے فرمایا کہ میری یہ مراد نہ تھی اور اب یہ صورت بہت بہتر ہے۔

کہتے ہیں کہ ذباب شوم اور نحوست ہے۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کانت لی ذوابة فقالت لی أمی۔ لا أجزّها۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمدّها ویاخذها۔ میرے سر پر ذوابۃ تھا۔ میری امی نے کہا کہ اسے میں نہ کٹواوں۔ کہ اسے رسول اللہ ﷺ کھینچتے تھے اور اسے

پکڑتے تھے۔

اس کا باقی رکھنا صرف برکت کے لئے تھا اور رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مبارک لگا تھا ورنہ ذوابتہ رکھنا روا نہیں ہے۔

مونچھیں ترشوانے کا بیان

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مونچھیں تراشتے تھے اور لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی مونچھیں تراشا کرتے تھے۔ محدثین کی ایک جماعت اس روایت کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف سمجھتی ہے۔ ترمذی نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو اپنی مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ترمذی اسے صحیح روایت قرار دیتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں کاٹو اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔ اور مجوسیوں کا طریقہ اختیار نہ کرو۔ صحیحین میں ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ کی روایت مذکور ہے کہ مشرکوں کی مخالفت کرو۔ ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں تراشو۔ صحیح مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ چالیس دن نہ گذرنے پائیں کہ تم مونچھیں کٹواؤ اور ناخن کٹواؤ۔

اسلاف کے مابین مونچھیں کٹوانے اور منڈوانے میں اختلاف رہا ہے۔ کہ کونسا طریقہ بہتر ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں نقل کیا ہے کہ اتنی مونچھیں کاٹی جائیں کہ لب کے کنارے ظاہر ہو جائیں۔ یعنی جلد نظر آ جائے۔ ابن عبدالحکیم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ مونچھیں احفاء کی جائیں اور ڈاڑھی لٹکائی جائے اور احفاء بالکل جلد سے مونڈنے کا نام نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مونچھیں مناسب طریقے سے بنائے۔ ابن قاسم نے ان سے روایت کی ہے کہ میرے نزدیک مونچھوں کا جڑ سے منڈوا دینا ایک قسم کا مُثلہ ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے احفاء الشارب کا مطلب

احاطہ کرنا ہے۔ اور امام مالک اوپر سے بال لینے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ مونچھوں کا بالکل جڑ سے مونڈ دینا بدعت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے مرتکب کو جسمانی سزا دینی چاہئے۔ (زاد المعاد)۔

بخاری میں ہے: کان ابن عمر یحفی شاربہ حتی ینظر الی بیاض الجلد و یاخذ ھذین یعنی بین الشارب واللحیۃ؟

ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی مونچھوں کا احفاء کرتے حتیٰ کہ لب کی سفیدی نظر آتی اور مونچھوں اور ڈاڑھی کے مابین کو تراشتے تھے۔

احفاء الشارب کا معنی یہ ہے کہ اس قدر کاٹا جائے کہ لب ظاہر ہو جائیں۔ ان کے نزدیک احفاء الشارب افضل ہے قص الشارب سے۔ یعنی ڈاڑھی اور مونچھوں کے مابین تراشا جائے۔

بخاری میں ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا من الفطرۃ قص الشارب۔ قص کے معنی ہیں کاٹنا۔ عرب کہتے ہیں طیر مقصوص الجناح۔ پرندہ جس کے پر کٹے ہوئے ہوں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کی ایک جماعت قص الشارب کو احفاء سے افضل سمجھتی ہے اس میں یہ حضرات ہیں۔ سالم، سعید ابن المسیب، عروہ بن الزبیر، جعفر بن الزبیر، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث۔ یہ حضرات قصِ شارب کو احفاء اور استیصال شارب سے افضل اور مستحب جانتے ہیں اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ احفاء الشارب افضل ہے قص شارب سے۔ وہ حضرات ہیں اہل کوفہ، مکحول، محمد بن عجلان، نافع مولی ابن عمر، ابوحنیفہ، ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ تعالیٰ۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں خوارج کے بارے میں وارد ہے۔ سیماھم التسبید وھو حلق الشارب من اصلہ۔ یعنی خوارج کی علامت ہے تسبید اور اس سے مراد ہے مونچھوں کو جڑ سے مونڈنا۔ تو اس کے متعلق ابن الاثیر فرماتے ہیں کہ التسبید کا معنی

ہے حلق اور بالوں کا جڑ سے نوچنا۔ یہ مونچھوں کے ساتھ خاص نہیں۔ یہ عام ہے نیز تسبید کا معنی تیل لگانے اور سر کو دھونے کو ترک کر دیا جائے اور تسبید کے عام ہونے کی تائید اس صحیح حدیث سے ہوتی ہے کہ سیماھم التحلیق والتسبید۔ یعنی خوارج کی علامت سر اور مونچھیں وغیرہ منڈانا ہے۔ جس طرح دور حاضر میں ماڈرن مزاج لوگ Clean Shave ہوتے ہیں۔ ایسی صورت سے بچا جائے کہ یہ سنت مطہرہ کے خلاف ہے۔ (عمدۃ القاری)

ڈاڑھی رکھنا

اللحیۃ بکسر اللام وضمھا بالقصر والمد فقط۔ لحیۃ کے لام کی زیر اور اس کی پیش قصر مد دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ اللحیۃ وھی اسم لمانبت علی الخدین والذقن۔ ڈاڑھی نام ہے ان بالوں کا جو دونوں رخساروں اور ٹھوڑی پر اُگتے ہیں۔ (عمدۃ القاری)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انھکوا الشوارب واعفوا اللحی۔
(بخاری شریف)

شوارب کو زیادہ سے زیادہ کاٹو اور ڈاڑھیوں کو چھوڑ دو۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ خالفوا المشرکین، وفّروا اللّحی واحفوا الشوارب۔ و کان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ۔

مشرکین کی مخالفت کرو، ڈاڑھی کو باقی رکھو اور مونچھوں کو کاٹو۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ ادا کرتے تو اپنی ڈاڑھی کو قبضہ میں لیتے جو بال بڑھتے ان کو تراش لیتے تھے۔

اعفاء کے معنی اِکثار ہے یعنی بہت زیادہ بڑھانا۔ حدیث میں وارد الفاظ اُعفوا اللّحی یا وفّروا اللحی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاڑھی کو بڑھائے جاؤ۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اس حدیث کی اتباع میں اپنی ڈاڑھی کو بڑھائے جاتے ہیں۔ جو طول اور عرض

میں بڑھ کر وحشت ناک ہو جاتی ہے اور قبیح منظر پیش کرتی ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کی نظروں میں مضحکہ خیز بن جاتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے اس خبر پر حجت قائم ہو چکی ہے کہ ان اللحية محظور اعفاء هذ کہ ڈاڑھی کا اعفاء محدود ہے اور حد سے بڑھوتری کا کاٹنا واجب ہے۔ ڈاڑھی کی حد میں علماء سلف کا اختلاف رہا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں

حد ذلك ان نراد علی قدر القبضة طولا وان ينتشر عرضا فيقبح ذلك۔

ہماری مراد ڈاڑھی کی حد طول میں قبضہ کی مقدار ہے اور عرض میں اتنا منتشر ہو کہ وہ بری لگے۔ ان کی رائے کی دلیل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے۔ أنه رأى رجلاً قد ترك لحيته، حتی كبُرت فاخذ يجذبُها ثم قال أئتونی بحلمتين ثم امر رجلا فجز ماتحت يده ثم قال اذهب واصلح شعرك او افسده، يترك احدكم نفسه حتی كانه سبع من السباع۔

آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی ڈاڑھی بہت زیادہ بڑھ چکی تھی۔ آپ نے اس کی ڈاڑھی کو مٹھی میں تھام لیا اور آپ نے فرمایا کہ مجھے قینچی پکڑاؤ۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ جو ہاتھ سے نیچے زائد ہے اسے کاٹ دو۔ پھر فرمایا اب جاؤ اور اپنے بالوں کی اصلاح کرو۔ یا اسے خراب کرو۔ کہ تم میں سے کوئی آدمی جو اپنے آپ کی آرائش نہیں کرتا گویا وہ درندوں کی طرح ایک وحشی جانور بن جاتا ہے۔

کان ابو هريرة يقبض علی لحيته فياخذ مافضل۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی کو قبضہ میں لیتے اور جو زائد ہوتی اسے کاٹ لیتے۔

دوسرا قول یہ ہے۔ یاخذ من طولها و عرضها مالم يفحش اخذه ولم يجدوا فی ذلك حداً غير أنّ معنی ذلك عندی مالم يخرج من عرف الناس۔ ڈاڑھی کو طول اور عرض میں اتنا تراش لے کہ اس کا تراشنا طعن، وتشنیع اور قباحت کا باعث نہ بنے۔ اس قول میں کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے عرف میں معیوب اور بدشکل منظر نہ ہو۔

عطاء تابعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں لا بأس ان يأخذ من لحيته الشئی القليل من طولها و عرضها اذا كبُرت و عَلَت كراهة الشهرة وفيه تعريض نفسه لمن يُسخر به۔

کہ کوئی حرج نہیں کہ آدمی اپنی ڈاڑھی کا تھوڑا سا حصہ طول وعرض میں تراش لے جبکہ وہ اتنا بڑھ جائے کہ شہرت کی کراہت کا باعث بنے اور ڈاڑھی کو وحشت ناک حد تک بڑھانا اپنی ذات کو تضحیک اور انگشت نمائی کا نشانہ نہ بنائے۔ اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما صحیفہ صادقہ میں لکھتے ہیں ان النبی ﷺ كان يأخذ من لحيته من عرضها و طولها۔ (ترمذی)

نبی کریم ﷺ اپنی ڈاڑھی مبارک کو طول وعرض میں تراشتے تھے۔

موطا میں مذکور ہے کان ابن عمر اذا حلق راسه فی حج و عمرة اخذ من لحيته و شاربه۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حج یا عمرہ میں جب اپنے سر کے بالوں کا حلق کراتے تو اپنی ڈاڑھی اور مونچھوں کو کتراتے تھے کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حلق اور تقصیر دونوں پر عمل کرتے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محلقين روسكم و مقصرين۔ کہ وہ اپنے سر کے بالوں کا حلق کرنے والے اور کاٹنے والے ہیں۔

اس کے علاوہ ڈاڑھی کی حد کے بارے میں اقوال ہیں جن کا ذکر کرنا مناسب نہیں اور اعفاء اللحی کے حکم سے عورت مستثنیٰ ہے جبکہ اس کی ڈاڑھی اُگ رہی ہو۔ کہ ایسی عورت کے لئے ڈاڑھی کا حلق مستحب ہے اسی طرح اگر اس کی مونچھیں یا عنفقہ یعنی نچلے لب کے نیچے کے بال اُگ آئیں تو ان کا حلق مستحب ہے۔ یہ شاذ و نادر وقوع پذیر ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اہل کتاب اپنی ڈاڑھیوں کو کترتے ہیں اور اپنے سبالوں کو بڑھاتے ہیں ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا قصوا سبالهم و وفروا عثانينهم و خالفوا اهل الكتاب۔

تم اپنے بالوں کو کترواؤ۔ اور اپنی ڈاڑھیوں کو چھوڑ دو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔
عبداللہ بن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما اپنی ڈاڑھیاں ایک قبضہ کی مقدار رکھتے تھے اس سے زائد کو کترتے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اگر ڈاڑھی لمبی ہو جائے تو آپ نے فرمایا کہ حد سے لمبی ڈاڑھی کو کتر دیا جائے۔ ترمذی میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ریش مبارک طول وعرض میں سے زائد کو کتر لیا کرتے تھے تاکہ گول ہو جائے۔

بالوں کو کنگھی کرنے کا بیان

مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ نے ملفوظ المخدوم جہانیاں میں بیان فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص ڈاڑھی میں کنگھی کرنا چاہے تو ابتداء بھوؤں سے کرے۔ اس کے بعد مونچھوں اور پھر ڈاڑھی میں کنگھی کرے۔ اس لئے کہ بھویں سابق اور اصل ہیں اور ڈاڑھی اور مونچھیں مرد کے بلوغ کے بعد اُگتی ہیں۔ والاصل مقدم علی الفرع۔ کہ اصل فرع پر مقدم ہوتی ہیں۔ بھوؤں کی تعظیم کا سبب یہ ہے کہ بھویں ماں کے شکم میں بھی موجود ہوتے ہیں۔
ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کان رسول اللہ ﷺ لیحب التیمن فی طھورہ اذا تطھر و فی ترجلہ اذا ترجل و فی انتعالہ اذا انتعل۔ (شمائل ترمذی)
رسول اللہ ﷺ اپنے وضو کرنے میں، کنگھی کرنے میں، جوتا پہننے میں غرض ہر کام میں دائیں طرف کو مقدم رکھتے تھے یعنی پہلے دائیں جانب کنگھی کرتے پھر بائیں جانب۔
دراصل قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا وجود زینت اور شرافت ہے اس کو پہننے میں دایاں مقدم ہوتا ہے جیسے کپڑا، جوتا اور اتارنے میں بایاں مقدم۔ اور جس چیز کا وجود زینت نہیں اس کے کرنے میں بایاں مقدم کرنا چاہئے۔ جیسے پخانے میں جانا کہ اس میں جاتے وقت بایاں پاؤں مقدم ہونا چاہئے اور نکلتے وقت دایاں۔ برخلاف مسجد کے کہ اس کا قیام شرافت اور بزرگی ہے اس لئے مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اول داخل کرنا چاہئے اور مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں اول نکالنا چاہئے۔ (شرح شمائل)

رسول اللہ ﷺ کنگھی کرنا پسند فرماتے تھے۔ کبھی آپ خود ہی کنگھی کرتے اور کبھی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کنگھی کرتیں۔
ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کنتُ اُرجّل رأس رسول اللہ ﷺ وانا حائض۔ (بخاری)
کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سر کے بالوں میں کنگھی کرتی تھی۔ اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی۔
حافظ ابوزرعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں بانّہ ﷺ ماکان یکل تسریح لحیتہ الی احد وانما کان یتعاطاہ بنفسہ بخلاف الرأس فانہ یعسر مباشرۃ تسریحہ لاسیما فی موخرہ فلذا کان یستعین فیہ بزوجاتہ۔
رسول اللہ ﷺ اپنی ڈاڑھی مبارک میں کنگھی کرنے میں کسی کی مدد اور سہارا نہ لیتے تھے۔ خود ہی کنگھی کرتے تھے۔ البتہ سر کے بالوں میں بظاہر کنگھی کرنا مشکل ہے خاص طور سے سر کے پچھلے حصے میں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ اپنی ازواج مطہرات سے کنگھی کرنے اور بال سوارنے میں خدمت لیتے تھے۔ (شرح شمائل، رؤف مناوی)
سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان رجلًا اطلع من جُحر فی دار النبی ﷺ۔ والنبی ﷺ یُحك راسہ بالمِدْری فقال لو علمتُ انك تنظر لطعنتُ فی عینك انما جعل الاذن من قبل الابصار۔ (بخاری)
ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے گھر مبارک میں ایک سوراخ سے جھانکا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ اپنے سر مبارک کو لکڑی کے کنگھے سے کھجلا رہے تھے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ اگر مجھے پتا چلتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو میں یہی کنگھا تیری آنکھ پر مارتا۔ اس لئے کہ اجازت لینا نگاہوں کی کجروی کی جہت سے ہے۔
ابن کسیان کی شرح بخاری میں ہے کہ مدری لکڑی کی بنی ہوئی کنگھی ہوتی ہے جس سے عورت اپنے بالوں میں کنگھی کرتی ہے اور بالوں کو سنوارتی ہے۔ عربوں کی عادت ہے کہ وہ

اپنے ہاتھ میں مدری رکھتے ہیں جس سے وہ اپنے سر کے بالوں یا اپنی ڈاڑھی کے بالوں کو سنوارتے رہتے ہیں یا اپنے جسم کو کھجلاتے رہتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ مدری لکڑی کی ہوتی ہے جس کا سرا محدب ہوتا ہے یہ بھی قول ہے کہ وہ لوہے کی ہوتی ہے جس سے بال سنوارے جاتے ہیں۔ (عمدۃ القاری)

رسول اللہ ﷺ کی کنگھی مبارک

رسول اللہ ﷺ کی کنگھی مبارک ساگوان کی لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ (زاد المعاد)۔

ابن جریج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان لرسول اللہ علیہ وسلم مشط عاج يمشط به۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہاتھی دانت کی ایک کنگھی تھی جس سے آپ اپنے بالوں میں کنگھی کرتے تھے۔

مُشط بضم میم وسکون شین بمعنی کنگھی۔ عام لوگ عاج سے ہاتھی دانت یا ہڈی مراد لیتے ہیں۔ یہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک ظاہر ہے۔ اس لئے کہ موت ہڈیوں میں سرایت نہیں کرتی کیونکہ ان میں حیات نہیں ہوتی۔ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ عاج کی تجارت جائز ہے۔ کہ اس سے بعض اسلاف نے کنگھی استعمال کی ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمۃ نے عاج کو نجس کہا ہے اور عاج سے وہ بری یا بحری کچھوے کے پشت کی ہڈی مراد لیتے ہیں یا چوپایہ کی پشت کی ہڈی مراد ہے۔ اس لئے کہ اس سے کنگن اور کنگھیاں بنائی جاتی ہیں۔ اسے عرب ذیل کہتے ہیں۔ یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء کے لئے عاج کا کنگن خریدا تھا وہ ذیل کا بنا ہوا تھا۔

کنگھی ایک دن چھوڑ کر کرنا چاہئے

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نهی رسول الله ﷺ عن الترجل الا غبا۔ (شمائل)

رسول اللہ ﷺ کنگھی کرنے کو منع فرماتے مگر گاہے گاہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غبا سے مراد ایک دن چھوڑ کر دوسرا دن ہے۔

ابوداؤد میں ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے روزانہ کنگھا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب کوئی ضرورت اس کی مقتضی نہ ہو اگر ضرورت ہے تو کنگھا کرنا روا ہے۔ اگر بالوں میں پراگندگی ہے یا جوئیں وغیرہ کی صورت میں روزانہ کنگھی کرنا مکروہ نہیں ہے۔ (شرح شمائل)

حمید بن عبدالرحمٰن ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں۔ ان النبی ﷺ کان يترجل غبًا۔

کہ نبی کریم ﷺ ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن کنگھی کیا کرتے تھے۔ (شمائل)

کنگھی کرتے وقت آئینہ کا دیکھنا

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ خمس لم يكن النبی ﷺ يدعهن فی سفر ولا حضر، المرآة والمكحلة والمشط والمدراء والسواك و فی رواية قارورة دهن بدل مدراء۔

پانچ چیزیں ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے سفر وحضر میں کبھی جدا نہیں کیا ہے۔ وہ ہیں آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، مدری اور مسواک۔ ایک روایت میں مدری کی بجائے تیل کی شیشی ہے۔ مدری سے مراد کھجلانے کی کنگھی ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کان لا يفارق رسول الله ﷺ سواكه و مشطه و كان ينظر فی المرآة اذا سرح لحيته۔ (مواہب)

رسول اللہ ﷺ مسواک اور کنگھی کو کبھی جدا نہ کرتے اور جب ڈاڑھی مبارک کو کنگھی کرتے تو رخ انور کو آئینہ میں دیکھتے تھے۔ (جمع الوسائل)

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک تھیلہ (پرس) تھا۔ جس میں آئینہ اور کنگھی رکھی رہتی تھیں۔ (زاد المعاد)

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ربعہ یعنی آئینہ رکھنے کا ظرف صندوق یا ڈبہ تھا۔ اسے

ربعہ اسکندرانیہ بھی کہتے تھے۔ جو شاہ مقوقس شاہ اسکندریہ نے حضرت ماریہ قبطیہ علیہا السلام کے ساتھ ہدیۃً بھیجا تھا۔ اس میں نبی کریم ﷺ آئینہ مبارک رکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا آئینہ مبارک تھا جس میں اپنے جمال جہاں آرا کو مشاہدہ فرماتے تھے۔ حق یہ ہے کہ آئینہ میں جمال جہاں آراء کو دیکھنا آپ کو سزاوار ہے کہ آپ ہی مظہر جلال و جمال ذات حق ہیں۔ آپ کے آئینہ مبارک کا نام مدلہ تھا۔ (مدارج)

تیل اور خوشبو لگانے کا بیان

رسول اللہ ﷺ کے بدن شریف سے خود خوشبو مہکتی تھی۔ گو کہ سید عالم شاہ خوبان ﷺ خوشبو کا استعمال نہ بھی فرمائیں۔ چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے کوئی خوشبو عنبر نہ مشک نہ کوئی اور خوشبو رسول اللہ ﷺ کے پسینہ مبارک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ واعلیٰ نہیں سونگھی۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک پر دم فرما کر عقبہ رضی اللہ عنہ کی کمر اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا جس سے اس قدر خوشبو مہکی کہ ان کی چار بیویاں تھیں ہر ایک بے حد اور اعلیٰ سے اعلیٰ خوشبو لگاتی ان کے خاوند کی بے مثال خوشبو کے برابر ہو جائے۔ مگر ان کی خوشبو غالب رہتی۔

نکہت گل را چہ کنم آئے نسیم   بوئے آن پیرہنم آرزو است

رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس سے طبعی اور دائمی خوشبو کے باوجود آپ خوشبو کا استعمال فرماتے تھے اس سلسلے کی احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کان لرسول اللہ ﷺ سُکّتہ یتطیب منها۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عطردان تھا جس میں سے آپ خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کنت أُطَیِّبَ النبی ﷺ عند احرامه بأطیب ماأجدُ ۔ (بخاری)

میں نبی کریم ﷺ کو آپ کے احرام کے وقت اعلیٰ سے اعلیٰ خوشبو لگاتی جو مجھے مہیا ہوتی۔

نبی کریم ﷺ کو کوئی شخص خوشبو پیش کرتا تو آپ قبول فرماتے۔ اسے رد نہ کرتے تھے۔ صحیحین میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کو ریحان دیا جائے وہ اسے رد نہ کرے۔ کیونکہ اس کی خوشبو مختصر اور ہلکی ہوتی ہے بعض حضرات روایت کرتے ہیں کہ جسے خوشبو پیش کی جائے، وہ اسے رد نہ کرے۔ اس کا مطلب پہلی حدیث سے مختلف ہے کیونکہ ریحان کا قبول کرنا زیادہ احسان مندی کی بات نہیں۔ اکثر لوگ ریحان ایک دوسرے کو دیتے رہتے ہیں۔ جس طرح کہ اس زمانے کے لوگ پھول۔ خوشبو یا الائچی وغیرہ ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ بخلاف مشک، عنبر اور دوسری بیش قیمت خوشبویات کے کہ انہیں عام طور پر لیتے اور دیتے نہیں ہیں۔ لیکن عروہ بن ثابت کی روایت جو ثمامہ رضی اللہ عنہ سے ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ خوشبو رد نہیں کرتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث ہے کہ وہ تین باتوں کے متعلق کہتے ہیں کہ تکیہ، تیل اور دودھ کو آپ رد نہیں فرماتے تھے۔ یہ معلول روایت ہے۔ امام ترمذی نے اسے روایت کیا ہے اور اس کی تعلیلات کا ذکر کیا ہے لیکن ان کی تعلیل مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کیا بتایا تھا۔ ہاں عبداللہ بن مسلم بن جندب کی اپنے والد سے اور ان کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نیز ابوعثمان کے مراسیل سے بھی روایت ہے کہ انہوں نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کو ریحان دیا جائے تو اسے رد نہ کرے۔ کیونکہ یہ جنت سے نکلا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک خوشبودانی تھی۔ جس سے آپ خوشبو لگایا کرتے اور سب سے زیادہ آپ کو مشک کی خوشبو پسند تھی اور ''فاغیہ'' خوشبو آپ کو بہت ہی بھلی لگتی، کہتے ہیں کہ یہ حنا کی خوشبو ہوتی ہے۔ (زادالمعاد)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قال رسول اللہ ﷺ طیب الرجال ماظهر ریحهُ و خفی لونه ۔ و طیب النساء ماظهر لونه و خفی ریحه۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مردانہ خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو پھیلتی ہو۔ اور رنگ غیر محسوس ہو۔ جیسے گلاب، کیوڑہ وغیرہ۔ اور زنانہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب ہو اور خوشبو مغلوب جیسے حنا، زعفران وغیرہ۔

مطلب یہ ہے کہ مردوں کو مردانہ خوشبو استعمال کرنا چاہئے کہ رنگ ان کی شان کے مناسب نہیں ہے اور عورتوں کو زنانہ خوشبو استعمال کرنا چاہئے کہ اجنبیوں تک اس کی خوشبو نہ پہنچے۔

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ عُرِضت بین یدی عمر بن الخطاب فألقی جریر رداء ہ و مشی فی ازار فقال له خذ ردائك فقال عمر للقوم مارائتُ رجلا احسن صورۃ من جریر الامابلَغنا من صورۃ یوسف علیه السلام۔

مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں معاینہ کے لئے پیش کیا گیا تو انہوں نے اپنی اوپر والی چادر اتار دی اور صرف تہ بند باندھ کر اپنا معائنہ کرایا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چادر لے لو۔ یعنی معاینہ ہو چکا۔ پھر قوم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے جریر سے زیادہ خوبصورت کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ سوائے یوسف علیہ السلام کے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کسی غزوہ کے موقعہ پر لشکر کا تفصیلی معائنہ فرمایا۔ جن میں جریر رضی اللہ عنہ بھی پیش ہوئے۔ اس حدیث کا مدلول ومفہوم یہ ہے کہ خوبصورتی کو خوشبو لازم ہوتی ہے۔ جو شخص جس درجہ کا حسین ہوتا ہے ویسی ہی مستانہ خوشبو اس کے بدن ولباس سے مہکا کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا حسین وجمیل ہونا مسلم ہے اس لئے آپ کے لئے طبعی خوشبو لازم ہے اگر کوئی بدقسمت آپ کے حسن و جمال اور خوشبو کا انکار کردے تو کافر ہو جائے گا۔

یہ مبارک خوشبو نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام میں بھی محسوس ہوتی تھی جیسا کہ حدیث مذکور سے واضح ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ طیّبتُ النبی ﷺ بیدیَ لحُرمِه و طیّبته، بمنیٰ قبل ان یُفیض۔ (بخاری)

میں نے نبی کریم ﷺ کو احرام باندھنے سے پہلے اپنے ہاتھ سے خوشبو لگائی اور منیٰ میں افاضہ یعنی احرام کھولنے پر خوشبو لگائی۔

مطلب یہ ہے کہ احرام کے باندھنے سے پہلے اور احرام کھولتے وقت خوشبو لگانا سنت ہے۔ طواف زیارت سے پہلے یوم نحر کو رمی اور حلق کے بعد جب احرام کھلتا ہے تو حاجی کے لئے جماع کے سواء تمام محرمات حلال ہو جاتے ہیں۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کنتُ اطیب النبی ﷺ باطیب مایجد حتی اجدَ و بیض الطیب فی راسه ولحیتهِ۔ (بخاری)

کہ میں نبی کریم ﷺ کو اعلیٰ سے اعلیٰ خوشبو لگاتی تھی جو مجھے مہیا ہوتی۔ یہاں تک کہ میں خوشبو کی چمک آپ کے سر اور ڈاڑھی میں محسوس کرتی۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کے خوشبو لگانے کے مواضع عورتوں کے خوشبو لگانے کے مواضع سے مختلف ہیں۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ظاہر ہوتا ہے کہ خوشبو مرد کو بالوں میں لگائی جائے اور عورت چہرے پر لگائے۔ کہ وہ چہرے کی زینت کے لئے خوشبو اور غازہ لگاتی ہے اور ان کو مردوں کے تشبہ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ (عمدۃ القاری)

سر میں تیل کا استعمال

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کان رسول اللہ ﷺ یکثر دھن رأسه و تصریح لحیته و یکثر القناع حتی کأن ثوبه ثوب زیات۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک پر اکثر تیل کا استعمال فرماتے تھے اور اپنی ڈاڑھی مبارک میں کنگھی کیا کرتے تھے اور اپنے سر مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے۔ جو تیل کی کثرت استعمال سے ایسا ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا ہوتا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کان رسول اللہ ﷺ یکثر دھن

رأسه و يسرح لحيته بالماءِ۔

رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک کو تیل کثرت سے لگاتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک کو پانی لگا کر کنگھی سے کھولتے تھے۔

ذریرہ یعنی پاؤڈر وغیرہ کا استعمال

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ الذریرۃ فتات قصب یجاء بہ من الھند۔ عرب میں مستعمل سفوف یا پاؤڈر خوشبودار لکڑی کا برادہ ہوتا تھا جو ہندوستان سے درآمد کیا جاتا تھا۔ غالبًا یہ لکڑی صندل کی تھی۔

الداودی فرماتے ہیں تجمع مفرداته ثم تسحق و تنخل ثم تذر فی الشعر والطوق فلذلك سميت ذريرة۔ پاؤڈر کے اجزاء جمع کئے جاتے ان کا سفوف بنایا جاتا اور چھانا جاتا پھر اسے بالوں اور گردن پر چھڑکا جاتا۔ اس طرح اسے ذریرہ یعنی پوڈر کہتے تھے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہر مرکب خوشبو خواہ وہ سفوف کی شکل میں ہو یا چھنی ہوئی ذریرہ کہلاتی ہے۔ اس زمانے میں خوشبودار برادہ اور سفوف بھی خوشبو وطیب کے زمرے میں شمار ہوتا تھا۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ طیّبت رسول اللہ ﷺ بیدیّ بذریرۃ فی حجۃ الوداع للحل و الاحرام۔ (بخاری)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہاتھ سے حجۃ الوداع کے موقع پر احرام کھولنے اور باندھنے پر ذریرہ یعنی پاؤڈر لگایا۔

بالوں کو خضاب لگانے کا بیان

علماء میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تھا یا نہیں۔ اکثر اہل علم حضرات اور امام ترمذی کا میلان خضاب نہ لگانے کی طرف ہے اور حنفیہ بھی اسی طرف مائل ہیں۔ چنانچہ درمختار میں اس کی تصریح یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا خضاب نہ لگانا زیادہ صحیح

ہے اور علامہ شامی نے اس کی یہ وجہ بتلائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی اور سر مبارک میں بخاری وغیرہ کی روایت کے موافق سترہ بال سفید تھے۔ اس صورت میں خضاب لگانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اور بیجوری شافعی شارح شمائل ترمذی اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گاہے گاہے خضاب لگایا اور اکثر نہیں لگایا۔

علماء حنفیہ کے نزدیک خضاب لگانا مستحب ہے لیکن مشہور قول کے موافق سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے اور علماء شافعیہ کے نزدیک خضاب لگانا سنت ہے مگر سیاہ خضاب حرام ہے۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن اسود جوان کے دوست تھے اور اس کے سر اور ڈاڑھی کے بال سب سفید تھے۔ ایک روز وہ صبح کے وقت اپنے بالوں کو سرخ خضاب لگا کر آئے۔ لوگوں نے دیکھ کر کہا یہ اچھا ہے تو موصوف نے فرمایا کہ میری ماں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی نخیلہ کے ذریعے مجھے پیغام بھیجا۔ فاقسمت علی لاصبغن واخبرتنی ان ابابکر الصدیق کان یصبغ۔ مجھے قسم دے کر فرمایا تو اپنے بالوں کو خضاب لگا اور فرمایا کہ ابوبکر صدیق بھی خضاب لگایا کرتے تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیاہ خضاب کے بارے میں کوئی حدیث نہیں سنی اور سیاہ رنگ کے سواء اور سب رنگ بہتر ہیں اور خضاب نہ کرنا انشاء اللہ بہت بہتر ہے اور لوگوں کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خضاب نہیں لگایا اگر لگایا ہوتا تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا عبدالرحمٰن کو پیغام بھیجتیں کہ رسول اللہ ﷺ خضاب لگایا کرتے تھے۔

مسلم میں ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے ذکر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ غیروا ھذا الشیب واجتنبوا فیه السواد۔ یعنی ان سفید بالوں کے رنگ کو بدل دو البتہ اس میں سیاہ رنگ لگانے سے اجتناب کرو۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اور ابوداؤد اور نسائی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یکون قوم یخضبون فی آخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام لایریحون رائحته الجنة۔ یعنی کچھ لوگ آخر زمانے میں ایسے ہوں گے جو کالا خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کے پوٹے ہوں۔ وہ لوگ جنت کی خوشبو کو نہ سونگھیں گے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خرج رسول اللہ ﷺ علی شیخة من الانصار بیض لحاھم۔ فقال یا معشر الانصار حمروا او صفروا و خالفوا اھل الکتاب۔ (اخرجہ احمد بسند حسن)

رسول اللہ ﷺ چند بوڑھے انصار صحابہ کرام کے پاس تشریف لے گئے جن کی ڈاڑھیاں سفید تھیں۔ انہیں فرمایا آئے معشر انصار! تم اپنی ڈاڑھیوں کو سرخ یا زرد خضاب لگاؤ۔ اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ اسے حسن سند کے ساتھ احمد نے نقل کیا ہے۔ اس لئے حسن بن علی اور حسین بن علی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خضاب لگایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ من شاب شیبة فی الاسلام کانت له نورا یوم القیامة۔ (ترمذی ابن ماجہ)

جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا تو اس کے لئے قیامت میں ایک نور ہوگا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ان النبی ﷺ کان یکرہ تغیر الشیب۔

نبی کریم ﷺ نے بڑھاپے کے بدلنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اسی لئے علی بن ابی طالب، مسلمہ بن اکوع، ابی بن کعب اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد خضاب نہیں لگاتی تھی۔

علامہ طبری نے خضاب کے جواز اور عدم جواز پر وارد احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے۔ فرمایا۔ جس شخص کے سفید بال بدشکل ہوں۔ ان کو خضاب لگانا مستحب ہے۔ اور جس کے سفید بال بدشکل نہ ہوں تو اس کے لئے خضاب لگانا مستحب نہیں ہے البتہ مطلقاً خضاب لگانا افضل ہے اس لئے کہ اہل کتاب کی مخالفت کرنے کا جو حکم ہے اس کی تعمیل ہوتی ہے اور اس سے بال غبار وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ اگر شہر والوں کی عادت خضاب لگانے کی

ہے۔ تو اس کا ترک کرنا افضل ہے۔ یہ بہترین تطبیق ہے۔

وہ علماء جو خضاب لگانے کو مستحب قرار دیتے ہیں ان کا اس میں اختلاف ہے کہ سیاہ خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا سرخ یا زرد خضاب لگانا افضل ہے؟

اکثر علماء کا قول ہے کہ سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سیاہ خضاب لگانے کو مکروہ کہتے ہیں۔ کچھ علماء نے مجاہد کے لئے جہاد کے زمانے میں سیاہ خضاب لگانا روا قرار دیا ہے کہ اس سے دشمن پر ہیبت پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ جائز نہیں ہے اور انہوں نے سرخ اور زرد خضاب لگانے کو مستحب کہا ہے۔ وہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ابوقحافہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے والد کو فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے حضور لائے تو ان کا سر مبارک اور ڈاڑھی ثغامہ درخت کی مانند سفید تھی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔ غیروا ھذا واجتنبوا السواد۔ (مسلم)

ان سفید بالوں کے رنگ کو بدل دو لیکن کالے رنگ سے پرہیز کرو اس کے بعد ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو سرخ خضاب لگایا گیا۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے۔ ان احسن ماغیرتم به الشیب الحناء والکتم۔ (ترمذی، احمد، ابن حبان)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سفید بالوں کے رنگ کو بدلنے والی عمدہ چیز حنا اور کتم ہے۔ اس لئے کہ حنا اور کتم سے خضاب لگانے سے بالوں کے رنگ میں سرخی اور سیاہی کا امتزاج ہو کر زعفرانی رنگ ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ مَرَّ رجل علی النبی ﷺ قد خضب لِحنا۔ فقال مااحسن ھذا۔ قال مَرَّ آخر قد خضب بالصفرة فقال ھذا احسن من ھذا کله۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

ایک شخص نبی کریم ﷺ کے سامنے آیا۔ اس نے حنا کا خضاب لگایا ہوا تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ مااحسن ھذا۔ کتنا خوبصورت ہے یہ ایک اور شخص نبی کریم ﷺ کے

سامنے آیا جس نے زرد رنگ کا خضاب لگایا ہوا تھا۔ دیکھ کر فرمایا ھذا احسن من ھذا کلہ۔ یہ اُس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔

ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ہے کہ من خضب بالسواد سوّد اللہ وجھہ یو م القیامۃ۔ کہ جس نے سیاہ خضاب لگایا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کا چہرہ سیاہ کردے گا۔ (جمع الوسائل)

عورتوں کا خضاب لگانا

کریمہ بنت ہمام فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے حناء کے خضاب کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن میں اسے ناپسند کرتی ہوں کہ میرے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی بو کو ناپسند فرماتے تھے۔ (ابوداؤد)

ہندہ بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا یا نبی اللہ! مجھے بیعت کریں۔ فرمایا: لا اُبایعك حتی تغیری کفیكِ كانهما كفا سَبُع۔ میں تجھے بیعت نہیں کرتا۔ حتی کہ تو اپنے ہاتھوں کو خضاب سے متغیر نہ کرے۔ اس طرح تیرے ہاتھ گویا درندے کے ہاتھ ہیں۔ (ابوداؤد)

نبی کریم ﷺ نے یہ حکم اس لئے دیا کہ عورت کے خضاب سے خالی ہاتھ مرد کے ہاتھ سے مشابہ ہوتے ہیں اور عورت کا مرد سے اور مرد کا عورت سے تشابہ شرعاً مکروہ عمل ہے اس لئے آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔ اسی طرح عورت کا چاندی کی انگشتری پہننا مکروہ ہے۔ اگر عورت چاندی کی انگشتری استعمال کرے تو اسے زعفرانی رنگ کی ملمع کاری کرالے۔ اس کے علاوہ حدیث سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ شاید عورت کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کرتے تھے۔ ایسا نہیں ہے۔ آپ عورتوں کو جب بیعت کرتے تو ان کا ہاتھ نہ پکڑتے بلکہ گفتگو سے بیعت کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں واللہ مامست یدہ ید امرأۃ قط فی مبایعۃ۔ اللہ عزوجل کی قسم کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت کرتے وقت

کسی عورت کا کبھی ہاتھ مس نہیں کیا۔ آپ نے ہندہ کے ہاتھ کو خضاب سے خالی دیکھ کر اس لئے فرمایا کہ یہ ہاتھ مرد کے ہاتھ سے مشابہ ہے۔ (شرح ابوداؤد)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک عورت نے ہاتھ میں خط لئے پردے کے پیچھے سے رسول اللہ ﷺ کی طرف خط لینے کا اشارہ کیا۔

آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ فرمایا معلوم نہیں یہ ہاتھ مرد کا ہے یا عورت کا اس عورت نے عرض کیا بلکہ یہ عورت کا ہاتھ ہے تو آپ نے فرمایا: لو کنتِ امرأۃ لغیرتِ اظفارکِ یعنی بالحناء۔ (ابوداؤد)

یعنی عورت اپنے ہاتھوں کو مہندی سے رنگے اور ناخنوں پر پالش نہ لگائے بلکہ حنا وغیرہ سے رنگے کہ ناخنوں پر پالش سے تہ جمے گی جو کئی خرابیوں کی موجب ہے۔

سفید بالوں کا چونٹنا

سفید بالوں کا چونٹنا اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔ صحیفہ صادقہ کی مرفوع حدیث ہے کہ لا تنتفوا الشیب فِانه نور المسلم۔ (مسلم)

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفید بالوں کو مت چونٹو کہ وہ مسلمان کا نور ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان یکرہ نتف الرجل الشعرۃ البیضاء من رأسه ولحیته۔

کہ مرد کے لئے اپنے سر اور ڈاڑھی سے سفید بالوں کا چونٹنا مکروہ عمل ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر سفید بالوں کو بناؤ سنگار اور زینت کے لئے چونٹنا ہے تو مکروہ ہے۔ اگر کوئی شرعی عذر ہے تو مکروہ نہیں۔

ابن العربی فقیہ فرماتے ہیں کہ بال چونٹنا مکروہ عمل ہے اس لئے کہ اس میں اصل خلقت میں تبدیلی اور تغیر ہوتا ہے اور خضاب لگانے میں اصل خلقت میں تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ زینت حاصل ہوتی ہے اس لئے روا ہے۔

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ان رسول اللہ ﷺ قال۔ من شاب

شیبة فی سبیل الله كانت له نورا یوم القیامة۔ (ترمذی)
جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفید بالوں والا ہوا۔ تو یوم قیامت اس کے لئے نور ہوگا۔

سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پہلے شخص ہیں جس نے ختنہ کیا اور آپ کے بال سفید ہوئے۔ تو اپنے سفید بالوں کی طرف اشارہ کر کے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ یہ کیا ہے؟۔ تو جواب ملا کہ یہ وقار ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے التجا کی رب زدنی وقارًا۔ اے میرے رب میرے وقار میں اضافہ فرما۔
(شرح السنۃ)

عورت کے بالوں کا بیان

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فاما النساء، فانهن یُرسلن شعورهن لایتخذن جمة۔

کہ عورتیں اپنے بالوں کو چھوڑیں، جُمہ کو نہ تراشیں۔ (شرح السنۃ) علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نهی رسول الله ﷺ ان تحلق المرأة راسها۔

رسول اللہ ﷺ نے عورت کو اپنا سر منڈانے سے منع فرمایا۔ اس پر رزین نے اضافہ کیا ہے۔ عورت حج اور عمرہ میں بالوں کی تقصیر کرے۔ (نسائی)

عورت کے وگ (Wig) لگانے کی ممانعت

عرب میں عورتیں اپنے بالوں میں کسی اور عورت سے بال لے کر اپنے بالوں میں جوڑتی تھیں اسے صلۃ الشعر کہتے تھے۔ اس سے مقصود زینت و آراستگی ہوتی تھی۔ اسلام میں اس عمل کو ممنوع قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ مسلم میں ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: أن امراة جاء ت رسول الله ﷺ فقالت۔ ان لی بنتًا عروسًا و ان الحصبة اخذتها فسقط شعرها۔ أفأصِلُ شعر رأسها قالت اسماء۔ فقال رسول الله ﷺ لعن الله الواصلة والمستوصلة۔ (مسلم)

کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ عرض کیا کہ میری بیٹی حالت عروسی میں ہے ان دنوں وہ خسرہ کے مرض میں مبتلا ہوئی ہے اس سے اس کے بال گر گئے ہیں۔ کیا میں اس کے سر کے بالوں میں اور عورت کے بال جوڑ لوں۔ یعنی ان میں Wig لگا لوں۔ اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے Wig لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت کی ہے۔ (شیخین)

الواصلة اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے بالوں کے ساتھ کسی اور عورت کے بال جوڑے۔ ایسے عمل سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ بال لمبے سمجھیں جائیں۔ کیونکہ عورت لمبے بالوں کو اپنی زینت سمجھتی ہے۔ یا یہ کہ اس کے بال سرخ یا سرخ سفید نظر آئیں۔ یا وہ سیاہ بالوں کو موڑتی ہیں۔ تو ایسی حالت کو عرب زُور کہتے تھے اور ابوعبید فرماتے ہیں فقہاء نے قرامل یعنی پونی یا پراندہ لگانے کی اجازت دی ہے۔ ان کا قول ہے بالوں کے سواء ہر وہ شئی جس سے بالوں کو جوڑا جائے وہ روا ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ قرامل یعنی پونی یا پراندے لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک انصاریہ عورت نے اپنی بیٹی کی شادی کی۔ تو اس کے بال گر گئے تھے وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر آئی اور صورتحال بیان کی کہ میرے شوہر نے مجھے کہا ہے کہ میں بیٹی کے بالوں کے ساتھ کسی اور عورت کے بال جوڑ لوں تا کہ وہ عروسی کے ایام میں آراستہ نظر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کہ موصولات یعنی WIG لگانے والوں کو لعنت کی گئی ہے۔ (شیخین)

امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ ایام حج میں مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ آپ نے بالوں کے ایک گچھے کو پکڑا۔ جو آپ کے ایک محافظ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے فرمایا اے مدینے طیبہ والو! تمہارے علماء کہاں ہیں فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔ کہ آپ اس جیسے عمل سے منع فرماتے اور مزید فرماتے کہ بنو اسرائیل اس لئے ہلاک ہوگئے کہ ان کی عورتیں WIG لگاتی تھیں۔ (ابوداؤد)

دور حاضر میں WIG لگانے کا عام رواج ہے جو یہود اور نصاریٰ سے مسلمانوں میں در آیا ہے۔ WIG کے علاوہ مرد مصنوعی ڈاڑھی یا مونچھیں لگاتے ہیں مردود و ملعون عمل ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ یہود کے سوا کوئی اور ایسا عمل کرتا ہو۔ یہ صورتحال جب رسالت مآب کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ یہ زور ہے قتادہ رضی اللہ عنہ نے زُور کا معنی فرمایا کہ مایکثر به النساء اشعارهن من الخزق۔ جس سے عورتیں اپنے بالوں کو خزق یعنی نیزے کی طرح لمبا کرتی ہیں۔

(جمع الفوائد، ابوداؤد وغیرہ)

جسم گودنا یا گدوانا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان النبی ﷺ قال لعن الله الواصلة والمستوصلة الواشمة والمشتوشمة۔ نبی کریم ﷺ نے واصلہ، المستوصلہ اور واشمہ اور مستوشمہ پر لعنت کی ہے۔ (مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قال رسول الله ﷺ العين حق و نهى عن الوشم۔ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نظر برحق ہے۔ اور آپ نے گودنے سے منع فرمایا۔

الواشمۃ الوشم سے ماخوذ ہے۔ معنی یہ ہے کہ عورت اپنے ہاتھ کی پشت پر ہاتھ کی کلائی پر سوئی چبھاتی ہے حتی کہ خون نکلنے لگتا ہے۔ پھر اس میں سرمہ وغیرہ لگاتی ہے کہ وہ جگہ سبز سیاہی مائل ہو جاتی ہے یا اپنے چہرے پر سرمے یا سیاہ روشنائی سے تل بنالیتی ہے اور مستوشمہ وہ عورت جو ایسا گودنے کا عمل کراتی ہے۔

چہرے کے بال نوچنا

عورتیں حسن وزینت کے لئے اپنے چہرے اور ابرو کے بال نوچتی ہیں اور اپنے ابروں کو باریک کر لیتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے عمل کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لعن الله الواشمات والمشتوشمات والمتخمصات والمتفلجات للحسن۔ المغیّرات خلق الله۔

اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں کو لعنت فرمائی ہے جو حسن وزینت کے لئے جسم کو گودتی اور گدواتی ہیں اور چہرے کے بال نوچتی اور دانتوں کو کشادہ کرتی ہیں۔

یہ بات بنو اسد کی ایک عورت جس کا نام ام یعقوب تھا کو پہنچی۔ وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا کہ آپ نے ایسے ایسے لعنت کی ہے۔ تو فرمایا کہ میں کیوں نہ لعنت کروں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کریم ﷺ نے لعنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بھی ہے۔ وہ موصوفہ کہنے لگی کہ میں نے مصحف شریف کو پڑھا ہے جو آپ کہتے ہیں اس میں نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو کتاب اللہ کو پڑھتی تو ضرور اسے پاتی۔ کیا یہ تو نے نہیں پڑھا۔ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (حشر:۷)، (جو تمہیں رسول اللہ دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اسے چھوڑ دو)۔ موصوفہ نے کہا ہاں یہ ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ تو موصوفہ نے کہا کہ آپ کے گھر والے تو ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے گھر جاؤ اور دیکھو۔ تو ام یعقوب گئی اور دیکھا تو اسے اس کے خلاف کچھ نہ ملا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میری اہلیہ نے ایسا کیا ہوتا تو میں اسے الگ کر دیتا۔ (مسلم)

دانتوں کو کشادہ کرنا

عرب عورتیں دانتوں کو رگڑ کر باریک اور نوکیلے کرتی تھیں اور ان کو کشادہ بھی کرتی تھیں۔ یہ ان کے حسن کا ایک انداز تھا۔

ابوریحانہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لعن الله الواشرة والموتشرة۔ (نسائی)

اللہ تعالیٰ نے دانت نوکیلے بنانے والی اور بنوانے والی عورت پر لعنت کی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے دانت نوکیلے کرنے اور جسم کو گودنے سے منع فرمایا ہے۔ (نسائی)

دانتوں اور ناک پر سونے کی پتری لگانا

عرب اپنے دانتوں پر سونے کی پتری لگاتے تھے تاکہ مسکراتے وقت دانتوں سے سنہری چمک نمودار ہو۔ یہ زینت کے اظہار کا انداز تھا۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت کی جنگ یوم الکلاب میں عرفجہ رضی اللہ عنہ کا ناک متاثر ہوا تو آپ نے چاندی کی پتری ناک پر لگوالی۔ اس سے عفونت اور بو پیدا ہوگئی۔ یہ ماجرا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ اَمَرَ النبیّ ﷺ ان یتخذ انفامن ذھب۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ناک سونے کا بنوالو۔ (ابوداؤد)

اہل علم نے سونے کا ناک بنوانے اور دانتوں کو سونے سے مربوط کرنے کو مباح قرار دیا ہے کہ وہ متعفن نہیں ہوتے۔ شعبہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابوحمزہ نصر بن عمران، ابوالتیاح اور ابونوفل بن ابی عقرب رحمۃ اللہ علیہم نے دانتوں پر سونا جڑایا ہوا تھا۔ (شرح السنۃ)

مکحلہ شریف

مکحلہ شریف یعنی سرمہ دانی۔ اس سے رسول اللہ ﷺ ہر رات سوتے وقت ہر آنکھ میں تین بار اور ایک روایت میں ہے کہ پہلے دائیں آنکھ میں دو بار سرمہ لگاتے اور تین بار بائیں آنکھ میں لگاتے اس کے بعد ایک بار دائیں آنکھ میں سرمہ لگاتے اس طرح ابتداء اور انتہاء دونوں دائیں چشم پر واقع ہو جاتی۔ صحیح طریق پہلا ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کانت لرسول اللہ ﷺ مکحلۃ یکتحل بھا عندالنوم ثلاثا فی کل عین۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپ سوتے وقت ہر آنکھ میں تین بار سرمہ لگاتے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کان رسول اللہ ﷺ یکتحل فی عینہ الیمنٰی ثلاث مرات والیسری مرتین۔

رسول اللہ ﷺ اپنی داہنی آنکھ میں تین بار اور بائیں آنکھ میں دو بار سرمہ لگاتے تھے۔

ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کان رسول اللہ ﷺ یکتحل باثمد وھو صائم۔

رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں اثمد کو بطور سرمہ آنکھوں میں لگاتے تھے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ علیکم باثمد فانہ یجلو البصر و ینبت الشعر وانہ من خیر اکحالکم۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اثمد کو بطور سرمہ آنکھوں میں لگانے کا التزام کرو۔ کہ یہ بصارت کو جلا بخشتا ہے اور پلکیں اُگاتا ہے اور یہ تمہارے سرموں میں سے زیادہ خیر پہنچانے والا سرمہ ہے۔

ہاتھ میں رکھنے کی چھڑی مبارک

نبی کریم ﷺ کی مِحجن بروزن منبر تھی۔ جس کا سر مُڑا ہوا تھا۔ جس طرح موجود عہد میں ہاتھ کی چھڑی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی محجن یعنی چھڑی ایک گز یا اس سے دراز تھی۔ اس کو ہاتھ میں رکھ کر چلتے تھے یا اس کے سہارے سوار ہوتے تھے۔ اور اونٹ پر اپنے سامنے لٹکا دیتے تھے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اکثر آپ اسے اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔

مِخصَرہ

مِخصَرہ کو عرجون بھی کہتے ہیں۔ اس پر آپ سہارہ کرتے۔ یہ عصاء مکازہ، مقرعہ اور قصب کی طرح ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھر مبارک سے باہر تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ مبارک میں آپ کا مخصرہ موجود تھا۔ کہتے ہیں مخصرہ ہاتھ میں رکھنا بادشاہوں کا شعار ہے اور آپ کے ایک عصا تھا جس پر تکیہ کرتے تھے اور فرماتے کہ عصا پر تکیہ کرنا انبیاء کی عادت میں سے ہے۔ عُرجون کھجور کی خشک شاخ جو ٹیڑھی ہو جائے گویا رسول اللہ ﷺ نے مخصرہ کو عرجون سے تشبیہ دی ہے یا مخصرہ کھجور کی شاخ کو کہتے ہیں۔

قضیب

قضیب بھی ہاتھ کی چھڑی کی قسم ہے جو شوحط درخت کی لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ نبی کریم ﷺ کی قضیب کا نام مخنوق تھا۔

غالیچہ اور قالین وغیرہ کا استعمال

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قال النبی ﷺ هل لكم من انماط۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے پاس قالین ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس قالین کیونکر ہوسکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ستكون لكم الانماط۔ تمہارے پاس قالین آجائیں گے۔

چنانچہ فرمان رسالت مآب پورا ہوا۔ اور ہمارے گھر میں قالین آ گیا اور میری زوجہ نے اسے گھر میں استعمال کیا تو میں نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اپنے قالین کو مجھ سے دور کرو۔ تو وہ کہنے لگی۔ کیوں؟۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا۔ ستكون لكم الانماط۔ کہ تمہیں قالین میسر ہونگے تو میں نے بیوی کا یہ استدلال سن کر اجازت دے دی۔ (مسلم)

امام بغوی فرماتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ادھر میں نے ایک غالیچہ خریدا۔ اسے دروازے پر پردے کے طور پر لٹکا دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ سے لوٹ کر آئے تو آپ ﷺ نے غالیچہ کو دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے اسے کھینچ لیا حتی کہ وہ شدت سے کھینچنے پر پھٹ بھی گیا۔ فرمایا۔ ان الله لم يامرنا ان نكسوا الحجارة والطين۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم نہیں دیا کہ ہم پتھر اور مٹی کو کپڑے پہنائیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے اس سے دو تکیے بنائے اور ان میں چھال بھری۔ پھر آپ ﷺ نے اسے معیوب نہیں گردانا۔ (مسلم)

چٹائی پر بیٹھنا

چٹائی کھجور کے پتوں سے بنائی جاتی تھی اور اسے بچھا کر سویا اور بیٹھا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس معمولی سے فرش پر بیٹھ کر اور سو کر اسے شان رفعت بخشی ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان النبی يحتجر حصيرا بالليل فيصلي عليه ويبسطه بالنهار فيجلس عليه فجعل الناس يثوبون الى النبی ﷺ فيصلون بصلوته حتى كثُروا فاقبل فقال ياايها الناس خذوا من الاعمال ماتطيقون فان الله لايمل حتى تملوا وان احبّ الاعمال الى الله مادام وان قل۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ رات کو چٹائی پر جلوہ گر ہوتے اور اس پر نماز پڑھتے تھے اور دن کو اسے بچھاتے اور اس پر بیٹھتے لوگ رسول اللہ صلی اللہ کی خدمت میں آنے لگے کہ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں۔ حتی کہ کثرت سے لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! اعمال کو مقدور بھر کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ ثواب دینے کو ترک نہیں کرتا جب تک تم عمل کو ترک نہ کرو اس لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب ترین عمل وہ ہے جس میں مداومت ہو اگرچہ قلیل ہو۔

ریشم کا فرش

ریشم کو بطور فرش استعمال کرنا حرام ہے۔ عبیدہ ابن عمرو السلمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ریشم کے پہننے اور بچھونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا استعمال دونوں طریق سے حرمت میں یکساں ہے۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ عبیدہ سے پوچھا کہ ریشم کا بچھونا پہننے کی مانند ہے؟ فرمایا ہاں۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نهانا النبی ﷺ ان نشرب في آنية الذهب والفضة وان نأكل فيها و عن لبس الحرير والديباج وان نجلس عليه۔

(بخاری)

نبی کریم ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتن میں مشروبات پینے اور ان میں کھانے سے منع فرمایا نیز ریشم اور دیباج پہننے اور ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

یہ حدیث بخاری میں دو بار منقول ہوئی۔ اور ان نجلس علیہ کی عبارت اس مقام کے سواء کہیں نہیں ہے۔ یہ مفردات بخاری میں سے ہے۔ مالکی اور شافعی کے جمہور علماء نے ریشم پر بیٹھنے کو حرام کہا ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، ابن ماحشون، بعض شافعیہ، عبدالعزیز بن ابی سلمہ اور ان کے بیٹے عبدالمالک نے ریشم کو فراش بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔ ان حضرات نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ راشد مولی بنی تمیم فرماتے ہیں رأیتُ فی مجلس ابن عباس رضی اللہ عنهما مرفقة حریرٍ۔ (حریر)

میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں حاضر ہوا وہاں دیکھا کہ ریشمی تکیہ رکھا ہوا تھا۔

موذن بنی وداعہ فرماتے ہیں کہ دخلتُ علی ابن عباس وھو متکئی علی مرفقة (خریر)

میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضری کا شرف پایا۔ آپ اس وقت ریشمی تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور سعید بن جبیر آپ کے قدموں کے قریب بیٹھے تھے آپ انہیں فرما رہے تھے، غور کرو کہ تم مجھ سے کیسے حدیث بیان کرتے ہو۔ حالانکہ تو نے مجھ سے بہت احادیث یاد کر لی ہیں۔ (عمدۃ القاری)

نعلین مبارک

اس عنوان میں رسول اللہ ﷺ کی نعلین مبارک کی ہیئت اور اس کے پہننے اور اتارنے کے طریقہ کا بیان ہے۔

ابن الاثیر فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں لوگ نعلین کو التاسومہ کہتے ہیں۔ علامہ عسقلانی فرماتے ہیں وھومایطلق علی کل مایقی القدم وھی مونثة۔ یعنی نعلین کا اطلاق ہر شئی پر ہوتا ہے جو قدموں کی حفاظت کرے۔ یہ لفظ مونث استعمال ہوتا ہے۔

ابن العربی فرماتے ہیں کہ نعلین انبیاء کرام علیہم السلام کا لباس ہے۔ اور لوگوں نے نعلین کو اس لئے اپنایا ہے کہ وہ اپنی سرزمین میں مٹی سے بچ سکیں۔ شاید یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے فرمان فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ سے ماخوذ ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے نعلین زیب قدم کئے ہوئے تھے۔ تو وادی مقدس میں انہیں اتارنے کا حکم ملا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ یہ طویٰ کی مقدس وادی ہے ادب و احترام کا تقاضا ہے کہ نعلین اتار دو۔ نیز اس وادی کی خاک پاک تیرے پاؤں کے تلووں کو لگ جائے اور وہ بابرکت ہو جائیں اور رسول اللہ ﷺ سے نعلین کا پہننا ثابت ہے۔ اس لئے مسنون عمل ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے استکثروا من النعال فان الرجل لایزال راکبا ماانتعل۔ (مسلم)

جوتے کو کثرت سے پہنا کرو۔ اس لئے کہ آدمی ہمیشہ سوار رہتا ہے جب تک کہ وہ جوتا پہنے رہتا ہے۔

کان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنه صاحب النعلین والوسادة والسواك والطهور وكان يلبسه نعليه اذاقام واذجلس جعلهما فی ذراعيه حتی يقوم۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نعلین، تکیہ، مسواک اور لوٹا بردار تھے موصوف نبی کریم ﷺ کو نعلین مبارک زیب قدم کراتے جب آپ کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو کھڑے ہونے تک نعلین مبارک اپنی باہوں میں لے لیتے تھے۔

نعلین کی ہیئت وشکل

قتادہ فرماتے ہیں قلت لانس بن مالك كيف كان نعل رسول الله ﷺ قال لهما قبالان (شمائل ترمذی)

میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی نعلین شریف کیسی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ ہر ایک نعل میں دو، دو تسمے تھے۔

عرب میں جوتا ایسا نہیں ہوتا تھا جیسا کہ پاک و ہند میں متعارف ہے۔ بلکہ چمڑے کی ایک چپٹی پر دو تسمے ہوتے تھے۔

بخاری کی روایت میں ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان نعل رسول الله ﷺ كان لها قبالان۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک نعل مبارک کے دو تسمے تھے۔ قبال النعل بكسر القاف کے معنی زمام النعل ہے۔ یعنی نعل کا وہ تسمہ جو پاؤں کی دو انگلیوں یعنی وسطی اور اس کے ساتھ والی انگلی کے مابین ہوتا ہے اور شراک النعل سے مراد قدم کی پشت پر جو تسمے ہوتے ہیں۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔ القبال هوالزمام الذی یعقد فیه الشسع الذی یکون بین اصبعی الرجل۔ قبال وہ تسمہ ہے جس میں شَسَعُ باندھے جاتے ہیں جو پاؤں کی دو انگلیوں کے مابین ہوتے ہیں۔ مہذب میں ہے کہ الشسع دوال النعلین من الطرفین۔ (الشَسَع) نعلین میں وہ تسمے ہیں جو قدم کے دونوں طرف ہوتے ہیں۔

جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ انه كان لنعل رسول الله ﷺ سيران يصنع احدهما بين ابهام رجله والتى تليها ويضع الآخر بين الوسطى والتى تليها ويجمع السيرين الى السير الذى على وجه قدمه ﷺ وهو

الشراك۔ (جمع الوسائل)

رسول اللہ ﷺ کی نعل مبارک میں دو تسمے تھے ایک کو اپنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی کے مابین رکھتے اور دوسرے تسمے کو وسطی اور اس کے ساتھ والی انگلی کے مابین رکھتے تھے۔ پھر ان دونوں تسموں کو اس تسمے کے ساتھ ملا دیتے۔ جو آپ کے قدم شریف کی پشت پر ہوتا تھا اور اسے عرب شراک نعلین کہتے ہیں۔ (شرح شمائل)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کان لنعل رسول الله ﷺ قبالان مثنّى شراكهما۔ (شمائل)

رسول اللہ ﷺ کی نعل مبارک کے دو تسمے تھے۔ اور شراک یعنی قدم کی پشت والے تسمے دوہرے تھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اَن النبی ﷺ كان لنعله قبالان۔

نبی کریم ﷺ کی نعل مبارک کے دو قبال یعنی تسمے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قابلو االنعال۔ جوتوں کے قبال بناؤ۔ (عمدۃ القاری)

دو قبال یعنی دو تسمے تھے۔

عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان نعل رسول الله ﷺ لها زمالان شراكهما مثنى فى العقدة رسول اللہ ﷺ کے نعل مبارک کے دو زمال یعنی تسمے تھے دونوں شراک یعنی تسمے ایک گرہ میں مل کر دوہرے ہو جاتے تھے۔

ہشام بن عمروۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رأیت نعل رسول الله ﷺ مخصرة معقبة ملسنة لها قبالان۔

مخصرہ کا معنی باریک کمر والا۔ عرب کہتے ہیں ھو مخصرۃ القدمین وہ شخص جس کا تلوا پورا زمین پر نہ ٹکے۔ بلکہ صرف پنجہ اور ایڑی زمین پر لگے۔ (منجد)

نعل مخصرہ ایسے نعل یعنی جوتے کو کہتے ہیں جس کی کمر پتلی ہو یا جس کے دونوں کمر تراشے

گئے ہوں یہاں تک کہ وہ پتلی کمر والا ہو جائے۔

معقبہ جس جوتے کی ایڑی پر تسمے ہوں۔ اور ان سے پاؤں کو باندھا جائے۔

ملسنہ وہ جوتا جس میں زبان کی مانند طول اور لطافت ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے نعل مبارک کی کمر پتلی تھی اور اس کی ایڑھی پر تسمے تھے۔ جو پاؤں مبارک کو گھیرتے تھے۔ اور اس کا اگلا حصہ طول اور لطافت میں زبان کی مانند تھا اور اس کے دو قبال یعنی تسمے تھے۔ احادیث میں وارد الفاظ قبال، زمام، رمال اور سیر کا ترجمہ تسمہ کیا گیا ہے۔ جو وضاحت طلب ہے۔ قبال النعل:۔

الزمام ھو السیر الذی یعقد فیه الشسع۔ وہ تسمہ ہے جو شسع میں باندھا جاتا ہے۔ سیور النعل الذی یدخل بین الاصبعین ویدخل طرفه فی الثقب الذی فی صدر النعل المشدود فی الزمام۔ سیور النعل وہ تسمے ہیں جو انگلیوں کے مابین ہوتے ہیں اور اس کا ایک سرا جوتے کے صدر میں سوراخ میں ہوتا ہے جو زمام میں بندھا ہوتا ہے۔

قبال النعل بالکسر ھو الزمام بین الاصبع الوسطی والتی تلیھا۔ (فاکھۃ)۔

قبالِ نعل وہ تسمہ ہے جو وسطی اور اس کے ساتھ والی انگشت کے مابین ہوتا ہے اور وہ چمڑے سے بنائے جاتے ہیں۔

زمام النعل کا معنی جوتے کا تسمہ جو انگلیوں میں ہوتے ہیں۔ السیر الذی یقد من الجلد۔ تسمہ کی طرح لمبا کٹا ہوا چمڑا۔ یہ تسمے نرم اور پٹی کی طرح ہوتے ہیں اور رسی کی طرح بٹے ہوئے نہیں ہوتے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ۔ رایتُ رسول اللہ ﷺ یلبس النعال السبتیة التی لیس فیھا شعر ویتوضاء فیھا۔ (شمائل) سبتیہ جوتا گائے کے مدبوغ چمڑے کا بنتا تھا۔ اور یمن سے آتا تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف پایا۔ آپ ﷺ نے بغیر بالوں کے چمڑے کی نعلین زیب قدم کی ہوئی تھیں اور اسے پہن کر وضو فرما لیتے تھے۔ عربوں کی عادت تھی کہ چمڑے سے بال اتارے

بغیر جوتا بنا لیتے۔ اس لئے حدیث کے راوی نے لیس فیھا شعر کی قید لگا دی تا کہ سمجھا جا سکے کہ رسول اللہ ﷺ بالوں سے صاف چمڑے کا نعلین مبارک زیب قدم کرتے تھے کہ اس میں طہارت و نظافت پائی جاتی ہے۔ اس نوع کے جوتے اہل نعمت و کشائش پہنتے تھے۔

عیسیٰ بن طہمان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اخرج الینا انس نعلین جرداوین لھما قبالان فحدثنی ثابت البنانی بعد عن انس انھما نعلا النبی ﷺ۔ (بخاری)

انس بن مالک نے بالوں سے صاف نعلین کی ہمیں زیارت کرائی۔ جس کے دو قبالے یعنی تسمے تھے۔ بعد میں ثابت البنانی نے مجھے بتایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے انکشاف کیا کہ یہ نبی کریم ﷺ کے نعلین مبارک ہیں۔

عبید بن جریج نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا۔ رائیتك تلبس النعال السبتیة۔ قال انی رائت رسول اللہ ﷺ یلبس النعال التی لیس فیھا شعر ویتوضاء فیھا فانا احب ان البسھا۔

کہ آپ ﷺ بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتا پہنتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا ہی جوتا پہنتے ہوئے اور وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس لئے میں ایسے ہی جوتے کو پسند کرتا ہوں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی ہر ہر ادا پر عمل کرنے میں بہت جہد وسعی فرماتے تھے۔ گویا وہ آپ کی اداؤں کے پیکر تھے۔ ان کو سبتیہ جوتا پہنا ہوا دیکھ کر عبید بن جریج نے پوچھ لیا کہ آپ عرب کی عام عادت سے ہٹ کر ایسا کرتے ہیں یا زینت کے لئے پہنتے ہیں۔

عبدالرؤف المناوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ تمام سیرت نگار رسول اللہ ﷺ کے نعلین مبارک کے وصف بیان کرنے میں رطب اللسان ہیں اور سب نعلین مبارک کی صفت وہیئت اور مقدار میں متفق ہیں۔

چنانچہ عظیم محدث حافظ العراقی رحمۃ اللہ علیہ نے نعلین مبارک کے صفات وھییت اور

مقدار کو منظوم کیا ہے۔ وہ منظومہ یہ ہے۔

ونعله الکریمة المصونة　　طوبی لمن مس بها جبینه

رسول اللہ ﷺ کی نعلین مبارک جو کرامت وصیانت کی پیکر ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس نے اپنی جبین اس سے مس کی۔

لهاقبالان بسیر وهما　　سبتیتان سبتوا شعر هما

اس کے دو قبالے یعنی تسمے ایک تسمے کے ساتھ آ کر مل جاتے ہیں۔ وہ نعلین مبارک سبتیہ ہے جس کے بال صاف کئے ہوئے ہیں۔

طولها شبر واصبعان　　وعرضها مایلی الکعبان

نعلین مبارک کی لمبائی ایک بالشت اور دو انگل ہے اور اس کی چوڑائی ٹخنوں کے قریب۔

سبع اصابع و بطن القدم　　خمس وفوق ذا فسِت" فاعلم

سات انگل ہے۔ اور قدم مبارک کا بطن پانچ انگل ہے اور اس سے اوپر کی جانب چھ انگل ہے۔

وراسها محدد و عرض ما　　بین القبالین اصبعان اَضبُطُهما

اور نعلین کا سرا تیکھا ہے اور دو قبالوں یعنی تسموں کے مابین چوڑائی دو انگل ہے۔ میں نے ان دونوں کو ضبط کیا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان لنعل رسول الله صلی علیه وسلم قبالان و ابی بکر و عمر رضی الله عنهما و اول من عقد عقدا واحدًا عثمان رضی الله عنه۔

رسول اللہ ﷺ کے نعلین مبارک کے دو قبالے یعنی تسمے تھے۔ ایسے ہی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے جوتوں میں بھی دوہرے تسمے تھے۔ ایک تسمے کی ابتداء عثمان رضی اللہ عنہ نے کی۔ غالبًا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس لئے اسے اختیار فرمایا کہ دوہرے تسموں کا ہونا ضروری نہ خیال کرلیا جائے۔ (شرح شمائل)

عمر بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رائت رسول الله ﷺ یصلی فی نعلین مخصوفتین (شمائل ترمذی)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے جوتوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جن میں دوسرا چمڑا سلا ہوا تھا۔

یعنی اس کی تلی دوہری تھی اوپر نیچے دو تہ چمڑے کی سلی ہوتی تھی یا یہ مطلب ہے کہ ٹوٹے ہونے کی وجہ سے چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان النبی ﷺ کان یخیط ثوبه و یخصف نعله و یرفع دلوه۔ (ابن حبان، حاکم)۔

نبی کریم ﷺ اپنا کپڑا خود سیتے اور اپنے جوتے کو خود پیوند لگاتے اور پانی کا ڈول خود کھینچتے تھے۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کان لنعل رسول الله ﷺ قبالان۔

رسول اللہ ﷺ کی نعل مبارک کے دو قبالے یعنی تسمے تھے۔

علماء کہتے ہیں کہ کانت نعله صفراء کہ آپ کی نعلین مبارک زرد رنگ تھی۔ اور ابوذر کی روایت میں ہے۔ انها کانت من جلود البقر۔ کہ نعلین مبارک گائے کے چمڑے کی تھی۔ (شرح شمائل مناوی)

نسائی میں ہے۔ عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رأیت رسول الله ﷺ یصلی فی نعلین مخصوفتین من جلود البقر۔ اور ابو حیان نے انہیں الفاظ کے ساتھ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ گائے کے مدبوغ چمڑے کی نعلین میں نماز پڑھتے تھے۔

اگر جوتے طاہر ہوں تو جوتے اتارے بغیر نماز پڑھنا روا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے نعلین مبارک ہمہ وقت بلا ریب طاہر ہوتی تھیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نماز جنازہ ہو۔

دایاں جوتا پہننے سے ابتداء کرنا

جوتا پاؤں کی زینت ہے۔ اس لئے دیر تک اُسے پاؤں میں رہنا چاہئے۔ ایسے ہی ہر وہ چیز جس کا پہننا زینت ہو۔ اس کے پہننے میں دائیں جانب کو مقدم کیا جائے اور اتارنے میں بائیں کو۔ جیسا کہ قمیص، شلوار، اچکن اور کوٹ وغیرہ۔ یہی طریقہ سنت طیبہ ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کان رسول اللہ ﷺ یحب التیمن مااستطاع فی ترجلہ و تنعلہ و طھورہ۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ خود کو کنگھی کرنے میں نعلین مبارک پہننے میں اور اعضاء وضو دھونے میں حتی الوسع دائیں طرف سے شروع فرمایا کرتے تھے۔ حدیث میں مااستطاع کی قید سے اس طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی ضرورت بائیں طرف سے ابتداء کرنے کی لاحق ہو تو مضائقہ نہیں۔ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اختیار تیمن کے لئے تاکید ہے اور عدم ترک تیمن میں مبالغہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ ای مدۃ دوام قدرتہ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اپنی پوری قدرت کی حد تک۔

تیمن یعنی دائیں سے ابتداء حدیث میں وارد تین اشیاء میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ نبی کریم ﷺ پورے بدن اور سر سے قدم مبارک تک تیمن کی رعایت فرماتے تھے۔

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان النبی ﷺ کان اذا لبس ثوبا بدأ بمیامنہ۔ (ترمذی)

کہ نبی کریم ﷺ جب کوئی کپڑا ملبوس فرماتے تو دائیں سے شروع کرتے تھے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَنّ النبی ﷺ قال اذا انتعل احدکم فلیبدا بالیمین واذا نزع فلیبدا بالشمال ولتکن الیمین اولھما تنعل و اخرھما تنزع۔ (شمائل ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے جوتا پہنے تو پہلے دائیں سے شروع کرے اور جب اتارے تو پہلے بائیں سے اتارے اور پہلے دائیں کو پہنے اور پھر بائیں کو

اتارے۔

حکیم ترمذی فرماتے ہیں کہ دایاں تمام اشیاء میں سے اللہ عزوجل کے نزدیک محبوب و مختار ہے کہ قیامت کے روز اہل جنت عرش الٰہی کی دائیں جانب ہونگے اور اہل سعادت کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ حسنات کے منشی اور حسنات کا پلڑا میزان کی دائیں طرف ہوگا۔ جب دائیں کا حق تقدیم ہے اس لئے اس سے اتارنا آخر میں ہے کہ اس طرح اس کا حق دیر تک باقی رہے۔ (عبدالرؤف مناوی)

عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ من بدأ فی الانتعال بالیسری اساء لمخالفۃ النسنۃ۔ جس نے جوتا پہننے میں بائیں سے آغاز کیا اس نے سنت طیبہ کی مخالفت کر کے غلط کیا۔ اگر کسی نے پہلے بایاں جوتا وغیرہ پہن لیا تو اس کے لئے بہتر ہے۔ کہ بایاں جوتا اتارے اور پھر سے دائیں سے آغاز کرے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس امر پر اجماع ہے کہ دائیں طرف سے شروع کرنے کا عمل مستحب ہے اور سنت تو ہے ہی۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ قال رسول اللہ ﷺ اذا لبستم واذا توضأتم فابدوا بأیمانکم۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم لباس پہنو یا وضو کرو تو دائیں سے شروع کرو۔ یہ یاد رہے کہ جوتے کا پہننا لباس میں شامل ہے۔ (شرح شمائل)

ایک جوتا پہن کر چلنے کا حکم

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ ایک جوتا پہن کر چلنے میں شہرت ہوتی ہے لوگوں کی نگاہیں اُٹھتی ہیں اور نگاہوں میں بدشکل اور قبیح منظر نظر آتا ہے۔ یہ فعل مکروہ ہے۔ نہایہ ابن الاثیر میں ہے کہ ایک جوتا پہن کر چلنا ممنوع ہے کہ اس طرح ایک پاؤں اونچا ہوجائے گا اور دوسرا پست۔ اور یہ ٹھوکر لگنے کا باعث ہوسکتا ہے اور دیکھنے میں قبیح منظر ہے۔ اور معیوب بھی۔

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ نہی اس جہت سے ہے کہ اس طرح چلنے میں مشقت ہوتی ہے قبیح منظر ہونے کے ساتھ ساتھ غبار اور مٹی وغیرہ سے بچنا محال ہوجاتا ہے اور یہ انداز

تنعل یعنی ایک جوتا پہن کر چلنا شیطان کی چال ہے اور اس سے اعضاء میں اعتدال قائم نہیں رہتا اور ایسے شخص کی سوچ وفکر میں خلل وضعف پیدا ہوجاتا ہے اس لئے ایسے شخص کے اعضاء اور جوارح میں اعتدال مفقود ہوتا ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جب اعضاء میں اعتدال نہ رہے تو عقل مختل ہوجاتی ہے۔ اسی جہت سے ضروری ہے کہ سنت طیبہ کے مطابق عمل کیا جائے کہ وہ اعمال کو حسین وجمیل بناتا ہے۔

خطابی فرماتے ہیں۔ یدخل فی ھذا کل لباس شفع کالخفین و اخراج الید الواحدۃ من الکم دون الاخری والتردی علی احدالمنکبین دون الأخری۔ اس حکم میں وہ لباس بھی شامل ہیں جن کا کوئی جزء جوڑا جوڑا ہے۔ جیسا کہ جوتا، موزے، آستین وغیرہ کہ اس سے ایک ہاتھ نکال لینا اور دوسرا پہنے رکھنا یا چادر اس انداز میں پہننا کہ ایک کندھے پر چادر کا پلو ڈالے اور دوسرے کو خالی چھوڑ دے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ لا یمشی احدکم فی النعل الواحدۃ لینتعلھما جمیعا او یخلعھما جمیعاً۔ (ابوداؤد، بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک جوتا پہن کر نہ چلے۔ پہنے تو دونوں پہنے اور اتارے تو دونوں اُتارے۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال رسول اللہ ﷺ اذا انقطع شسع احدکم فلایمشی فی نعل واحد حتی یصلح شسعہ ولایمشی فی الخف الواحد۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تب بھی ایک جوتا پہن کر نہ چلے حتی کہ اس کے تسمے درست کرلے۔ اور نہ ہی ایک موزہ پہن کر چلے۔

نافع فرماتے ہیں کہ ان ابن عمر رضی اللہ عنھما کان لایری بأسا ان یمشی فی نعل واحدۃ اذا انقطع شسعہ مابینہ وبین ان تصلح۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کے اور اس کے اصلاح کے مابین وقت میں ایک جوتا پہن کر چلنا روا ہے۔ (عمدۃ القاری)

کھڑے ہوکر جوتا پہننا ممنوع ہے

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نھی رسول اللہ ﷺ ان ینتعل الرجل قائماً۔ (جمع الوسائل)

رسول اللہ ﷺ نے مرد کو کھڑے ہوکر جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ کھڑے ہوکر جوتا پہننا زیادہ آسان اور سہل ہے بسا اوقات کھڑے ہوکر جوتا پہننا انقلاب کا باعث ہے اور اس طرف جوتے اور موزے کے تسمے باندھنے میں مشکل ہوتی ہے۔

شرح السنۃ میں ہے کہ کھڑے ہوکر جوتا پہننا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ کراہت مشقت کی وجہ سے ہوتی ہے جو تسمے والے جوتے کے پہننے سے لاحق ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسے جوتے کے پہننے میں ہاتھوں کا دخل ہوتا ہے اور وہ جوتے جن میں یہ مشقت متحقق نہیں ہے تو ان پر نہی کا اطلاق نہیں ہوگا اور اسی طرح موزے اور شلوار کے کھڑے ہوکر پہننے کی نہی ہے۔ اگر ان کے پہننے میں مشقت متحقق نہیں ہوتی تو کھڑے ہوکر ان کا پہننا روا ہے۔ ورنہ نہیں۔

جوتا اتار کر اسے پہلو میں رکھنا

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ من السنۃ اذا جلس الرجل ان یخلع نعلیہ فلیضعھما بجنبہ۔

جب آدمی بیٹھے تو اپنا جوتا اتار لے۔ اور انہیں اپنے پہلو میں رکھے۔ یہ مسنون طریقہ ہے۔

تنعل یعنی ایک جوتا پہن کر چلنا شیطان کی چال ہے اور اس سے اعضاء میں اعتدال قائم نہیں رہتا اور ایسے شخص کی سوچ وفکر میں خلل وضعف پیدا ہو جاتا ہے اس لئے ایسے شخص کے اعضاء اور جوارح میں اعتدال مفقود ہوتا ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جب اعضاء میں اعتدال نہ رہے تو عقل مختل ہو جاتی ہے۔ اسی جہت سے ضروری ہے کہ سنت طیبہ کے مطابق عمل کیا جائے کہ وہ اعمال کو حسین وجمیل بناتا ہے۔

خطابی فرماتے ہیں۔ یدخل فی ھذا کل لباس شفع کالخفین و اخراج الیدالواحدۃ من الکم دون الاخری والتردی علی احدالمنکبین دون الأخری۔ اس حکم میں وہ لباس بھی شامل ہیں جن کا کوئی جزء جوڑا جوڑا ہے۔ جیسا کہ جوتا، موزے، آستین وغیرہ کہ اس سے ایک ہاتھ نکال لینا اور دوسرا پہنے رکھنا یا چادر اس انداز میں پہننا کہ ایک کندھے پر چادر کا پلو ڈالے اور دوسرے کو خالی چھوڑ دے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ لا یمشی احدکم فی النعل الواحدۃ لینتعلھما جمیعا او یخلعھما جمیعاً۔ (ابوداؤد، بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک جوتا پہن کر نہ چلے۔ پہنے تو دونوں پہنے اور اتارے تو دونوں اُتارے۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال رسول اللہ ﷺ اذا انقطع شسع احدکم فلا یمشی فی نعل واحد حتی یصلح شسعہ ولا یمشی فی الخف الواحد۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تب بھی ایک جوتا پہن کر نہ چلے حتی کہ اس کے تسمے درست کر لے۔ اور نہ ہی ایک موزہ پہن کر چلے۔

نافع فرماتے ہیں کہ ان ابن عمر رضی اللہ عنھما کان لا یری بأسا ان یمشی فی نعل واحدۃ اذا انقطع شسعہ مابینہ وبین ان تصلح۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کے اور اس کے اصلاح کے مابین وقت میں ایک جوتا پہن کر چلنا روا ہے۔ (عمدۃ القاری)

کھڑے ہو کر جوتا پہننا ممنوع ہے

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نھی رسول اللہ ﷺ ان ینتعل الرجل قائماً۔ (جمع الوسائل)

رسول اللہ ﷺ نے مرد کو کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ کھڑے ہو کر جوتا پہننا زیادہ آسان اور سہل ہے بسا اوقات کھڑے ہو کر جوتا پہننا انقلاب کا باعث ہے اور اس طرف جوتے اور موزے کے تسمے باندھنے میں مشکل ہوتی ہے۔

شرح السنۃ میں ہے کہ کھڑے ہو کر جوتا پہننا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ کراہت مشقت کی وجہ سے ہوتی ہے جو تسمے والے جوتے کے پہننے سے لاحق ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسے جوتے کے پہننے میں ہاتھوں کا دخل ہوتا ہے اور وہ جوتے جن میں یہ مشقت متحقق نہیں ہے تو ان پر نہی کا اطلاق نہیں ہوگا اور اسی طرح موزے اور شلوار کے کھڑے ہو کر پہننے کی نہی ہے۔ اگر ان کے پہننے میں مشقت متحقق نہیں ہوتی تو کھڑے ہو کر ان کا پہننا روا ہے۔ ورنہ نہیں۔

جوتا اتار کر اسے پہلو میں رکھنا

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ من السنۃ اذا جلس الرجل ان یخلع نعلیہ فلیضعھما بجنبہ۔

جب آدمی بیٹھے تو اپنا جوتا اتار لے۔ اور انہیں اپنے پہلو میں رکھے۔ یہ مسنون طریقہ ہے۔

خفین یعنی موزے

نبی کریم ﷺ نے متعدد موزے استعمال فرمائے ہیں۔ ان میں سے موزوں کے چار جوڑے غزوہ خیبر سے حاصل ہوئے تھے۔ موزے کے آداب میں سے ہے کہ دایاں موزہ پہلے پہنے اور موزے کو پہننے سے پہلے جھاڑ لیا جائے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ جنگل میں ایک موزہ پہنا اور دوسرا پہننے کا قصد فرما رہے تھے کہ ایک کوا آ کر دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اور اوپر لے جا کر اس کو پھینک دیا۔ اس میں ایک سانپ گھسا ہوا تھا جو اس کے گرنے کی چوٹ سے باہر نکلا۔ نبی کریم ﷺ نے حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ یہ کرامت ہے جس سے مجھے رب کریم نے مکرم فرمایا ہے پھر آپ نے یہ دعا فرمائی۔ اللھم انی اعوذبك من شرمن یمشی علی اربع و من یمشی علی رجلیه و من شرمن یمشی علی بطنه۔ اس کے بعد آداب موزہ میں ایک قانون بنا دیا کہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جب موزے پہننے کا ارادہ کرے تو اس کو جھاڑ لیا کرے۔ (عبدالرؤف المناوی)

بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان النجاشی اھدی للنبی ﷺ خفین اسودین ساذجین فلبسھما ثم توضأ و مسح علیھما۔ (شمائل ترمذی)

نجاشی شاہ حبشہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے پاس سیاہ رنگ کے دو سادے موزے ہدیۃً بھیجے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو پہنا اور وضو کیا اور ان پر مسح کیا۔

یعنی یہ دونوں موزے منقوش نہیں تھے اور ان پر بال تھے اور ان کا رنگ ایک تھا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے سیاہ رنگ میں اور کوئی رنگ مخلوط نہیں تھا۔ آپ نے انہیں فوراً پہن لیا تھا۔ موزوں پر مسح کرنے پر اجماع ہے اور اسی (۸۰) صحابہ کرام نے مسح کی احادیث روایت کی ہیں اور وہ احادیث متواترہ ہیں اسی لئے بعض حنفیہ نے مسح کے انکار کو کفر قرار دیا ہے۔ (عبدالرؤف مناوی)

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی

خدمت میں دو موزے ہدیہ کئے۔ آپ نے انہیں زیب قدم فرمایا۔ نیز انہوں نے ایک جبہ بھی خدمت میں پیش کیا آپ نے اسے پہنا حتی کہ وہ پھٹ گئے نبی کریم ﷺ نے یہ بھی معلوم نہیں فرمایا کہ وہ مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح کے۔ (شمائل ترمذی)

فراش۔ یعنی بستر وغیرہ

نبی کریم ﷺ کی ایک چارپائی تھی جس کے پائے ساگوان کی لکڑی کے بنے ہوئے تھے اور یہ سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ہدیہ کے طور پر پیش کی تھی۔ اس کے علاوہ آپ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (زادالمعاد)

نبی کریم ﷺ کبھی آپ بستر پر آرام فرماتے۔ کبھی چمڑے کے بستر پر، کبھی چٹائی پر اور کبھی زمین پر بھی سو جاتے۔ کبھی چارپائی پر اور کبھی سیاہ کمبل پر استراحت فرماتے۔

عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں چت لیٹے دیکھا کہ آپ نے ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا۔ اور آپ کا بستر مبارک چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ آپ کے پاس بالوں کا بنا ہوا کمبل تھا جسے دوہرا کر کے بچھا دیا جاتا۔ ایک دفعہ چار تہیں کر کے بچھا دیا گیا تو آپ ﷺ نے روک دیا اور فرمایا اسے پہلے کی طرح دوہرا کر دو۔ کیونکہ آج کی رات اس نے مجھے نماز پڑھنے سے روک دیا تھا۔ الغرض آپ بستر پر بھی سوئے اور لحاف بھی اوڑھا اور اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کہ تم میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی اور ایسی نہیں کہ جبریل اس کے بستر پر آتے ہوں۔ (زادالمعاد)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک انصاریہ عورت میرے پاس آئی۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کا بستر مبارک دیکھا جو تہ شدہ عباء تھی۔ وہ یہ دیکھ کر چلی گئی۔ اس نے گھر جا کر میرے پاس اون سے بھرا ہوا گدا بھیج دیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ بستر کو دیکھ کر فرمایا ماھذہ؟ یہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! فلانہ انصاریہ عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپ کے بستر مبارک کو

دیکھا تو گھر جا کر یہ بستر بھیج دیا ہے۔ آپ نے حکم فرمایا۔ رُدّیہ۔ یعنی اسے واپس کر دو۔ میں نے اسے واپس نہ کیا کیونکہ وہ مجھے پسند تھا کہ وہ میرے گھر میں رہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تین بار اسے واپس کرنے کا حکم دے چکے تھے۔ آخر کار ارشاد فرمایا کہ

واللہ یا عائشة لوشئتُ لاجری اللہ معی جبالا من الذھب والفضة۔

اللہ عزوجل کی قسم! اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ جاری کر دے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ انھا کانت تفرش لرسول اللہ ﷺ عباءۃ باثنتین فجاء لیلة وقد ربعتُھا فنام علیھا۔ فقال۔ یا عائشة مالفِراش اللیلة لیس کما کان یکون۔ فقالت قلتُ یارسول اللہ ربعتھا۔ قال فاعیدیه۔ کما کان۔

کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے عباء کے بستر کو دہرا کر کے بچھایا کرتی تھیں۔ ایک رات ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اسے چوگنا کر کے بچھا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بستر پر استراحت فرمائی۔ بستر کی نرمی کو محسوس فرما کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ اے عائشہ! کیا بات ہے کہ آج کی رات بستر ویسا نہ تھا۔ جیسا پہلے ہوا کرتا تھا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی راحت وسکون کے لئے میں نے اسے چوگنا کر کے بچھایا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بستر کو پہلے کی طرح کر دے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اضطجع النبی ﷺ علی حصیر فاثّر فی جلدہ فلما استیقظ جعلتُ امسح عنه واقول یا رسول اللہ! اَلَا اذنتَنا نبسط لك علی ھذا الحصیر شیئاً یقیك منه۔ فقال رسول اللہ ﷺ مالی وللدنیا انماء انا والدنیا کراکب استظل تحت شجرۃ ثم راح و ترکھا۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر استراحت فرماتے تھے کہ چٹائی کے نشان نازک جسم پر نقش

ہو گئے تھے۔ جونہی آپ بیدار ہوئے تو میں ان نقوش کو مساس کر کے مٹانے لگا۔ اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! اگر آپ اجازت فرمائیں تو ہم آپ کے لئے اس چٹائی پر کوئی چیز بچھا دیں جو آپ کے نرم و نازک جسم اقدس کو چٹائی کی خشونت و سختی سے محفوظ رکھے۔ سید الاولین والاخرین ﷺ نے فرمایا۔ اے ابن مسعود! دنیا میرے لئے نہیں اور نہ میں دنیا کے لئے ہوں۔ میں تو دنیا میں اس طرح ہوں جس طرح ایک رہگیر سوار ایک درخت کے سائے میں آرام کرے پھر چل دے اور درخت کے سایہ کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جئتُ فاذا رسول اللہ ﷺ فی مشربة ای غرفة وانه لعلی حصیر مابینه و بینه شئی و تحت رأسه وسادۃ من اَدم حشوہ لیف وان عند رجلیه قرظًا مصبوبا ای مایدبغ به و عند راسه اُھب معلقة ای جلود فبکیت فقلت یا رسول اللہ ان کسری و قیصر فیمافیه وانت رسول اللہ ۔ فقال اماترضی ان تکون لھما الدنیا ولنا الاخرۃ۔

میں نے بارگاہ رسالت مآب میں شرف حاضری پایا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بالا خانہ میں جلوہ گر تھے۔ تو آپ چٹائی پر لیٹے آرام کر رہے تھے کہ آپ کے اور چٹائی کے مابین کوئی شئی نہ تھی۔ اور آپ کے سر مبارک کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور آپ کے قدموں کے نزدیک درخت سَلَم کی یعنی باریک سی گلی ہوئی چھال تھی۔ اور آپ کے سرہانے چمڑا لٹکا ہوا تھا۔ میں یہ منظر دیکھ کر رونے لگا اور بارگاہ رسالت مآب میں عرض کیا کہ کسریٰ و قیصر تو عیش و عشرت کی زندگی گذاریں حالانکہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ﷺ۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے پسند نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔ (بخاری)

ایک صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اولئك عُجلّت لھم طیباتھم وھی و سیلة الانقطاع وانا قوم اُخّرت لنا طیباتنا فی آخرتنا

وہ لوگ ہیں جنہیں عمدہ گذران جلدی دی گئی ہے حالانکہ وہ ذریعہ انقطاع ہے۔اور ہم ایسی قوم ہیں جنہیں ہماری عمدہ گذران آخرت میں دی گئی ہے۔

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے انه لم یکن علیه غیر ازار وانه کان مضطجعًا علی خصفة وان بعضه لعلی التراب ولم یکن بها غیر خصفة وسادة من لیف و نحو صاع من شعیر۔

آپ پر سواء تہ بند کے اور کوئی کپڑا نہ تھا۔اور آپ ایک چمڑے کے ٹکڑے یا موٹے کپڑے پر پہلو پر لیٹے ہوئے تھے۔اور آپ کے جسم اقدس کا کچھ حصہ مٹی پر تھا۔موٹے کپڑے یا چمڑے کے ٹکڑے کے علاوہ بھی کچھ نہ تھا۔چھال بھرا ایک تکیہ تھا اور تقریباً ایک صاع جو تھے۔

ان ابابکر و عمر رضی الله عنهما دخل علیه ﷺ فاذا هونائم علی سریر له مرمّل بالبردی وهونبت معروف و علیه کساء اسود حشوه بالبردی فلمارأ هما استوی جالسًا فنظراه فاذا اثرالسریر فی جنبه فقالا یا رسول الله مایوذیك خشونة مانری فی فراشك و سریرك وهذا کسری و قیصر علی فراش الحریر والدیباج فقال ﷺ لا تقولا هذا فان فراش کسری و قیصر فی النار وان فراشی سریری هذا عاقبته الی الجنة۔

ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔جبکہ آپ ایک چارپائی پر سو رہے تھے اور یہ چارپائی بردی سے بُنی ہوئی تھی جو ایک معروف نبات ہے۔

اور آپ کے لئے ایک سیاہ کمبل تھا جس میں بردی بھری ہوئی تھی جب آپ نے ان حضرات کو دیکھا تو آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔انہوں نے آپ کو غور سے دیکھا تو چارپائی کے نشان آپ کے پہلو پر ثبت تھے۔انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کے بستر اور چارپائی کی خشونت آپ کو تکلیف نہیں دیتیں۔اور کسریٰ وقیصر تو ریشم اور دیباج کے بستروں پر لیٹیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا مت کہو کیونکہ کسریٰ وقیصر کا بستر دوزخ میں ہے اور

یہ میرا بستر اور چارپائی ان کا انجام جنت ہے۔(صحیح ابن حبان)

شرح السنۃ میں ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رانتُ النبی ﷺ یرکب الحمار العری ویجیب دعوة المملوك و ینام علی الارض ویجلس علی الارض ، یاکل علی الارض۔(الحدیث)

میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ گدھے کی ننگی پشت پر سواری کرتے غلام کی دعوت قبول کرتے ،زمین پر سوتے ،زمین پر بیٹھتے اور زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے۔

محمد بن علی رضی اللہ عنہ (امام باقر) فرماتے ہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کا بستر کس طرح کا تھا۔انہوں نے فرمایا کہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کا بستر کس طرح کا تھا۔انہوں نے فرمایا کہ دری تھی جس کو دوہرا کر کے ہم رسول اللہ ﷺ کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اسے چوڑا کر کے بچھا دیا جائے تو زیادہ نرم ہو جائے گا میں نے ایسے ہی بچھا دیا۔رسول اللہ ﷺ نے صبح کو پوچھا کہ میرے نیچے رات کو کیا چیز بچھائی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ وہی روزمرہ کا بستر۔آج رات اسے چوڑا کر دیا تھا کہ زیادہ نرم ہو جائے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے پہلے ہی حال پر رہنے دو کہ اس کی نرمی رات کو مجھے تہجد سے مانع ہوئی۔(شمائل ترمذی)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کان فراش رسول الله ﷺ نحومایوضع للمیت عند قبره و کان المسجد عند راسه۔(ابوشیخ)

رسول اللہ ﷺ کا بستر مبارک تقریباً ایسا بچھتا تھا جیسا میت کے لئے قبر میں بچھایا جاتا ہے۔اور مسجد نبوی ﷺ آپ کے سر مبارک کی جانب ہوتی۔

عرب کا رواج تھا کہ قبر میں چٹائی یا موٹا کپڑا وغیرہ میت کے لئے بچھاتے تھے اور آپ کے قدم مبارک مشرق کی جانب ہوتے تھے اور مسجد نبوی سر کی جانب۔اسی کیفیت کے

ساتھ اب رسول اللہ ﷺ اپنے روضہ اقدس میں استراحت فرما ہیں۔ (شرح شمائل)

چمڑے کا سرخ قبہ مبارک

قبہ ایسی گول عمارت خواہ وہ مٹی اور پتھر سے بنی ہو یا کپڑا چمڑا وغیرہ سے بنائی گئی ہو۔ مٹی اور پتھر سے بنی گول عمارت اہل شہر استعمال کرتے اور چمڑے، کپڑے وغیرہ کی بنی ہوئی عمارت اہل بادیہ استعمال کرتے ہیں اور نقل مکانی میں آسانی رہتی ہے۔ چونکہ عرب کی بود باش عام طور پر بادیہ نشینی تھی اس لئے وہ قبہ نما یا کسی اور وضع کے خیمے استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بھی کپڑے اور چمڑے کے خیموں میں قیام فرمایا ہے۔

ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اتیت النبی ﷺ وھو فی قبة حمراء من اَدَم و رایت بلالا اخذ وضوءَ النبی ﷺ والناس یبتدرون الوضوء۔ فمن اصاب منه شیئًا تَمَسَّحَ به و من لم یصب منه شیئًا اخذ من بلل یدصاحبه۔ (بخاری)

میں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں شرف حاضری پایا اور اس وقت آپ چمڑے کے سرخ قبہ میں جلوہ گر تھے۔ میں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے وضو کا پانی لائے۔ تو غلامان مصطفیٰ ﷺ آپ کے وضو کے پانی کے حصول کے لئے بے تابانہ لپکے۔ جسے اس برکت والے پانی سے جتنا میسر ہوا سے اپنے جسم پر لگالیا اور جسے اس سے کچھ نہ مل سکا تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری کو لے لیا۔ یہ واقعہ مکہ مکرمہ میں حجۃ الوداع کا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ارسل النبی ﷺ الی الانصار فجمعھم فی قبة من آدم۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ نے انصار کو بلا بھیجا۔ وہ آئے تو آپ نے ان کو چمڑے کے قبہ نما خیمے میں بٹھایا۔

یہ واقعہ غزوہ خیبر میں خیبر کے مقام پر رونما ہوا۔ اور ان دونوں واقعات کے مابین دو سال کا فاصلہ ہے۔ (عمدۃ القاری)

جائے نماز

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کان لوسول اللہ ﷺ فروة و کان یستحب ان تکون له فروة مدبوغة یصلی علیها و کان رسول اللہ ﷺ یصلی علی الحصیر والخمرة۔

رسول اللہ ﷺ دباغت شدہ پوستین رکھنا پسند کرتے تھے تا کہ اس پر نماز پڑھیں اور اس کے علاوہ چٹائی اور چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

وما علینا الاّ البلاغ

تمت بالخیر

قرآن کتابِ ہدایت ہے۔
مکمل ضابطۂ حیات ہے۔
قرآن ہماری دُنیوی اور اُخروی کامیابی کا ضامن ہے۔
قرآن کو سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کی معرکہ آرا تفسیر

خوبصورت ترجمہ — بہترین تفسیر

ضیاء القرآن

فہمِ قرآن کا بہترین ذریعہ ہے

ترجمہ: جس کے ہر لفظ سے اعجازِ قرآن کا حُسن نظر آتا ہے
تفسیر: اہلِ دل کے لیے درد و سوز کا ارمغان

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے تفاسیری کارنامے

تفسیر خزائن العرفان
صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر نور العرفان
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ

ضیاء القرآن ۵ جلد
مفسر ضیاء الامت حضرت پیر
محمد کرم شاہ الازہری نور اللہ مرقدہٗ

تفسیر الحسنات ۷ جلد
ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر مظہری ۱۰ جلد
عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ
پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیرات احمدیہ
ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر ابن کثیر ۴ جلد
علامہ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر علیہ الرحمۃ

تفسیر درِ منثور
علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر احکام القرآن
مولانا جلال الدین قادری

یا ایہا الذین آمنوا
مفتی سعادت علی قادری

تفسیر سورۃ النساء
پروفیسر منیب الرحمٰن

1Z 455